داعیانِ اسلام کیلئے ایک راہنما کتاب

صحابہ کرام کا اسلوبِ دعوت و تبلیغ

پروفیسر محمد اکرم ورک

...ل علوم اسلامیہ

...ی ایچ ڈی اسکالر

مکتبہ جمالِ کرم لاہور

Marfat.com

Marfat.com

داعیانِ اسلام کیلئے ایک راہبر کتاب

صحابہ کرام کا اسلوبِ دعوت و تبلیغ

پروفیسر محمدّ اکرم وِرک
ایم فل علوم اسلامیہ

مکتبہ جمالِ کرم
9۔ مرکز الاویس (نستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948

۲۹۷۶۰۷
۶۲۸ ص
68896

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— صحابہ کرام کا اسلوب دعوت و تبلیغ
مصنف ——— پروفیسر محمد اکرم ورک
اشاعت ——— اپریل 2004ء
تعداد ——— گیارہ سو
زیر اہتمام ——— ایم احسان الحق صدیقی
ناشر ——— مکتبہ جمال کرم لاہور
قیمت ——— ~~135~~ 150/- روپے

ملنے کے پتے

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴-انفال سنٹر اردو بازار کراچی

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی

☆ مکتبہ البصرہ چھوٹکی گھٹی حیدر آباد

☆ ضیاء الامت بک سنٹر دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

☆ دار اخلاص، صدف پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

Marfat.com

الانتساب

دعوتِ دین کے

ہر کارکن

کے نام

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	عمومی اشارات / اختصارات	11
2	عہد زر میں عہد زریں کی دعوت	13
3	پیش لفظ:	20
4	باب اول:	37
	اسلوب دعوت کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں	
(i)	اصول تدریج کی تلقین	40
(ii)	رفق ونرمی کی تلقین	42
(iii)	ترغیب وترہیب کی تلقین	45
(iv)	موقع ومحل کالحاظ رکھنے کی تلقین	45
(v)	آسانی وسہولت کی تلقین	46
(vi)	مخاطب کی ذہنی استعداد کالحاظ رکھنے کی تلقین	51
(vii)	مخاطب کے مقام ومرتبہ کالحاظ رکھنے کی تلقین	52
(viii)	ایجاز واختصار کی تلقین	53
ix	جبر واکراہ سے اجتناب کی تلقین	54
	خلاصہ بحث	56
5	باب دوم:	
	سیرت صحابہؓ سے داعیان اسلام کیلئے چند راہنما اصول	58
۱	اخلاص نیت / للہیت	59
۲	دعوت میں ترتیب کالحاظ	60
۳	داعی بطور مثال نمونہ / حفاظت کردار	64

Marfat.com

۴۔ گناہ گار کی بجائے گناہ سے نفرت / فطری کمزوری کا لحاظ 65

۵۔ بنیادی عقائد میں غیر لچکدار رویہ 66

۶۔ فروعی مسائل میں لچکدارا اور رویہ / اختلاف امت سے اجتناب 68

۷۔ جبر واکراہ سے اجتناب 69

۸۔ دعوت وتبلیغ میں احتیاط / غلطی سے رجوع 70

۹۔ اجتہاد سے مسائل کا حل 73

۱۰۔ مسئلہ کی درست صورت کا بیان / صحیح متبادل پیش کرنا 74

۱۱۔ دعوت میں تسلسل / قائم کرنا 77

6-باب سوم:

مکی عھدنبوت میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں 79

فصل اول: **مکی دور میں صحابہ کرامؓ کا دعوتی منھج واسلوب**

1- انفرادی سطح پر دعوت / خفیہ دعوت 79

2- اجتماعی سطح پر دعوت / اعلانیہ دعوت 83

3- ہجرت حبشہ سطح پر دعوت دین کا فروغ 87

4- قبائل عرب کیلئے مبلغین کا تقرر 96

5- ابوموسیٰ الاشعری کا قبول اسلام اور دعوت اسلام 99

6- ضمادؓ ازدی کا قبول اسلام اور دعوت اسلام 100

7- طفیلؓ بن عمرو کی دعوت اسلام 101

8- ابوذر غفاری کی قبیلہ غفار کو دعوت اسلام 102

9- مصعب بن عمیر کا اہل مدینہ کیلئے بطور مبلغ تقرر 103

10- مصعبؓ بن عمیر کی دعوتی سرگرمیاں / اسلوب دعوت 105

11- قبل از ہجرت مدینہ میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں 109

Marfat.com

12-انصار میں اسلام کی ابتداء 110

13-بیعت عقبہ اولیٰ 11 نبوی 111

14-بیعت عقبہ ثانیہ 12 نبوی۔ 112

فصل دوم: **مکی دور کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز**

1- قبل از ہجرت کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز 117

(i) مسجد ابی بکرؓ 117

(ii) بیت فاطمہ بنت خطاب 119

(iii) دار ارقمؓ 120

(iv) شعب ابی طالب 131

۲۔ قبل از ہجرت مدینہ کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز 133

(i) مسجد بنی زریق 134

(ii) درس گاہ قبا 135

(iii) نقیع الخصمات 137

نصاب تعلیم 140

خلاصہ بحث 142

7-باب چہارم: **مدنی عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں**

فصل اول: مدنی عہد نبوت میں مبلغین کی تیاری کا باقاعدہ انتظام 145

1-اصحاب صفہ کیلئے اساتذہ کا تقرر 147

2-اوقات تعلیم 148

3-طریقہ تعلیم 150

اصحاب صفہ کی دعوتی سرگرمیاں 152

(i) رجیع کی مہم 153

Marfat.com

(ii) بئر معونہ کی مہم	153
فصل دوم: قبائل عرب کے لئے مبلغین کا تقرر / قبائلی روساء کا دعوتی کردار	155
1- قبائلی روساء کی تعلیم وتربیت کا انتظام	158
2- عمیرؓ بن وہب کی قریش مکہ کو دعوت	160
3- حضرت ضحاکؓ بن سفیان کی بنوکلاب کو دعوت اسلام	161
4- ابوامامہؓ باہلی کی اپنی قوم باہلہ کو دعوت اسلام	161
5- حضرت عمرؓ بن زید جزامی کی اپنے قوم کے لئے بطور مبلغ تقرری	162
6- رفاعہؓ بن زید جزامی کی اپنی قوم کے لئے بطور مبلغ تقرری	164
7- عروہؓ بن مسعود کی ثقیف کو دعوت / عثمانؓ بن ابی العاص کا بطور امیر تقرر	164
8- ضمامؓ بن ثعلبہ کی بنوسعد بن بکر کو دعوت اسلام	166
9- اکثمؓ بن صیفی کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	168
10- حضرت زیادؓ بن حارث کی اپنی قوم کو بذریعہ خط دعوت اسلام	168
11- فروہؓ بن مسیک کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	169
12- ابوثعلبہؓ خشنی کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	170
13- عامرؓ بن شہر کی قبیلہ ہمدان کو دعوت اسلام	170
14- حارثؓ بن ضرار کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	170
15- عمروؓ بن حسان کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	171
16- قیسؓ بن نشبہ کی بنی سلیم کو دعوت اسلام	171
17- مالکؓ بن احمر کی اہل فدک کو دعوت اسلام	171
18- محیصہؓ بن مسعود کی اپنی قوم کو دعوت اسلام	172
19- مسعودؓ بن وائل کی بنی سلیم کو دعوت اسلام	172
20- عبداللہؓ بن عوسجہ کی قبیلہ حارثہ بن عمرو کو دعوت اسلام	172

Marfat.com

21- قیسؓ بن یزید کی اپنی قوم کو دعوت اسلام 172
22- عمروؓ بن حزم کا بنو حارث بن کعب کی طرف بطور مبلغ تقرر 173
خلاصہ بحث 174
فصل سوم: **نبوی سفراء کا دعوتی کردار** 177
1- عمرو بن امیہ الضمری / رسول اللہ کا گرامی نامہ شاہ حبش کے نام 179
2- دحیہ کلبی / رسول اللہ کا گرامی نامہ قیصر روم کے نام 181
3- حاطب بن ابی بلتعہ / مقوقس شاہ مصر کے نام مکتوب گرامی 181
4- عبداللہ بن حذافہ / نامہ رسول شاہ فارس کے نام 183
5- شجاع بن وھب الاسدی / رئیس ودمشق کا نام گرامی نامہ 184
6- علاء بن الحضرمی / منذر بن مساوی کے نام مکتوب گرامی 185
7- عمروؓ بن العاص / شاہ عمان کے نام خط 185
خلاصہ بحث 187
باب پنجم: **عھد صحابہ میں فروغ اسلام کی عمومی و جوھات**
1- فروغ اسلام میں خلفاء راشدین کا خصوصی کردار 189
2- صحابہ کرام پر خطبہ حجۃ الوداع کے اثرات 198
3- صحابہ کرام کا مذہبی مقام ومرتبہ 204
4- صحابہ کرام کے طبقہ عوام پر اثرات 209
5- مذہبی اور روحانی اثرات 210
6- سراپا عمل / کرداریت 211
7- صحابہ کرام کی حق پسندی / اظہار حق۔ 218
خلاصہ بحث 231
9- باب ششم:

صحابہ کرام کے اختیار کردہ اسلوب دعوت کے نمایاں پہلو	233
فصل اول: انسانی نفسیات کا لحاظ	233
(i) انسانی طبائع کا لحاظ / وقفہ	235
(ii) مخاطب کی عزت نفس / عمومی وضاحت پر اکتفاء	238
(iii) مناسب آمادگی	242
(iv) موقع ومحل کی مناسبت / مناسب وقت کا انتظار	244
(v) تالیف قلب	250
(vi) مدعو کی تعریف وتحریک	251
(vii) دعوت میں ایجاز واختصار	253
(viii) مخاطب کی زبان میں گفتگو	255
(ix) قصص	257
(x) تشبیہ وتمثیل سے وضاحت	259
(xi) سوال وجواب، باہمی گفتگو	261
(xii) جذبہ تجسس کو ابھارنا	266
(xiii) دعوت میں دلیل وشائستگی کا لحاظ	270
(xiv) قسم / گواہی	271
خلاصہ بحث	274
فصل دوم: غلطی پر تنبیہ کا اسلوب	276
(i) تنبیہ کرنے والے کے مقام ومرتبہ کا لحاظ	276
(ii) غلطی کی فوری اصلاح	282
(iii) غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ / شدید اظہار ناراضی	288
(iv) غلطی کے ازالے کے لئے حکم شرعی کا بیان	293

Marfat.com

(v)	غلطی کا نقصان واضح کرنا	297
(vi)	لاعلم اور جان بوجھ کر غلطی کرنے والے میں فرق کرنا	300
(vii)	کسی کو غلطی پر قرار دینے میں جلدی نہ کرنا	303
(viii)	یاددہانی	305
(ix)	فرضی / غیر ضروری سوالات کی حوصلہ شکنی	310
(x)	تائید حق	311
(xi)	لہجے کی درشتگی سے غلطی پر تنبیہ	312
(xii)	بدعات کے استیصال میں شدت	315
	خلاصہ بحث	322
	فصل سوم: دعوت دین کا عملی / تجرباتی اسلوب	323
(i)	سرگذشت / واقعاتی بیان	326
(ii)	شرکت عمل / معاونت	329
(ii)	مشورہ / رائے طلبی	330
	فصل چہارم: ترغیب وترھیب	334
(i)	نعمتوں کے چھن جانے کا خوف دلانا	335
(ii)	انذار / انتباہ	336
(iii)	بشارت / انعام کا وعدہ	340
(iv)	فوری فوائد کا وعدہ	341
	خلاصہ بحث	344
	مصادر و مراجع	346

عمومی اشارات/اختصارات

☆ قرآنی آیات کے حوالہ جات میں پہلے سورہ کا نام اس کے بعد سورہ کا نمبر اور پھر آیات کا نمبر دیا گیا ہے۔

☆ کتاب مقدس کے حوالہ جات میں کتاب کے نام کے بعد باب کا نمبر اور پھر آیت کا نمبر دیا گیا ہے۔

☆ کتب احادیث کے حوالہ جات تقریباً ہر جگہ مکمل تحریر کئے گئے ہیں، کتاب اور باب کے علاوہ حدیث کا نمبر بھی درج کیا گیا ہے۔

☆ ایک بار کسی کتاب کا مکمل حوالہ مع نام، مصنف کا نام، مقام اشاعت اور سن اشاعت وغیرہ کا التزام کیا گیا ہے، بعد ازاں صرف مصنف یا کتاب کے نام کو مختصر طور پر لکھا گیا ہے۔

جن کتب کے رموز و اختصارات استعمال کئے گئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابن ہشام: "السيرة النبوية" لا بن هشام

اسد الغابۃ: "اسد الغابة فی معرفة الصحابة" لا بن حجر

الاصابۃ: "الا صابة فی تمييز الصحابة" لا بن حجر

الاستیعاب: "الا ستيعاب فی معرفة الا صحاب"، لا بن عبد البر

ابن سعد: "الطبقات الكبرى"، لا بن سعد

البدایۃ: "البداية والنهاية"، لا بن كثير

حلیۃ الاولیاء: " حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء " لابی نعیم الاصفهانی

البیہقی: " السنن الکبری " للبیهقی

المستدرک: " المستدرک علی الصحیحین " للامام ابی عبد الله الحاکم

المسند " المسند " للامام احمد بن حنبل

الموطأ: " الموطأ " للامام مالک بن انس

الوثائق السیاسیۃ: " الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة " للدکتور محمد حمید الله

جمہرۃ الانساب: " جمهرة انساب العرب " لابن حزم

جس دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہو
اس پہ کبھی اللہ جل کی رحمت نہیں ہوتی ہے
میرا تو یہ عقیدہ ہے ذکر خدا میں ـــــ
یہ نام نہ شامل ہو تو عبادت نہیں ہوتی

Marfat.com

عہدِ زر میں عہدِ زریں کی دعوت

سرد جنگ کے خاتمے اور نائن الیون کے واقعہ کے بعد، دنیا میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ ایک طرف اگر امریکہ یک قطبی طاقت کے طور پر سامنے آیا ہے تو دوسری طرف قومی ریاست جرم ضعیفی کی سزاوار ٹھہر کر مرگِ مفاجات کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اندریں صورت عالمی سطح پر نئی فکری صف بندی راہ پا رہی ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ گھڑ کر، تہذیب اسلامی پر دہشت گردوں کی تہذیب کا لیبل چسپاں کر کے 'مارکیٹ اکانومی' کے دیوتا کو گلوبل کردار سونپا جا رہا ہے۔ گلوبلائزیشن کے نام پر پوری دنیا کو ایسی فکر کے زیرِ نگیں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جس کا اخلاقیات، زندگی کی اعلیٰ قدروں اور انسانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یوں سمجھیئے کہ ایک عہدِ زر، بدترین عہدِ زر کو جنم دینے والا ہے۔ اب یہ فیصلہ کن گھڑی ہے، نوعِ انسانی نے فیصلہ کرنا ہے کہ زندگی کے کسی اعلیٰ آدرش سے اپنی وابستگی ظاہر کرے یا پھر غلامی کے نئے ایڈیشن کو چپ چاپ قبول کر لے۔

مذکورہ بالا صورتِ حال یہ واضح کرنے کو کافی ہے کہ ریاست کا روایتی تصور آخری دموں پر ہے، عالمگیریت قدم بڑھا رہی ہے، لہٰذا موجودہ دور میں دارالحرب اور دارالاسلام کی روایتی بحثیں بھی اہمیت کھو چکی ہیں:

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ !

نئے حوادث ہمیں خبر دے رہے ہیں کہ اب پوری دنیا کو 'وحدت' کی صورت میں دیکھنا ہوگا، اس لئے نہ تو اسے دارالحرب قرار دے سکتے ہیں اور نہ ہی دارالاسلام۔ بہتر یہی ہے کہ ہم دنیا کو 'دارالدعوۃ' قرار دیں، کہ ہمارا دین عالمگیر ہے، ہمارا نبی ﷺ رحمت

Marfat.com

للعلمین ہے اور ہمارا رب، رب العالمین ہے۔اس تناظر میں پروفیسر محمد اکرم ورک کی کتاب 'صحابہ کرامؓ کا اسلوبِ دعوت وتبلیغ' بہت بروقت سامنے آئی ہے۔اہم بات یہ ہے کہ پروفیسر صاحب اس پوری کتاب میں عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ صحابہ کرامؓ سے باہر نہیں آئے۔ان کے استدلال واستشہاد کا دائرہ انھی دو ادوار کے گرد گھومتا ہے ۔حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ دو ادوار ہمارے لئے مقدس ترین ہیں۔جب بھی ہمیں کوئی مشکل پیش آتی ہے، چاہے اس کی نوعیت سیاسی ومعاشی ہو، معاشرتی ونفسیاتی ہو، یا پھر زندگی کے کسی بھی پہلو سے اس کا تعلق ہو، تو ہم امید بھری نظروں سے انھی ادوار کی طرف دیکھتے ہیں اور کامل راہنمائی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

اس وقت دنیا میں ابھرتی ہوئی نئی فکری صف بندی میں ثقافتی پہلو کی اھمیت کو بھانپتے ہوئے، ورک صاحب نے اشارے کنائے میں، اسلامی تصورِ دعوت میں ثقافتی رویے کی نشاندہی نہایت دانش مندی سے کی ہے۔انھوں نے اس موضوع پر الگ سے باب تو نہیں باندھا، لیکن ایک ضروری تقاضے کو کافی حد تک پورا کر گئے ہیں۔احباب جانتے ہیں کہ بنیادی طور پر زبان کی انفرادیت ہی الگ ثقافت کو جنم دیتی ہے، اگر چہ دیگر عوامل، علاقہ، لباس، نسل وغیرہ بھی اس انفرادیت کو مہمیز کرتے ہیں۔رسولِ پاک ﷺ کے فرمانِ مبارک کے مطابق:

''یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے، لہذا جو طریقہ آسان معلوم ہو، اسی طرح پڑھ لیا کرو''

اور آپ ﷺ کے عرب قبائل سے ان کے لہجوں میں گفتگو فرمانے سے، نیز حضرت زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دینے سے، یہی مترشح ہوتا ہے کہ ہمارا دین 'ثقافتی ہم آہنگی' کو فروغ دیتا ہے، تہذیبوں کے تصادم کی بجائے موافقت کی راہ دکھاتا ہے۔اسلام ایسا واحد دین ہے، جس میں تمام ثقافتیں اپنی شناخت کے خاتمے کا

Marfat.com

خوف کیے بغیر، ضم ہوسکتی ہیں۔ آج دنیا کو اسی چیز کی ضرورت ہے۔

کسی ثقافت کے بنیادی جز یعنی زبان پر دسترس سے دوسری قوم یا فرد کو اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، اجنبیت کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق اجنبیت کا خوف بہت گھمبیر ہوتا ہے۔ اگر ثقافتی اعتبار سے اپنی انفرادیت قائم رکھ کے (یعنی اپنی ہی زبان میں) دعوت دی جائے گی تو لازمی بات ہے کہ اس کے نتائج حسبِ منشا برآمد نہیں ہوں گے۔ دینِ اسلام کی عالمگیریت کے پیشِ نظر، صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ دوسروں کو اپنائیت کا احساس دلا کر، انھی کی زبان میں ان کو دین کی دعوت دی۔

دوسروں کی زبان میں ان کو دعوت دینے کے اسلوب سے ایک اور نکتہ سامنے آتا ہے کہ دوسرے کو اپنائیت کا احساس دلا کر، اس سے مکالمے کی صلاحیت بھی ہونی چاہیے۔ پروفیسر محمد اکرم ورک نے بجا طور پر اس طرف ہماری توجہ دلائی ہے، لیکن دعوتی اسلوب کی یہ مکالمانہ جہت، پوری کتاب میں بکھری بکھری سی ہے، بہتر ہوتا کہ اس موضوع پر علیحدہ فصل شامل کی جاتی اور مکالمہ کرنے والے صحابہ کرامؓ کی مکالمانہ صلاحیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی۔ اہلِ دانش جانتے ہیں کہ مکالمے کے لئے بہت حوصلے، علم، ظرف، رواداری اور جرات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مکالمے کی عدم موجودگی میں فکر وسوچ اور باہم رویوں میں تعصب اور تنگ نظری سرایت کر جاتے ہیں۔ میری ناقص رائے میں ہم لوگ دعوتی اسلوب میں سے، بلکہ زندگی کے دیگر پہلوؤں میں سے بھی 'مکالمہ' نکال بیٹھے ہیں اور 'طے شدہ' انداز میں بات کرتے ہیں۔ شاید اہلِ مغرب سے ہماری موجودہ کشمکش کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لوگ حبشہ کے نجاشی، مصر کے مقوقس اور شاہ عمان جیفر کے بھائی عبد سے ہونے والے مکالموں کو، موجودہ دور میں اہمیت دینے کو تیار نہیں، ہم لوگ مغرب سے مکالمہ کرنے کو تیار نہیں

Marfat.com

------ بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ ہم لوگ مغرب مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ان کی زبانوں کو ہی 'شیطانی' خیال کرتے تھے، پھر مکالمہ اور وہ بھی ان کی زبان میں، بہت دور کی بات تھی۔ اسی سلسلے کا ایک کڑوا سچ یہ ہے کہ فرقہ واریت کی بنیادی وجہ بھی 'مکالمانہ فضا' کی عدم دستیابی ہے۔

پروفیسر صاحب نے تحقیق کا دائرہ پھیلاتے ہوئے، تبلیغی مراکز کے بیان کے ضمن میں، مسجد ابی بکرؓ، اور بیتِ فاطمہ بنت خطابؓ کو دارِ ارقم پر فوقیت دی ہے، پھر تیسرے نمبر پر دارِ ارقم کا ذکر کر کے بہت استناد سے اس کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی مکی زندگی کے دوران، ہجرتِ حبشہ، مکہ کے تبلیغی مراکز اور مدینہ کے تبلیغی مراکز ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اس عہد میں تمام دستیاب وسائل اور امکانات پر نظر رکھتے ہوئے، اسلوبِ دعوت میں 'ہمہ جہت' انداز اختیار فرمایا۔ ورک صاحب کا بیان کردہ یہ 'تزویراتی نکتہ' بھی بہت اہم ہے کہ فتح مکہ سے قبل رسول پاک ﷺ کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ نو مسلم قبائل اور افراد کو مدینہ کی طرف ہجرت کی ترغیب دی جائے، تاکہ مدینہ میں مسلمان طاقتور ہوں۔ فتح مکہ کے بعد جب تزویراتی تقاضے کی نوعیت بدلی تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے''

اگر ورک صاحب کم از کم حاشیے میں ہی اس فرمانِ مبارک ﷺ کے معنوی ابعاد پر چند سطریں قلم بند کرتے، تو عہدِ نبوی ﷺ سے استشہاد کا ایک اور قابلِ قدر نمونہ سامنے آجاتا۔

صحابیاتؓ کی دعوتی سرگرمیوں کے تذکرے سے بھی کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ آج جس طرح عورت کے مقام کے حوالے سے، دینِ اسلام کے صالح

Marfat.com

تصورات کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور بین الاقوامی فورموں پر مختلف نقطہء ہائے نظر سامنے آرہے ہیں، اس لحاظ سے یہ تذکرہ بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ کیونکہ موجودہ معاشرتی اور عالمی حالات زیادہ تفصیل کے مقتضی تھے اس لئے یہاں تشنگی باقی رہتی ہے۔

پروفیسر محمد اکرم ورک نے داعی کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرتے وقت بھی صحابہ کرامؓ کی سیرت سے استشہاد کیا ہے۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ ہمارے اور صحابہ کرامؓ کے اسلوبِ دعوت میں بنیادی فرق، خلوصِ نیت اور للٰہیت کا ہے۔ ورک صاحب نے بین السطور ہمیں اس نکتے سے آگاہ کیا ہے کہ خلوصِ نیت، للٰہیت اور حق سے وابستگی، شعوری طور پر بہت سے آپشنز (OPTIONS) ہوتے ہوئے اختیار کرنی چاہئیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئیے کہ بس نہ چلا اور کوئی آپشن نہ رہا تو خلوص نیت کا ڈھنڈورہ پیٹ ڈالا اور للٰہیت کی گردان شروع کر دی، بلکہ داعی کی نفسی کیفیت کچھ ایسی ہونی چاہئیے:

میں صورتِ گل دستِ صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا چاک

اکرم صاحب نے اس کتاب کی تالیف کے دوران، واقعات اور احادیثِ نبوی ﷺ کا ایسا 'چناؤ' کیا ہے کہ کتاب کا قاری خود بخود دینِ اسلام کے بہت سے فرائض سے آگاہ ہوتا جاتا ہے۔ انھوں نے محسوس تو نہیں ہونے دیا لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ چناؤ غیر ارادی نہیں، بلکہ 'دیدہ و دانستہ' کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں نماز میں اکثر اوقات لمبا قیام اور رکوع وسجود، ڈنڈ بیٹھکوں کی طرح کئے جاتے ہیں، اسی لئے ورک صاحب نے نماز کی اصل روح کی طرف نہایت ڈھنگ سے اشارہ کر دیا ہے کہ "نماز میں قیام مختصر اور رکوع وسجود مکمل ہونا چاہئیے" اسی طرح ہمارے ہاں خطیب لوگ، اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھانے کے لئے، جس طرح لوگوں کو گھنٹوں بٹھائے

Marfat.com

رکھتے ہیں، پروفیسر صاحب نے جا بجا مختصر خطاب کی افادیت کا ذکر استناد سے کر کے، ان پر بھی بالواسطہ گرفت کی ہے۔ تین دن سے زیادہ سوگ منانے کی ممانعت سے لے کر، مسجع دعاؤں اور نکاحِ شغار کی ممانعت تک کے احکامات، موصوف نے اس کتاب میں اس طرح سمو دیئے ہیں کہ قاری کو گراں محسوس نہیں ہوتا۔

اس وقت ہمارے ہاں جس قسم کی گروہ بندیاں پنپ رہی ہیں، اکرم صاحب نے بہت موزوں واقعہ چن کر نہایت لطیف پیرائے میں، ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، جہاں صحابہ کرامؓ کے جدا جدا حلقے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے، تم لوگ جدا جدا ہو''۔

اسی طرح ایک واقعہ بیان کرنے کے بعد پروفیسر صاحب نے اس پر بھی تبصرہ کرنے کی بجائے چپ سادھ لی ہے کہ ''زمانہء حج میں ابنِ عمرؓ کا پاؤں نیزے کی نوک لگنے سے زخمی ہو گیا۔ حجاج بن یوسف خود عیادت کے لئے آیا اور کہنے لگا، کاش، ہمیں اس شخص کے بارے میں پتہ چل جائے، جس کا نیزہ لگنے سے آپ زخمی ہوئے ہیں، ابنِ عمرؓ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: یہ سب تمہارا ہی قصور ہے کہ تم نے لوگوں کو ایامِ حج میں حرم کے اندر ہتھیار لانے کی اجازت دی، حالانکہ یہ درست نہیں ہے''۔ اس واقعہ کے بیان کے بعد اکرم صاحب نے خاموش رہ کر، بغیر کوئی لفظ ادا کئے، آج کے حکام کی کارگزاریوں پر جامع تبصرہ کر دیا ہے کہ یہ لوگ عموماً سامنے کی بات کو پکڑ لیتے ہیں، بے قصور کو سزا دلوا دیتے ہیں اور مسئلے کی اصل جڑ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس واقعہ میں ابنِ عمرؓ کا جواب بتاتا ہے کہ متقدمین کے ہاں مسائل کو صحیح طور جانچنے کی کتنی زیادہ صلاحیت تھی۔

پروفیسر صاحب نے ہجو اور تشبیب کی شاعرانہ اصناف سے لے کر معاشی

امور سے متعلق بنیادی اصولوں کے بیان تک، کسی پہلو سے صرفِ نظر نہیں کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر عہدِ زریں کی طرف پیش قدمی کا درس دے رہے ہیں اور اسی حوالے سے انھوں نے حوالہ جات کے ساتھ عہدِ نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ کے بہت سے گوشے منور کر دیئے ہیں۔

اس کتاب میں بعض مواقع ایسے بھی آئے ہیں، جہاں ورک صاحب ایک مورخ کے انداز میں واقعات کو جانچتے اور سوال کرتے نظر آتے ہیں ان کے اندازِ نظر اور اسلوبِ تحقیق کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ کی مستند تاریخ ترتیب دے سکتے ہیں، اگرچہ اس کتاب کو بھی اس زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے کہ واقعاتی و بیانیہ اسلوب کے پہلو بہ پہلو تجزیاتی اور استشہادی رنگ بھی موجود ہے

اس کتاب کی ایک اعلیٰ خوبی مؤلف کا اسلوبِ تحریر بھی ہے۔ عام طور پر تحقیقی طرز کی کتب میں پھیکا پن چپکے سے چلا آتا ہے اور ادبی چاشنی کو پر پرزے نکالنے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن اکرم صاحب نے کمال ہنرمندی سے کہیں بھی بوجھل پن نہیں آنے دیا، بلکہ ہر مقام پر سلاست، روانی اور بہاؤ کا احساس ہوتا ہے۔ اسلوبِ نگارش کیا ہے۔۔۔ بس! لفظوں کی چھاگل ہے۔

بات ختم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پبلشرز کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی جائے کہ اس کتاب کے مختلف ابواب اور فصلیں، تحقیقی اور عام فہم ہونے کے سبب ''کتابچوں' کی صورت میں بھی سامنے لائے جانے کے مستحق ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ داعیانِ اسلام اس سے مستفید ہو سکیں اور عہدِ زر کے مقابل، عہدِ زریں کی دعوت فروغ پا سکے۔ آمین۔

پروفیسر میاں انعام الرحمان
گورنمنٹ ڈگری کالج قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ

پیش لفظ

انسان بنیادی طور پر دو ایسی ضروریات کا محتاج ہے جس سے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی صرف نظر نہیں کر سکتا۔ ایک طرف اسے ان اشیاء و وسائل کی ضرورت درپیش ہے جو اس کی مادی احتیاجات کو پورا کریں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے جسم اور روح کے رشتے کو قائم و استوار رکھ سکے اور بقائے حیات کے مادی تقاضوں کو پورا کرے۔ دوسری طرف وہ اس ہدایت اور رہنمائی کا محتاج ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی اخلاقی، اجتماعی اور تمدنی زندگی کی تشکیل صحت مند بنیادوں پر کر سکے اور اس طرح انسانیت کے حقیقی مقاصد کی بطریق احسن تکمیل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ان دونوں ضرورتوں کو اس طرح پورا فرمایا کہ اس نے زمین و آسمان میں وسائل معیشت کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ودیعت کر دیا تا کہ انسان ان وسائل کے ذریعے اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کر سکے جب کہ دوسری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ انسان کو زندگی کی حقیقت سے روشناس کرائیں۔ انہیں جینے کا طریقہ سکھائیں اور اصول تمدن کی تعلیم دیں تا کہ روز قیامت لوگ یہ عذر قبول نہ کر سکیں کہ ان کو نیکی اور سچائی کا راستہ معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ گمراہی و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے۔

رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (1)

"اور ہم نے بھیجے اپنے رسول خوشخبری دیتے ہوئے اور ہوشیار کرتے ہوئے تا کہ لوگوں کے پاس ان رسولوں کے بعد اللہ کے خلاف کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے"

اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں ہادی اور رسول بھیجے تا کہ لوگوں

---

(1) النساء، ۴: ۱۶۵

Marfat.com

پر حق پوری طرح آشکارا ہو جائے اور پھر تمام انبیاء کے آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو وہ مکمل نظام زندگی عنایت فرمایا جو تمام بنی نوع انسان کے مزاج اور ان کے حالات وضروریات کے لئے کافی ہے۔ آپ ﷺ کو اہل عرب کی طرف بالخصوص اور تمام انسانوں کی طرح بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا اس لئے آپ ﷺ نے اہل عرب میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ براہ راست سرانجام دیا جب کہ تمام عالم کی طرف دعوت کے لئے امت محمد یہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ رسول اللہ نے جس دین حق کی تبلیغ تم پر کی ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا اب اس کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ تبلیغ دین کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت پر رہے گی اور اسے وہ کام انجام دینا ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے انجام دیا ہے۔ آپ ﷺ نے جس طرح امت کے سامنے حق کی گواہی دی تھی اسی طرح اس امت کو دوسروں کے سامنے حق کی گواہی دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (2)

"اور اسی طرح ہم نے بنایا تم کو وسط امت تا کہ تم لوگوں پر (اللہ کے دین کی) گواہی دو اور رسول اللہ ﷺ تم پر اللہ کے دین کی گواہی دے"

گویا دعوت وتبلیغ کا کام اب امت محمد یہ ﷺ کے ہر فرد کا فرض ہے اور ہر مسلمان کو دعوت تبلیغ کا اہل اور حق دار قرار دیا گیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"یہودیوں میں مذہبی فرائض کے ادا کرنے کے لئے ایک مخصوص خاندان مقرر تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور کو ان خدمات کی بجا آوری کا حق حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ عیسائیوں میں گو خاندان کی تخصیص نہ تھی لیکن ان میں ایک خاص طبقہ پیدا ہو گیا تھا، جس نے ان خدمات کو اپنا حق قرار دے دیا تھا۔ ہندوؤں میں غیر برہمن کسی مذہبی خدمت کا مستحق نہیں، دنیا کی دوسری قوموں کا بھی یہی حال تھا لیکن جو شریعت محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا

---

(2) البقرہ ۲: ۱۴۳

Marfat.com

میں قائم کی اس میں مخصوص اشخاص، خاندان اور مخصوص طبقہ کی حاجت نہ تھی بلکہ ہر شخص جو اسلام کا کلمہ گو تھا اس رتبہ کا مستحق ہو سکتا تھا" (3)

اسلام کسی مخصوص طبقے اور گروہ کی بجائے دعوت دین کی ذمہ داری امت محمد ﷺ کے تمام افراد پر انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے عائد کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کا امت مسلمہ کے بارے میں ارشاد ہے:

" انتم شهداء الله فی الارض " (4)

معلوم ہوا کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی شاہد بنا کر بھیجی گئی ہے چونکہ آپ ﷺ کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت ہونے والی نہیں تھی اس لئے خلق خدا کی راہنمائی اور اتمام حجت کی ذمہ داری ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کی امت پر ڈال دی گئی۔ اس امت کا مقام یہ نہیں کہ وہ صرف اپنی حد تک اصلاح و تقوی کی زندگی گزارتی رہے بلکہ اسے پوری دنیا کی ہدایت اور امامت کا کام بھی انجام دینا ہے۔ اس بناء پر ہر مسلمان واعظ بھی ہوتا ہے اور محتسب بھی، داعی مذہب بھی ہوتا ہے اور ماہر شریعت بھی، اسلام کی اسی تربیت نتیجہ تھا کہ عرب کا وہ معاشرہ جہاں قبل از اسلام جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا اب ہر گھر فقہ، حدیث، تفسیر اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بن چکا تھا۔ اس امت کی یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس سے کوئی دوسری قوم اور امت متصف نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ امت محمد ﷺ کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (5)

"تم بہترین امت ہو کہ تم لوگوں کی نفع رسانی کے لئے ظاہر کئے گئے ہو۔
تم لوگوں کو بھلے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو"

گویا اس امت کو "خیر امت" کا لقب اس لئے ملا کہ کفر و ضلالت سے بھری

---

(3) شبلی نعمانی، علامہ سیرت النبی ﷺ الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، ۲/۵۵

(4) صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت ح: ۱۳۶۷، ۲۶۴۲، ص: ۲۱۹

(5) آل عمران ۳: ۱۱۰

68896

Marfat.com

ہوئی اس دنیا کے لئے سراپا خیر ثابت ہوگی۔ ان کی نیکی کی راہ دکھائے گی اور حق کی طرف بلاتی رہے گی نیز یہ حکم بھی دیا کہ اس اجتماعی فریضہ کی ادائیگی کے لئے ایک مخصوص جماعت ایسی بھی ہونی چاہیے جو ہم وقت دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کرتی رہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (6)

''اورتم میں ایک جماعت ہونی چاہے جولوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''

اجتماعی کوششیں اس وقت تک بارآور نہیں ہوسکتیں جب تک ہر فرد اس تحریک میں شریک نہ ہو۔ یہ شمولیت حسب استطاعت ہی ہوگی۔ اسلام نے ہر فرد کو یہی تربیت دی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (7)

''نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔''

قرآن مجید نے مومن مرد اور عورت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (8)

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں''

جب کہ منافق مرد اور عورت کا تعارف یوں کروایا گیا ہے۔

---

(6) آل عمران ۳:۱۰۴ (7) المائدہ ۵:۲

(8) التوبہ ۹:۷۱

Marfat.com

الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (9)

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ جو برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومنین اور منافقین کے درمیان اول اور حقیقی فرق و امتیاز امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ نیکی کی تلقین اور دعوت اسلام ہی مسلمانوں کا سب سے نمایاں وصف ہے یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے آخری دین کی بنیاد پر وجود میں آنے والی امت کو رسول اللہ ﷺ نے بھی واضح الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے کہ جس شخص کو دین حق کی جو بات بھی معلوم ہو اسے عام کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بلغوا عنی ولو اية (10)

''میری طرف سے (دوسروں تک) پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو''

گویا آدمی کو صرف ایک آیت یا حدیث کا ہی علم ہو تو بھی اسے اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچادے تاکہ اس طرح دین عام ہوتا چلا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت کے نام اپنے آخری پیغام میں بار بار فرمایا: الا هل بلغت ؟'' کیا میں نے تم تک دین کا پیغام پہنچا دیا ہے؟'' جب سب نے تصدیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ليبلغ الشاهد الغائب ، فان الشاهد عسى ان يبلغ من هو اوعى له منه (11)

جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک میری باتیں پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ موجود شخص ان باتوں کو کسی ایسے شخص تک پہنچادے جو اس سے

---

(9) التوبہ ۹: ۶۷ (10) صحیح البخاری، ح: ۳۴۶۱ المسند، مسند عبداللہ بن عمرو، ح: ۶۴۸۵، ۲/ ۲۱۳

(11) صحیح البخاری کتاب العلم باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من سامع ، ح ۶۷ ص ۱۶

Marfat.com

زیادہ ان کی حفاظت کر سکے“

یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دین و شریعت کی تبلیغ کا حکم تھا، یہ اس بات کی تاکید تھی کہ جس طرح آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دین اپنے مخاطبین تک پہنچایا ہے۔ اسی طرح وہ اسے دوسروں تک پہنچائیں۔ عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تسمعون ویسمع منکم ، ویسمع ممن یسمع منکم (12)

”تم دین کی باتیں (براہ راست) سن رہے ہو۔ اس کے بعد تم سے یہ باتیں سنی جائیں گی اور پھر تم سے جو لوگ سنیں گے ان سے ان کے بعد والے سنیں گے۔“

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے والے شخص کو امت کے بہترین افراد میں شمار کیا۔ درہؓ بنت ابی الھب فرماتی ہیں۔

قام رجل الی النبی ﷺ وھو علی المنبر فقال : یا رسول اللہ ﷺ ای الناس خیر ؟ فقال ﷺ خیر الناس اقروھم واتقاھم وامرھم بالمعروف وانھاھم عن المنکر واوصلھم للرحم (13)

” رسول اللہ ﷺ منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو کر آپ ﷺ کی طرف بڑھا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ انسانوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو ان میں سے سب سے زیادہ اللہ کی کتب پڑھنے والا، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ معروف کا حکم دینے والا اور منکر سے روکنے والا اور صلہ رحمی کرنے والا ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا نہ صرف تاکیدی حکم دیا بلکہ اس کو چھوڑنے پر عذاب الٰہی کے نزول کا اندیشہ بھی ظاہر فرمایا۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت

---

(12) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ح:۳۶۵۹، ص:۵۲۵

(13) المسند، حدیث درۃؓ بنت ابی لہب، ح:۲۶۸۸۸، ۵۸۴/۷

Marfat.com

ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتامرنّ بالمعروف ولتنھونّ عن المنکر اولیو شکنّ اللہ ان یبعث علیکم عقابامنہ ثم تدعونہ فلا یستجیب لکم (14)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔تم ضرور معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے۔اس وقت تم اس سے دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا نہیں سنی جائے گی۔''

جب کوئی شخص چھپ کر گناہ کرتا ہے تو اس کی نحوست اور نقصان کا وہ تنہا ہی شکار ہوتا ہے لیکن جب وہ گناہ سر عام ہو اور لوگ طاقت اور قدرت کے باوجود اس کو نہ روکیں تو اس گناہ کی نحوست سے پورا معاشرہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیّروا علیہ فلا یغیّروا الا اصابھم اللہ بعقاب من قبل ان یموتوا (15)

''اگر کسی قوم میں کوئی شخص مبتلائے معاصی ہو جائے اور وہ جماعت اور قوم باوجود قدرت کے اسے گناہ سے نہ روکیں تو ان کے مرنے سے پہلے ہی ان پر عذاب الٰہی مسلط ہو جاتا ہے۔''

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان فرد کو بقدر طاقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

من رأی منکم منکرًا فلیغیّرة بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ،

(14) جامع الترمذی، ابواب الفتن باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ۲۱۶۹ص ۴۹۸

(15) سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم ، باب الامر والنھی ،ح:۴۳۳۹ ص:۶۱۰

Marfat.com

فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الا یمان (16)

''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''

رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو تبلیغ دین کی بار بار ہدایت اور تاکید فرمائی اور دوسری طرف اپنی زندگی ہی میں عرب کے مختلف علاقوں قبیلوں اور ملکوں میں مبلغین اور تبلیغی وفود روانہ فرمائے۔ اسی طرح اپنے عمل سے واضح کر دیا کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے جس کی تبلیغ ہمیشہ پوری دنیا میں ہوتی رہنی چاہے۔ المختصر قرآن وسنت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت وتبلیغ امت محمد یہ ﷺ کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے اور تمام افراد امت کو بقدر استطاعت اس کا مکلّف بنایا گیا ہے لہذا اس ذمہ داری سے پہلو تہی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

دعوتِ دین کے بنیادی اصول اور اسلوبِ دعوت کی اہمیت

دعوت وتبلیغ ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے جس کا مقصد صداقت وحقانیت کو پھیلانا اور لوگوں کو اس کا قائل کرنا ہے۔ انبیاء کرام کی بابرکت شخصیتیں تاریخ انسانی میں دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی حق وصداقت کی کوئی کرن نظر آتی ہے۔ اس کا باعث یہی عظیم ہستیاں ہیں۔ تاریخ انبیاء میں رسول اللہ ﷺ کو اس حوالے سے ایک منفرد مقام حاصل ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا ایک اسلوب دیا، اس کے بنیادی اسلوب بیان کیا اور اس کی اہمیت واضح کی۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کی کامیابی کے لئے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ دعوت دینے والے کا ذاتی کردار اور دعوت کا اسلوب اور طریق کار داعی جس دعوت کو پیش کر رہا ہے اگر وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی سیرت وکردار سے اس کے پیغام اور دعوت کی عکاسی ہوتی

---

(16) صحیح مسلم، کتاب الا یمان ، باب بیان کون النہی عن المنکر من الا یمان ...... ح:۱۷۷، ص:۴۲
سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الا مر و النہی، ح:۴۳۴۰، ص:۶۱۰

ہو اور پھر اس کا انداز واسلوب بھی قابل فہم ہو جس سے حکمت اور عمدہ نصیحت کا اسلوب صاف جھلک رہا ہو تو داعی کی کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ دعوت بجائے خود کتنی ہی پر کشش کیوں نہ ہو کسی معاشرے میں اسی وقت جڑ پکڑتی ہے جب اسے نہایت ہی حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے۔

تبلیغ دین کے کام کی رفتار بڑی حد تک طریق دعوت پر منحصر ہے کیونکہ اس کام میں کوئی مادی لالچ کارفرما نہیں ہو سکتا کہ کسی کو لالچ دے کر قائل کر لیا جائے بلکہ مبلغ کا رویہ، اسلوبِ دعوت اور پھر پیغام کی کشش ہی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ تبلیغ دین میں دعوت کے طریقہ کار اور اسلوب کی اسی اہمیت کے پیش نظر خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی وساطت سے پوری امت محمدیہ ﷺ کو دعوت کے بنیادی اصول سکھائے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ (17)

"آپ ﷺ انہیں اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیں، حکمت، عمدہ نصیحت اور احسن طریق سے بحث و تمحیص کے ذریعے"

اس آیت مبارکہ میں دعوت و تبلیغ کے تین بنیادی اصول کئے گئے ہیں۔

(۱) حکمت

(۲) عمدہ نصیحت

(۳) احسن طریقے سے بحث

رسول اللہ ﷺ کا طریق دعوت، دعوت کے ان اصولوں کی عملی تفسیر تھا۔

(1) حکمت

(i) حکمت سے مراد یہ ہے کہ موقع محل کی مناسبت سے بات کی جائے، مخاطب کی ذہنی کیفیت کو دیکھا جائے کہ کہیں وہ اپنے مشاغل میں مصروف کار تو نہیں ہے؟ کہیں اس کی طبیعت میں اس وقت چڑچڑاپن تو نہیں ہے۔ اگر مدعو اس وقت غیر سنجیدہ

---

(17) النحل، ۱۶: ۱۲۵

Marfat.com

موڈ میں بیٹھا ہو تو اس حالت میں تبلیغ نتیجہ خیز نہیں ہو سکے گا۔

(ii) ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے کہ لوگ دعوت کو بوجھ محسوس کرنے لگیں، بلکہ مناسب وقفے کے ساتھ لوگوں کو نصیحت کی جائے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کے اکتا جانے کے خوف کے پیش نظر کبھی مسلسل وعظ و نصیحت نہ فرماتے تھے۔

(iii) مخاطب کی ذہنی سطح اس کا علم، ذہانت، سوچ کی بلندی اور اس کی صلاحیت کے مطابق بات کی جائے۔ ایک ان پڑھ شخص کے سامنے فلسفہ و منطق یا فقہ و کلام کی اصطلاحوں میں بات نہ کی جائے۔ بلکہ بات میں سادگی ہو جسے مخاطب سمجھ سکے۔

(iv) یہ بھی دیکھا جائے کہ مخاطب خالی الذہن ہے یا پہلے ہی اس کے ذہن میں مخالف یا موافق باتیں موجود ہیں۔ اگر مخاطب کے ذہن میں دعوت کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات یا غلط فہمی ہے تو پہلے اس غلط فہمی کو دور کیا جائے یا اندازِ گفتگو ایسا اختیار کیا جائے کہ شکوک خود بخود دور ہوتے چلے جائیں۔

(v) تنقید یا تنقیص کا اسلوب اختیار کرنے کی بجائے اپنا نقطہ نظر وضاحت سے بیان کیا جائے۔

(vi) بات کرنے میں نفسیاتی ترتیب رکھی جائے بات اس انداز سے کی جائے کہ ذہن میں ترتیب وار نکات بیٹھتے چلے جائیں۔ جو بات ابتداء میں کرنی ہے وہ ابتداء میں ہی کی جائے اور جو آخر میں کرنی ہے وہ آخر میں کی جائے۔

(vii) گفتگو کا موضوع بڑا واضح ہو اور بات مضبوط عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ پر حکمت انداز سے کی جائے۔ دلائل ایسے ہوں کہ عقل و شعور اور فہم و فراست رکھنے والے ہر شخص کے دل میں بیٹھتے چلے جائیں۔

(viii) مخاطب کے اعتقادات و روایات کو خواہ مخواہ نشانہ بنا کر اسے اشتعال نہ دلایا جائے۔

(ix) مخاطب کے سیاسی و معاشرتی مقام و مرتبہ کا احترام کیا جائے، جیسا کہ موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تو اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنے کا حکم دیا گیا لیکن اس

Marfat.com

کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مغرور شخص کی خواہ مخواہ عزت کی جائے بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس کے غرور کو اشتعال نہ دلایا جائے۔

(x) ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے داعی کی خودداری اور پیغام کی عظمت کو ٹھیس نہ پہنچے

(xi) مخاطب کو غور و فکر کی دعوت دی جائے اور عقلی استدلال سے دعوت کو پر تاثیر بنایا جائے۔

(2) عمدہ نصیحت

(i) داعی کا طرز کلام ایسا ہو کہ اس میں نرم خوئی، دلسوزی اور حسن خلق کی جھلک نمایاں ہو، بات اتنی شفقت سے کی جائے کہ مخاطب یہ محسوس کرے کہ داعی حقیقی معنوں میں اس کا خیر خواہ ہے اور وہ مخاطب کو یہ احساس نہ ہونے دے کہ وہ اسے جاہل حقیر اور بے وقوف سمجھتا ہے نہ اسے یہ احساس ہو کہ نصیحت کرنے والا اپنی برتری جتلا رہا ہے۔

(ii) داعی دلائل کے انبار ہی نہ لگاتا چلا جائے بلکہ مخاطب کے دل میں برائی کے خلاف جو فطری طور پر نفرت موجود ہے اور نیکی سے جو فطری محبت موجود ہے اسے ابھار کر اچھائی کی طرف مائل کرے۔

(iii) مخاطب کے دل کو نرم کرنے والا انداز اپنایا جائے جب تک دل کو کسی چیز کے قبول کرنے کے لئے تیار نہ کیا جائے اس وقت تک انسان اچھائی پر کاربند نہیں ہو سکتا۔

(iv) موعظۂ حسنہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ داعی محض عقلی دلائل پیش کرنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ مخاطب کے جذبات و احساسات کو بھی اپیل کرے۔ اگر مخاطب کے جذبات ایک بات کے قائل ہو جائیں تو عقل خود بخود وہ بات ماننے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ دعوت و تبلیغ میں مخاطب کی نفسیات کے لحاظ سے مختلف انداز اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی شخص محض عقلی دلائل سے مطمئن ہو جاتا ہے کوئی اس وقت متاثر ہوتا جب بات اس کے دل اور جذبات کو اپیل کرے اور کچھ لوگ

Marfat.com

وہ ہوتے ہیں جن کو قائل کرنے کے لئے عقلی وجذباتی دونوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمدہ نصیحت کے ان سب اسالیب سے واقف ہو۔

(3) مجادلہ بطریق احسن

مجادلہ سے مراد دلائل کا باہم تبادلہ ہے، داعی کی اولین کوشش تو یہی ہونی چاہیے کہ بحث وتمحیص کی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ اس سے فضا میں کھچاؤ پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات مخاطب ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے۔ جس سے قبول حق میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تاہم اگر حالات بحث ومباحثہ کے ہی متقاضی ہوں تو بھی داعی کو چاہیے کہ وہ دلائل کے تبادلے میں تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرے محض مناظرہ بازی سے کام نہ لے، اس کے طرز کلام میں طنز، الزام تراشی اور پھبتیاں شامل نہ ہوں اور مقصد دوسرے فریق کو لاجواب کر دینا نہ ہو بلکہ اس کے اشکالات کا جواب اس دلسوزی اور بے لوثی سے دیا جائے کہ بالآخر وہ داعی کے خلوص اور پختہ دلائل کے آگے ہتھیار پھینک دے۔ دور حاضر میں دعوت وتبلیغ کے لئے مناظرہ بازی اور بحث ومباحثہ کو لازمی سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ قرآنی اسلوب دعوت سے اس کی کوئی مطابقت نہیں بلکہ مبلغ کے لئے اپنے نقطہ نگاہ پر مکمل عملی عبور، موقع محل کی مناسبت سے انداز دعوت کو اپنانے کی صلاحیت اور تحمل و بردباری جیسی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسلوب دعوت، دعوت کے ان اصولوں کی عملی شکل تھا اور دعوت وتبلیغ کے اسی طریقہ کار کی تلقین آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بھی فرمائی۔ چنانچہ اگر صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی دعوت میں ایسے اوصاف تھے جو براہ راست عقل وشعور کو متاثر کر کے قبول حق پر آمادہ کرنے والے تھے۔ صحابہ کرامؓ پیام حق کی اشاعت کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے تھے جو یقینی کامیابی کے ضامن ہوتے۔ موقع محل کے مطابق گفتگو کرنا نصیحت کو عمدہ پیرائے میں بیان کرنا، مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بات کرنا اور ابلاغ دین میں ہمیشہ انسانی نفسیات کے مسلمہ حقائق کو پیش نظر رکھنا ان کی دعوت کے نمایاں اوصاف تھے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں جو شاندار

کامیابیاں حاصل کیں اور عملی طور پر جو دعوت کے اسالیب بیان کیے۔ وہ ہر داعی حق کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ ہی درحقیقت بارگاہ نبوی ﷺ کے تربیت یافتہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی سیرت منبع رشد و ہدایت ہے اور جن کے نقش قدم پر چل کر ایک داعی دین اس عظیم ذمہ داری کو بطریق احسن ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں صحابہ کرامؓ کے دعوتی منہج و اسلوب کو بھی موضوع تحقیق بنایا گیا ہے تاکہ داعیان اسلام اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

زیر تحقیق موضوع میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی سیرت سے ان عملی مثالوں کو پیش کیا جائے کہ کس طرح انہوں نے دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ حکمت، تدبر، عقلی استدلال اور انسانی نفسیات کا لحاظ رکھا اور موقع و محل کی مناسبت اور مخاطب کے حالات کو مدنظر رکھ کر گفتگو فرمائی۔ عصر حاضر میں دعوت دین میں ناکامی، کا بنیادی سبب جہاں عصری علوم و فنون اور ذرائع و وسائل کا عدم استعمال ہے وہاں فطرت انسانی، نفس انسانی اور اس کے رجحانات و میلانات کا عدم لحاظ بھی ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دعوت منہج و اسلوب کا مطالعہ کیا جائے اور دعوت و تبلیغ میں انہی اسالیب کو اختیار کیا جائے جن کی رعایت کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے چند ہی سالوں میں اسلام کو دنیا کا غالب دین بنا دیا۔ زیر نظر کتاب میں سیرت صحابہؓ کی روشنی میں دعوت کے ان مختلف اسالیب کی تحدید کی گئی ہے جن کو صحابہ کرامؓ نے دعوت دین کے سلسلے میں پیش نظر رکھا۔

سابقہ مواد کا تجزیاتی مطالعہ

سیرت صحابہؓ پر لکھی جانے والی مختلف کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولفین و محققین کے ہاں سیرت نگاری کے دو مناھج زیادہ مقبول ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی حیات مبارکہ کو زمانی ترتیب سے بیان کیا جائے۔ اس طریقہ کی رو سے ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام حالات کو پوری تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سیرت نگاری کا سوانحی انداز ہے۔ قدیم ماخذ سیرت اور اردو ادب میں یہ

طریقہ زیادہ رائج اور مقبول ہے۔ جب کہ سیرت نگاری کا دوسرا انداز وہ ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے کسی خاص پہلو کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ جیسے صحابہ کرامؓ کے جنگی کارنامے، صحابہ کرامؓ کی مذہبی خدمات، صحابہ کرامؓ کی سفارت کاری، وغیرہ اس قسم کی سیرت نگاری کو موضوعاتی انداز کہا جاتا ہے۔

زیر تحقیق موضوع کے انتخاب سے تاحال سیرت صحابہ کے موضوع پر لکھی گئی کتب کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ لیکن براہ راست زیر تحقیق موضوع پر کوئی مستقل کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔ البتہ سیرت صحابہ پر لکھی گئی تمام کتب میں صحابہ کرام کی دعوتی زندگی کے مراحل اور ضمناً اسلوبِ دعوت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ تاہم جہاں تک دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اصول دعوت کا تعلق ہے تو اس موضوع پر اردو اور عربی زبان میں کافی حد تک علمی و تحقیقی کام ہوا۔ (18)

صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ دین میں موقع و محل اور مخاطب کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے جو مختلف اسالیب اختیار کئے۔ اس موضوع پر براہ راست کام نہیں ہوا۔ البتہ صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی میں کہیں کہیں ان کی تبلیغی کاوشوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ سیرت صحابہؓ پر لکھی گئی کتب میں سے موضوع زیر تحقیق کے قریب ترین کتب میں مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی کتاب ''حیاۃ الصحابہ) (19) ہے یہ کتاب اردو عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی آخری جلد میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے قبول حق اور تبلیغ حق کی راہ میں

---

(18) مثلاً جلال الدین عمری، سید: ''اسلام کی دعوت'' اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۶۔

ایضاً ''معروف و منکر'' ۱۹۷۱۔

اصلاحی، امین احسن ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۸۸۔

قاری محمد طیب ''اصول دعوت اسلام'' ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۲۔

زیدان عبدالکریم، ڈاکٹر: ''اصول الدین'' ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (س۔ن)

صقر عبدالبدیع: ''کیف ندعوا الناس'' المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۹۔

فتحی یکن ''کیف ندعوا الی الاسلام'' موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۳۔

(19) محمد یوسف کاندھلوی: ''حیاۃ الصحابہ'' مقبول اکیڈمی انارکلی لاہور، ۱۹۸۶۔

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کو بھی پوری شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم کتاب مذکور میں صحابہ کرامؓ کے اسلوب دعوت سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

اسی طرح مولانا حبیب الرحمٰن دیو بندی کی کتاب "اشاعت اسلام" (20) ایک عمدہ تحقیقی کتاب ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا حال کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے تاہم کتاب میں زیادہ زور مستشرقین کے اس نقطہ نظر کے رد پر دیا گیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا۔ اس لئے منطقی طور پر کتاب میں زیادہ زور اشاعت اسلام کی وجوہات پر دیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کے دعوتی اسلوب کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ کی شہر آفاق کتاب "دعوت اسلام" (21) بھی موضوعاتی اعتبار سے زیر تحقیق عنوان کے قریب ہے۔ خود مصنف نے اس کتاب کے دیباچہ میں اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب صرف ان تبلیغی کوششوں کی تاریخ ہے جو اسلام کی اشاعت کے لئے کی گئی ہیں۔ اس لئے مصنف نے بجا طور پر صحابہ کرامؓ کی تبلیغی کاوشوں کا ذکر تو ضرور کیا ہے لیکن ان کے اسلوب دعوت کو نظر انداز کر دیا ہے۔

سیرت صحابہ پر لکھی گئی کتب میں سے "سیر الصحابہ" (22) نو جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب ہے۔ اس کتاب میں سوانح نگاری کے روایتی اسلوب کی پیروی کی گئی ہے۔ یعنی صحابہ کرامؓ اور صحابیات کے حالات زندگی پیدائش سے وفات تک بیان کئے گئے ہیں۔ اور ضمناً ان کی دعوتی کوششوں کا بھی ذکر آ گیا ہے۔

'خیر القرون کی درس گاہوں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت" قاضی اطہر مبارک پوری کی کتاب ہے جس میں فاضل مصنف نے بڑے علمی اور تحقیقی انداز میں عہد صحابہ کی پچیس کے لگ بھگ مستقل علمی مجالس کا سراغ لگایا ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان درس گاہوں کی ہیئت، کیفیت اور نظام تعلیم کو بڑی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے

---

(20) حبیب الرحمٰن مولانا "اشاعت الاسلام" سبحانی اکیڈمی، اردو بازار لاہور، ۱۹۷۸)

(21) ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ پروفیسر "دعوت اسلام" مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء)

(22) سیرۃ الصحابہ، ادارہ اسلامیات لاہور

Marfat.com

کتاب کے مطالعہ سے صحابہ کرامؓ کی ان کوششوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ جو انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے کیں۔ اس کتاب میں کہیں کہیں صحابہ کرامؓ کے اسلوب دعوت کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ تاہم یہ موضوع چونکہ مطلوب نہیں تھا اسلئے عام طور پر اس کو نظر انداز ہی کیا گیا ہے۔ انڈیا کے علاوہ حال ہی میں یہ کتاب پاکستان میں طبع ہوگئی(23)

اس طویل تمہید کا مقصد اس بات کا جائزہ لینا تھا کہ متعلقہ موضوع پر کس قدر علمی و تحقیقی کام ہوا ہے اس معروضی جائزہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ صحابہ کرام کے حالات زندگی پر تو کافی تحقیقی کام ہوا ہے اور انکی دعوتی سرگرمیوں کا حال بھی کسی نہ کسی صورت میں ملتا ہے تاہم صحابہ کرامؓ کے اسلوب دعوت پر ابھی تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔ زیر تحقیق مقالہ میں سیرت صحابہؓ کا مطالعہ اسی نقطہ نظر سے کیا جائے گا صحابہ کرامؓ نے اپنی تبلیغی کوششوں میں حکیمانہ اسلوب اختیار کیا اس کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

طریقہ تحقیق

اس کتاب میں طریقہ تحقیق ''دستاویزی تجزیہ'' (Documentary Analysis) اختیار کیا گیا جو بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) کے ضمن میں آتا ہے اس طریقہ تحقیق کے مطابق:

i قرآن مجید کے منہج دعوت سے راہنمائی لی گئی ہے۔

ii سیرت طیبہ ﷺ کے مطالعہ کے لئے، بنیادی ماخذ سیرت سے استفادہ کیا گیا ہے۔

iii سیرت صحابہ پر لکھی گئی کتب سے مدد لی گئی ہے۔

vi کتب احادیث میں صحابہ کرامؓ کے آثار سے استفادہ کیا گیا ہے۔

v دعوت و تبلیغ اور اصول دعوت پر لکھی گئی کتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

---

(23) قاضی اطہر مبارک پوری، مولانا خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند، انڈیا نیز ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۰ء

Marfat.com

حدود

کتاب ہذا میں صحابہ کرامؓ نے مخاطب کے میلانات، ذہنی استعداد، پس منظر اور نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوتِ دین کے جو مختلف اسالیب اختیار کئے ان کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ نیز ایک صدی پر مشتمل عہد صحابہ میں صحابہ کرام نے جو دعوتی خدمات سرانجام دیں، اختصار کے ساتھ ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

محمد اکرم ورک

5 جنوری 2004ء

Marfat.com

باب اول

اسلوب دعوت کی اہمیت ...... تعلیمات نبوی کی روشنی میں

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں، ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پرکشش کیوں نہ ہوں۔ اگر داعی کا طریق دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو بات ایک پہلو سے سمجھ نہیں آتی وہی بات جب دوسرے انداز میں سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اسی بات میں ہے کہ دوست دشمن سبھی پکار اٹھیں کہ تو نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں تصریف آیات اسی چیز کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَالِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیَاتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (1)

''اور اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسالیب سے پیش کرتے ہیں، تا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور وہ بول اٹھیں کہ تم نے اچھی طرح پڑھ کر سنا دیا۔ تا کہ ہم جاننے والوں کے لئے اچھی طرح واضح کر دیں''۔

قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرامؓ کو دعوت کے طریقِ کار اور اسالیب کی تعلیم دی۔ یہ ایک ایسی انفرادیت ہے جو اسلام کے علاوہ کسی بھی الہامی و غیر الہامی مذہب کو حاصل نہیں کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کے اصول پوری شرح وبسط سے بتائے ہوں۔ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

''یہ نکتہ کہ کس طرح لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ دنیا میں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا۔ وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا

---

(1) الانعام، ۶: ۱۰۵

Marfat.com

دعویٰ رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کیلئے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے۔لیکن صحیفہ محمدی ﷺ نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے پیروؤں کو یہ بتایا کہ پیغام الٰہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اوران کو قبولِ حق کی دعوت کس طرح دی جائے“(2)

قرآن مجید نے اپنے مخصوص معجزانہ اسلوب کے مطابق دعوت کے اصول ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ(3)

”(اے پیغمبر)لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو“

اس آیت مقدسہ میں دعوتِ دین کے تین بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔حکمت ،موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریقِ احسن۔اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو ادا کرتے وقت ان اصولوں سے سرِ موانحراف نہیں کیا۔اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے دعوتی کردار میں بھی ان اصولوں کا ہی غلبہ نظر آتا ہے۔ایک غیر تربیت یافتہ داعی دعوتِ دین کے لئے کس قدر غیر موزوں ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

”ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لئے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوسکتا ہے اگر اس کے پیش کئے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے،اگر اس کا اندازِ خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا،اگر اس کی تبلیغ

(2) سیرت النبی ﷺ ۹۱/۴، (3) النحل، ۱۶:۱۲۵

اخلاص وللّٰہیت کے نور سے محروم ہوگی تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر واشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لئے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر واکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پسِ پردہ کوئی دنیوی لالچ یا خوف وہراس ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم کو دعوتِ اسلامی کے آداب کی تعلیم دی''۔ (4)

گویا دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار داعی کا ہے، داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا عالم ہوگا اسی قدر اس کی دعوت مؤثر ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مؤثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ ﷺ کا ذاتی کردار تھا تو دوسری بنیادی وجہ آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور ان کے خاندانی وعلاقائی پسِ منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی متعین طریقِ دعوت نہ تھا بلکہ مخاطبین دعوت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت بھی تبدیل ہوجاتا تھا۔ ایک جاہل، ان پڑھ اور اجڈ مخاطب کو دعوت کا انداز پڑھے لکھے اور شہر کے رہنے والے فرد سے مختلف ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ ہر داعی اسلام کے لئے اس حوالے سے دلچسپ بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کی صلاحیت کو پیش نظر رکھ کر اس کو دعوت پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ سے ملنے کے بعد لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سکھایا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دعوتِ دین کے ان ہی

---

(4) محمد کرم شاہ، پیر، الازہری، ''ضیاء القرآن''، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲/۶۱۷، ۱۴۰۲ھ

مختلف اسالیب کی تعلیم دی اور پھر صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور طرزِ عمل کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ ابو وائل سے روایت ہے:

کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس، فقال له رجل: یااباعبدالرحمن لوددت أنک ذکرتنا کل یوم، قال: اما إنه یمنعني من ذالک أني أکره أن أملکم، وانی أتخوّلکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخوّلنا بها مخافة السآمة علینا(5)

''عبداللہؓ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمنؓ! میری خواہش ہے کہ آپؓ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انہوں نے فرمایا میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے تا کہ ہم بیزار نہ ہو جائیں''۔

اس روایت سے بہر حال یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ دعوت و تبلیغ میں دعوت کے پیش کرنے کا ڈھنگ اور اسلوب کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی داعی کو کسی قوم، قبیلے یا علاقے کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کو دعوت کے کسی نہ کسی اسلوب کی بھی تعلیم ارشاد فرمائی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اصول تدریج کی تلقین

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے مبلغین اسلام کو بھی اصولِ تدریج کی تلقین فرمائی۔ حکمتِ تبلیغ کے ضمن میں داعی کا فرض ہے کہ تدریج کے پہلو کو نظر انداز نہ کرے۔ تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ مخاطب کی گردن پر نہ لاد دے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔ تدریج کا یہ اصول فرد اور قوم دونوں کے لئے ضروری ہے۔ دین ایک نظام ہے اور اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ

(5) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومة، ح:۷۰، ص:۱۷

Marfat.com

کیا جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اسی حقیقت کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما نزل اول مانزل منه سورة من المفصّل فيها ذكر الجنة والنار، حتى إذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام، ولو نزل اول شئ: لاتشربوا الخمر لقالوا: لاندع الخمر ابدًا، ولو نزل: لاتزنوا، لقالوا: لاندع الزنا ابدًا(6)

"قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے، جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آ گئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع ہی میں حکم آ جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے"

اصول تدریج میں داعی احکام کی ترتیب کیا رکھے گا؟ اس کی وضاحت بھی خود زبانِ رسالت ﷺ نے فرمادی کہ سب سے پہلے توحید و رسالت کی دعوت دی جائے، اس کے بعد عبادات، عبادات میں بھی اہم پھر اہم کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو جب یمن دعوت وتبلیغ کیلئے بھیجا تو ان الفاظ میں تلقین فرمائی:

إنک ستأتی قوما من اهل کتاب فاذا جئتهم فادعهم الی ان یشهدوا ان لااله الاالله وان محمداً رسول الله ﷺ، فان هم اطاعوالک بذلک فأخبر هم ان الله قد فرض علیکم خمس

"تم عنقریب اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے۔ جب تو ان کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کرلیں تو ان کو بتاؤ کہ ا

(6) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، ح ۴۹۹۳، ص ۸۹۶

Marfat.com

صلوات في كل يوم وليلة، فان هم اطاعوا لك بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليكم صدقة تؤخذ من اغنيائهم، فترد على فقرائهم، فان اطاعوا لك بذلك، فاياك وكرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب" (7)

اللہ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ تیری یہ بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا اور جب وہ اس کو تسلیم کرلیں تو دیکھو چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لے لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں"

رفق ونرمی کی تلقین

داعی دعوت کا کوئی بھی اسلوب اختیار کرے جب تک وہ مخاطب سے نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بات نہیں کرے گا اس کی دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔ سختی اور شدت مخاطب کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ جس سے مخاطب اپنی ضد پر اڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً دعوت کا سارا فائدہ اور نصیحت کا سارا اثر زائل ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے بدترین مخالفین سے بھی نرم انداز میں گفتگو کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارونؑ کو فرعون جیسے باغی کے سامنے پیغام ربانی لے کر جانے کا حکم دیا تو یہ ہدایت بھی فرمائی:

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (8)

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرم گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (اللہ سے) ڈرے"۔

دعوت وتبلیغ میں رفق ونرمی کی اس سے بہتر مثال نہیں ہوسکتی کہ نہ انبیاء سے بہتر کوئی داعی ہوسکتا ہے اور نہ فرعون سے بڑھ کر کوئی سرکش اور باغی ہوسکتا ہے۔ اگر

---

(7) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰؓ ومعاذؓ الی الیمن، ح:۴۳۴۷، ص:۷۳۶
ایضاً، ح:۱۴۹۶، ۱۳۹۵، ۱۴۵۸، ۷۳۷۲، المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ح:۲۰۷۲، ۳۸۶/۱

(8) طٰہٰ، ۲۰:۴۳، ۴۴

ایسے مجرم کے سامنے وعظ ونصیحت کرتے وقت نرمی اختیار کرنے کا حکم ہے تو عام مجرم اور گمراہ لوگوں سے تو کہیں بڑھ کر نرمی اختیار کرنی چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مبلغ صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی ہی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ لوگوں کو مسلسل دعوت دیتے رہے لیکن قوم انکار کرتی رہی۔ بالآخر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا۔ میں نے ان کو بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ آپ ﷺ ان کے لئے بددعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے بددعا کرنے کی بجائے قبیلہ دوس کے لئے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم اھد دوسا، ارجع الی قومك فادعھم وارفق بھم(9)	"اے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما (طفیلؓ بن عمرو سے فرمایا) تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ ان کو دعوت دیتے رہو لیکن ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو"۔

چنانچہ مأخذ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ اسلوب کو اختیار کرنے کا نتیجہ انتہائی شاندار نکلا۔ کثیر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ۷ھ میں جب حضرت طفیلؓ بن عمرو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے لوگ تھے۔(10)

رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن مرہ جہنی کو اپنے قبیلہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو ان کو دعوت و تبلیغ کا یہ اسلوب تعلیم فرمایا:

---

(9) ابن ہشام، "السیرۃ النبویۃ"، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۱/۴۲۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995ء ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، "اسد الغابہ"، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ۳/۵۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت،

(10) ابن ہشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۱/۴۲۳ اسد الغابہ، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ۳/۵۵

Marfat.com

عليك بالرفق والقول السديد، ولا تكن فظا ولا متكبرا ولا حسودا (11)

''نرمی سے پیش آنا، صحیح اور سچی بات کرنا، سخت کلامی اور بدخلقی سے پیش نہ آنا، تکبر اور حسد نہ کرنا''۔

دعوت وتبلیغ میں حسنِ اخلاق اور نرمی کا اسلوب کس قدر مؤثر ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو دعوت وتبلیغ کے لئے یمن روانہ فرمایا، حضرت خالدؓ بن ولید نے بعض لوگوں کے ساتھ سختی کی جس کی وجہ سے چھ ماہ مسلسل کوشش کے باوجود بھی لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس بلالیا اور حضرت علیؓ کو بطور مبلغ روانہ فرمایا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے:

بعث رسول الله ﷺ علياً الى اليمن وقد كان ارسل قبله خالدؓ بن الوليد اليهم يدعوهم الى الاسلام فلم يجيبوه فارسل علياً وأمره ان يعقل خالداً ومن ساء من اصحابه ففعل، وقرأ عليؓ كتاب رسول الله ﷺ على اهل اليمن فاسلمت همدان كلها في يوم واحد (13)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجا اور ان سے قبل آپ ﷺ خالدؓ بن ولید کو یمن دعوت وتبلیغ کے لئے بھیج چکے تھے لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو روانہ کرتے وقت نصیحت کی کہ وہ خالدؓ اور ان کے اصحاب کی وجہ سے (اہلِ یمن کے ساتھ) ہونے والی بدسلوکی اور نقصان کا تاوان ادا کریں (ان لوگوں سے نرمی کریں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو قبیلۂ ہمدان سارے کا سارا ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا''۔

---

(11) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل ابن عمر: ''البدایۃ والنھایۃ''، ۲/۳۵۱، المکتبۃ القدوسیۃ، لاہور، 1984ء

(13) ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، ''الکامل فی التاریخ''، دارالکتب العربی، بیروت، 1967ء، ۲/۲۰۵

Marfat.com

وہ لوگ جو چھ ماہ سے قبولِ اسلام سے انکاری تھے جب ان کے ساتھ نرمی کا اسلوب اختیار کیا گیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ان چند روایات سے نرمی کے اسلوب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ترغیب وترھیب کی تلقین

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ بنی حارث بن کعب کے وفد کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمرؓو بن حزم الانصاری کو ان کا والی مقرر کیا تا کہ ان سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کروائیں۔آپ ﷺ نے عمرؓو بن حزم کو بنی حارث کی طرف ایک طویل مکتوب دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اسلامی احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ ان کو دعوت میں ترغیب وترھیب کا انداز اختیار کرنے کا بھی حکم دیا۔

ویبشر الناس بالجنۃ وبعملھا،وینذرالناس النار وعملھا ویستألف الناس حتی یفقھوا فی الدین(14)

''لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں،دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے متنبہ کریں۔لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تا کہ وہ ارکانِ دین کو اچھی طرح سمجھ لیں''

حضرت خالدؓ بن ولید،جن کو بنی حارث کی طرف تبلیغی مہم پر بھیجا گیا تھا،جب انہوں نے بذریعہ خط اپنی کامیابی کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مزید تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی فرمائی:

فبشّرھم وانذر ھم (15)

''تم ان کو جنت کی خوشخبری دو اور ان کو دوزخ سے ڈراؤ''

موقع ومحل کا لحاظ رکھنے کی تلقین

ہر داعی اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کیا دعوت وتبلیغ کے لئے یہ

(14) ابن ہشام،اسلام بنی الحارث بن کعب ۴/۲۵۰ تاریخ الامم والملوک،۳/۱۵۷(واقعات سنہ۱۰ھ)

(15) ابن ہشام،اسلام بنی الحارث بن کعب، ۴/۲۴۹

وقت اور موقع مناسب ہے کیونکہ اگر مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو تو جذبے کی سچائی اور اندرونی لگن کے باوجود داعی کی دعوت غیر مؤثر ہوگی۔اس وقت مناسب یہ ہوگا کہ داعی بحث کو بڑھانے کی بجائے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔جب کسی دوسرے موقع پر مخاطب کا ذہن نکتہ چینی کی طرف مائل نہ ہو تو پھر اس کے سامنے حق کو پیش کرے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ (16)

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں"

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بے موقع دعوت و تبلیغ جیسے نازل کام سے منع کیا ہے۔جب مخاطب کسی کاروبار یا ایسی دلچسپی میں منہمک ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے۔ظاہر ہے کہ اس صورت میں مخاطب داعی کی بات کو کبھی بھی دل کی گہرائیوں اور حقیقی جذبے سے نہیں سنے گا جو دعوت کی کامیابی کا سب سے لازمی عنصر ہے۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تلقین فرمائی کہ وہ دعوت و تبلیغ کے جوش میں ہر مجلس میں نہ گھس جایا کریں بلکہ پہلے حالات کا جائزہ لیں اگر دعوت کیلئے ماحول سازگار ہو تو دعوت دیں ورنہ مناسب وقت کا انتظار کریں۔

آسانی اور سہولت کی تلقین

دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیشِ نظر رکھنا دین کو درشت اور مشکل نہ بنانا اس کی قبولیت کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیشِ نظر رکھا۔حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

---

(16) الانعام ۶:۶۸

Marfat.com

ماخير رسول الله ﷺ بين امرين الا أخذ ايسر هما مالم يكن اثما، فان كان اثما كان ابعد الناس منه، وما انتقم رسول الله ﷺ لنفسه الا ان تنتهك حرمة الله فينتقم لله بها (17)

''رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو امور میں اختیار نہیں دیا گیا مگر یہ کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جبکہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپ ﷺ اللہ کے لئے انتقام لیتے''

انسان طبعاً سہولت پسند ہے اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ دین کو مشکلات کا مجموعہ نہ بنائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو دینی زندگی کو لوگوں کیلئے آسان بنا کر پیش کرے۔ دینی معاملات میں تشدد پسندی اور سختی سے حتی الوسع پرہیز کرے۔ اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو جو حل سب سے آسان ہو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

دخل اعرابی المسجد والنبی ﷺ جالس فصلی، فلما فرغ قال: اللّٰهم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا أحداً، فالتفت اليه النبی ﷺ فقال: لقد تحجرت واسعا، فلم يلبث ان بال فی المسجد! فاسرع اليه الناس، فقال النبی ﷺ اهريقوا عليه

''ایک دیہاتی ☆ مسجد میں آیا اس نے دو رکعتیں ادا کیں پھر کہنے لگا: اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر نہ فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے توجہ فرمائی اور فرمایا: تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر اس نے جلدی سے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف (مارنے

---

(17) الموطأ، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی حسن الخلق، ح: ۲۹۰، ص: ۵۵۵، صحیح مسلم، ح: ۶۰۴۵، صحیح البخاری، ح: ۶۱۲۶

Marfat.com

سجلا من ماء،او دلوا من ماء ،ثم قال ﷺ:انما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین(18)

کی خاطر) دوڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے۔مشکل پسند نہیں۔اس پر پانی کا ایک ڈول بہادو"

جہالت یا عدم واقفیت ایک مرض ہے۔اسے ایک قسم کی معذوری سمجھ کر ازالے کی کوشش کرنا ہی انسانیت کی خدمت ہے۔لیکن اس سے اظہارِ نفرت وانتقام گویا اس کی اصلاح کے تمام راستے بند کرنے والی بات ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن انس ؓ قال رسول اللہ ﷺ: خیر دینکم ایسرہ،وخیر العبادۃ الفقہ (19)

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن میں دعوتی مہم پر روانہ فرمایا تو ان کو اسی اسلوبِ دعوت کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

---

(18) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی البول یصیب الارض، ح:۱۴۷، ص:۴۱

سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الارض یصیب البول، ح:۳۸۰، ص:٦٦

صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب یصیب الما علی البول فی المسجد، ح:۲۲۰، ص:۴۱

ایضا، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، ح:۶۱۲۸، ص:۱۰٦۸

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ........ح:٦٦۱، ص:۱۳۳

سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک التوقیت فی الماء، ح:۵٦، ص:۷

(19) ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، "جامع بیان العلم وفضلہ"، باب تفضیل العلم علی العبادۃ، ۲۱/۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر،

☆ ابن الاثیر نے ان اعرابی صحابی کا نام ذوالخویصرہ یمانی ذکر کیا ہے۔(i)

(i) اسد الغابہ، تذکرہ ذوالخویصرہ الیمانی ۱۴۰/۲

Marfat.com

يسّرا ولا تعسّرا ،وبشّرا ولا تنفّرا (20) ''دین کو آسان بنا کر پیش کرنا سخت بنا کر پیش نہ کرنا،لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا''

صحابہ کرامؓ نے اگر کبھی دینی معاملات میں اعتدال سے ہٹ کر تشدد کی راہ اپنائی تو آپ ﷺ نے انتہائی سختی سے منع فرمایا۔حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل نے ایک مرتبہ انصار کو نماز مغرب پڑھائی اور قرأت کو خوب طول دیا۔حضرت حازم انصاریؓ نہ ٹھہر سکے اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چل دیئے۔حضرت معاذؓ بن جبل ان سے سخت ناراض ہوئے۔حضرت حازمؓ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاذؓ ہمیں بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں۔جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا!

يا معاذُ!أفتّان أنت ؟ أفتّان أنت؟ اقرأ بكذا،اقرأ بكذا ''اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟اے معاذ لوگوں پر تخفیف کرو''

(21)

رسول اللہ ﷺ نے ثقیف پر حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کو امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا وہ خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے جو آخری عہد لیا وہ یہ تھا:

ياعثمانُ!تجاوز في الصلوٰة ،واقدر الناس باضعفهم ،فان فيهم الكبير، والصغير، والضعيف،وذا الحاجة (22) ''اے عثمانؓ!نماز ہلکی رکھنا اور لوگوں میں ان کے سب سے زیادہ ضعیف آدمی کو معیار بنانا،کیونکہ (نماز پڑھنے والے)لوگوں میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی،ضعیف بھی ہوتے ہیں اور صاحبِ ضرورت بھی''

---

(20) صحیح مسلم،کتاب الجہاد،باب فی الامر بالتیسیر .... ح:۴۵۲۵،ص:۲۹۔
صحیح البخاری،کتاب الادب،باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا،ح:۶۱۲۴،ص:۱۰۶۸

(21) سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب تخفیف الصلوۃ،ح:۷۹۰،ص:۱۲۳
اسد الغابہ، تذکرہ حازمؓ انصاری، ۳۶۰/۱

(22) ابن ہشام،امر وفد ثقیف واسلامہا،۱۹۵/۴، اسد الغابہ،تذکرہ عثمانؓ بن ابی العاص،۴-۲/۳

Marfat.com

شاہانِ حمیر نے قاصد کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف چند صحابہ کو محاصل جمع کرنے اور دعوت وتبلیغ کے لئے روانہ فرمایا، ان لوگوں میں حضرت معاذؓ بن جبل بھی تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روانگی کے وقت ان سے عہد لیا اور سہولت اور آسانی کا اسلوب اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

یسّر ولا تعسّر، وبشّر ولا تنفّر، وانك ستقدم على قوم من اهل الكتاب، يسئلونك مامفتاح الجنة؟ فقل شهادة ان لا اله الا اللّه وحده لا شريك له (23)

"آسانی پیدا کرنا، دشواری پیدا نہ کرنا، خوش رکھنے والی باتیں کرنا، نفرت دلانے والی باتیں نہ کرنا، تم اہلِ کتاب کے کچھ لوگوں کے پاس جارہے ہو، وہ تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجی کیا ہے؟ تو تم کہنا: اس بات کی گواہی دینا کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے"۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے:

"ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں تو فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں (باجماعت ادا نہیں کرسکتا)، کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے"۔

راوی کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن ہوئے۔ پھر فرمایا:

یاایھاالناس! ان منکم منفرین، فایکم، ماصلی بالناس

اے لوگو! تم میں کچھ لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں، جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے

---

(23) ابن ہشام، وصیۃ الرسول ﷺ معاذؓ حین بعثہ الی الیمن، ۴/۲۴۶

فلیوجز، فان فیھم الکبیر وہ مختصر (قرأت وغیرہ) کرے،ان میں والضعیف وذا الحاجۃ(24) بوڑھے،کمزوراورکام والے بھی ہوتے ہیں"۔

مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنے کی تلقین:

دعوت وتبلیغ میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔اگر داعی عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کردے یا کسی صاحب علم اور دانشور شخص کو دعوت دیتے وقت گفتگو کا غیر علمی اور غیر عقلی اسلوب اختیار کرے،تو اس صورت میں دعوت کے مؤثر ہونے کی توقع رکھنا فضول ہے۔اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی استعداد اور نفسی کیفیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ ادا کرے۔داعی درحقیقت ایک بے مثال استاد اور مربی کی طرح ہے جو سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کے ذہنی پس منظر،اس کی استعداد اور اس کے مزاج کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔وہ ایک بدوی اور شہری، پڑھے لکھے اور ان پڑھ،اور عقل وتجربہ کے مختلف مدارج رکھنے والے انسانوں سے مختلف طریقوں اور اسالیب سے گفتگو کرتا ہے۔خود داعی اعظم ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کے ذہنی معیار کی رعایت فرمائی۔اسی لئے ہر شخص آپ ﷺ سے مطمئن ہوتا تھا۔صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ مثالوں اور روزمرہ کے مشاہدات سے اس انداز میں استدلال فرماتے کہ بات سامع کے دل ودماغ میں اترتی چلی جاتی۔حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے:

ان أعرابیا أتی رسول اللہ ﷺ "ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور
فقال : یارسول اللہ ﷺ!ان کہنے لگا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میری بیوی
امرأتی ولدت غلاما اسود ہوانی نے سیاہ بچے کو جنم دیا ہے اور میں اس کو پسند نہیں
انکرتہ، فقال لہ النبی ﷺ: ھل کرتا۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا
لك من ابل؟ قال: نعم قال تمہارے پاس اونٹ ہیں؟اس نے

!ماألوانها؟قال:حمر،قال: فهل
فيها من أورق؟ قال: نعم، قال:
رسول الله ﷺ !فأنّى هو ؟
قال !لعله ،يارسول الله ﷺ!
يكون نزعه عرق له ،فقال له
رسول الله ﷺ!وهذا لعله
يكون نزعه عرق له (25)

کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے
رنگ کیا ہیں؟ اس نے کہا: سرخ ہیں، آپ
ﷺ نے فرمایا: کیا ان میں سے کوئی سیاہی
مائل بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں سیاہی مائل
بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں
سے آ گیا؟ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول
! شاید ان کی کہیں اصل نسب میں
ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ بھی کہیں
اصل نسب میں ہوگا"۔

چنانچہ وہ بدو بالکل مطمئن ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ وہ لوگوں کی عقل اور ذہنی استعداد کے مطابق دعوت دیں۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں:

أمرنا ان نكلّم الناس على قدر عقولهم (26)

"آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کریں"

مخاطب کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھنے کی تلقین

داعی کا فرض ہے کہ وہ ممکن حد تک مخاطب کے معاشرتی وسیاسی مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ ایسے لوگ عزت افزائی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اگر داعی ان کے مقام ومرتبہ کو نظر انداز کرے گا تو ممکن ہے کہ شیطان اسے گمراہ کردے اور اسے حق بات سننے سے روک دے۔ اس لئے داعیِ حق کو چاہئے کہ وہ ایک خاص حد تک ان کی

---

(25) صحیح مسلم، کتاب اللعان، ح: ۳۷۶۸، ص: ۶۵۲

صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، ح: ۵۳۰۵، ص: ۹۴۸

ایضاً، کتاب الحدود، باب ماجاء فی التعریض، ح: ۶۸۴۷، ص: ۱۱۸۰

ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ أصلاً معلوماً........ ح: ۷۳۱۴، ص: ۱۲۵۹

(26) منتخب کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب فی الاخلاق محمودۃ، ح: ۸۵۰۳، ۲/۴۷

Marfat.com

اس کمزوری کا لحاظ رکھے تاکہ قبولِ حق میں اُن کے اپنے نفس کی مزاحمتوں کے سوا داعی کی طرف سے کوئی جدید مانع پیدا نہ ہو جائے۔

خود رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل تھا کہ آپ ﷺ وفودِ عرب، جو عام طور پر قبائلی رؤسا اور سرداروں پر مشتمل ہوتے تھے، کی پیشوائی فرماتے، ان کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے، چنانچہ کئی وفود جو محض معاہدہ صلح کے لئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور عزت افزائی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کر لیا☆۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کریں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

انزلوا الناس منازلھم **(27)** ”لوگوں سے ان کی قدر و منزلت کے مطابق پیش آؤ“۔

مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھنے اور دعوت کو نرم انداز میں پیش کرنے کا جو حکم ہے اس کا جواز فقط اسی حد تک ہے جہاں تک حق کے وقار کو ٹھیس نہ پہنچے اگر اس اسلوب کو اختیار کرنے سے دعوتِ حق کا وقار مجروح ہونے کا اندیشہ ہو تو داعی کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

ایجاز و اختصار کی تلقین

داعی کے لئے اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ دعوت کی فضول تکرار اور بے فائدہ طولِ بیان کہیں لوگوں کو دعوت کے مضامین ہی سے متنفر نہ کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبے نہایت مختصر ہوا کرتے تھے اور بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے اختصار کو خطیب کی دانش مندی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ان من البیان سحرًا **(28)** ”بعض خطبے جادو ہوتے ہیں“

اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر داعی کا خطبہ

---

(27) سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ح: ۴۸۴۲، ص: ۶۸۴

(28) ایضاً، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، ح: ۵۰۱۱، ص: ۷۰۵

Marfat.com

مختصر، جامع اور بلیغ ہوگا تو وہ جادو کی طرح اثر کرے گا۔ جبکہ طویل خطبہ نہ صرف سامع کی طبیعت کو کند کردے گا بلکہ دعوت کو قبول کرنے کی حس اور صلاحیت کو بھی ختم کردے گا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ اختصار سے کام لیا نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں:

أمرنا رسول الله باقصار الخطب (29) ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ میں اختصار کا حکم فرمایا ہے''

حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک دفعہ خطبہ دیا تو آپؓ نے اپنے خطبہ میں اختصار سے کام لیا۔ قبیلۂ قریش کے ایک شخص نے کہا اگر آپؓ کچھ مزید فرماتے تو بہتر تھا، آپؓ نے جواب دیا:

ان رسول الله ﷺ نهى ان نطيل الخطبة (30) ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں طویل خطبے سے منع فرمایا ہے''

جبر و اکراہ سے اجتناب کی تلقین:

اسلام کو جملہ الہامی و غیر الہامی مذاہب میں اس لحاظ سے انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی ترویج و اشاعت کے باقاعدہ اصول بیان کئے ہیں اور کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ دین ایسی چیز نہیں جس کو زبردستی کسی پر ٹھونسا جائے کیونکہ دین اسلام کا اولین جزو ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کرسکتی۔ اس لئے قرآن کا واضح حکم ہے:

---

(29) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب، ح:۱۱۰۶، ص:۱۶۶

☆ وفد اشجع معاہدہ صلح و امن کے لئے آیا تھا لیکن آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ (1)

(1) ابن سعد، ابو عبد اللہ، محمد، ''الطبقات الکبریٰ''، وفد اشجع، ۳۰۶/۱، دار صادر، بیروت، 1985ء

(30) المسند، حدیث عمار بن یاسرؓ، ح:۱۸۴۱۰، ۳۱۹/۵

Marfat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (31)
"دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جس کو نہ صرف رسول اللہ ﷺ نے خود اختیار فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تلقین فرمائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب عمرو بن حزمؓ کو بنو حارث بن کعب کی طرف دعوت وتبلیغ اور صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں یہ ہدایت واضح طور پر درج تھی:

.........وأنه من اسلم من يهودى او نصرانى اسلاما خالصا من نفسه، ودان بدين الاسلام، فانه من المومنين، له مثل مالهم، وعليه مثل ماعليهم، ومن كان على نصرانيته، أو يهوديته، فانه لا يردعنها (32)

".........اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنا دین بنا لے وہ مومنوں میں شمار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں پر ہوں گے اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس یہودیت یا نصرایت سے پھیرا نہ جائے گا"

مندرجہ بالا سطور کے مطالعہ سے دعوتِ دین میں اسلوبِ دعوت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف خود مخاطبینِ دعوت کے اعتبار سے دعوت کے مختلف اسالیب کو اختیار فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی دعوتِ دین میں مختلف اسالیب کی تلقین فرما کر اس کی اہمیت کی طرف واضح طور پر اشارہ فرما دیا۔

---

(31) البقرہ ۲: ۲۵۶

(32) ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۲۵۱/۴

خلاصۂ بحث

(اسلوب دعوت کی اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں)

مخاطبینِ دعوت دو چیزوں سے فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں ایک داعی کا ذاتی کردار اور دوسرا اس کا بات کرنے کا انداز کہ وہ کس انداز میں اپنی دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس لئے ایک داعی کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کر دے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مضامین دعوت کو لوگوں کے سامنے اس طریقے سے پیش کرے اور بات اس پیرائے میں کرے کہ ان پر حق پوری طرح آشکارا ہو جائے اور بات ہر خاص و عام کی سمجھ میں آ جائے اور جن لوگوں کے دلوں میں قبولِ حق کی کچھ بھی صلاحیت اور تڑپ ہے وہ اس کو قبول کر لیں۔ اس مقصد کے حصول کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ دعوت کی زبان انتہائی مؤثر ، داعی کا طرزِ کلام فطری اور اس کا اسلوب دلنشین ہو۔

ایک داعی کا کام یہ نہیں کہ وہ ایک مؤرخ کی طرح واقعات کو بیان کر دے بلکہ اس کا کردار ایک صحافی، فلسفی اور مقنن سے بالکل مختلف ہے۔ ایک طرف تو اس کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ زندگی کے تمام معاملات اس کے تحت آ جاتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مخاطبین میں مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے اور ان کی ذہنی استعداد بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اس لئے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخاطب کی صلاحیتوں کے اس اختلاف کو پیشِ نظر رکھ کر بات کرے، اور مخاطبین کے مذاق اور رجحان طبع کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کے مختلف اسالیب اختیار کرے اور اس کی طرف مختلف سمتوں سے آئے کہ نہ صرف اس پر حق واضح ہو جائے بلکہ اس پر اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اگر داعی دعوت کا ایک ہی متعین اسلوب اختیار کرے گا تو اس کی ناکامی نوشتۂ دیوار ہے۔ کیونکہ اس کی یہ یک رنگی اس فطرت کے بالکل خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں طبیعتوں اور صلاحیتوں کے اختلاف کے ساتھ رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوتی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے دعوتِ دین کا کوئی متعین اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ مخاطب کے حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو مناسب جانا اس اسلوب اور انداز کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اسلوبِ دعوت کی جو تلقین کی اس میں بھی جو تنوع ہے وہ مخاطبینِ دعوت کے اعتبار ہی سے ہے۔

داعی کا کام مدعو کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے۔ اس لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں اس کے لئے داعی کا صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے، دعوتِ حق میں حکیمانہ اندازِ تخاطب کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول پیغمبرِ اسلام ﷺ کو سکھائے اور آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی۔ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ دعوت کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا، امتِ محمدیہ ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب، چاہے وہ الہامی ہو یا غیر الہامی، اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن نے خود دعوت کے اصول اور اسلوب کو بیان کیا اور پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس پر عمل کر کے ایک عملی مثال قائم فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم

سیرتِ صحابہ سے داعیانِ اسلام کیلئے چند رہنما اصول

اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر چند ایسی اصولی باتوں کا بیان کرنا مناسب ہے، جن کا خیال رکھنا دعوت وتبلیغ کے میدان میں قدم رکھنے والے ہر داعی کیلئے ضروری ہے۔ یہ چند ایسے امور ہیں جن کو صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ میں پیشِ نظر رکھا۔ اس لیے دعوت کا جو کارکن بھی ان امور کا خیال رکھے گا اس کی دعوت مفید، نتیجہ خیز اور کارگر ہوگی۔

اخلاصِ نیت اللّٰہیّت

اگر داعی کی نیت صحیح اور خالص ہو، اور اس کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہو تو وہ عند اللہ نہ صرف اجر وثواب کا مستحق ہوگا بلکہ اسکی بات میں اثر بھی زیادہ ہوگا۔ لوگ نہ صرف اس کی بات کو زیادہ توجہ سے سنیں گے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہونگے۔ امام ترمذی نے شفی اصحیؒ، جو ایک تابعی ہیں، کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ ابوھریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، میں آپؓ کو حق کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے ایسی کوئی حدیث سنائیں جو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنی اور سمجھی ہو اور آپؓ کو اچھی طرح یاد ہو۔ ابوھریرہؓ نے فرمایا ہاں میں سناؤں گا، میں ایسی ہی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سنائی اور میں نے اسے سمجھا اور یاد کیا، پھر اچانک ان کی حالت غیر ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد حواس بحال ہوئے تو فرمایا: میں آپ کو ضرور وہ حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اتنا کہتے ہی پھر حالت غیر ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے۔ پھر فرمایا: ہاں، میں آپ کو ضرور وہ حدیث سناؤں گا، جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سنائی تھی، جب کہ میں اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میرے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ اس کے بعد پھر ابوھریرہؓ کی حالت خراب ہوگئی اور آپؓ چہرے کے بل جھک گئے، میں نے بہت دیر تک آپؓ کو سہارا دیئے رکھا۔ آپ کی حالت سنبھلی تو پھر آپؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے زمین پر تشریف فرما ہوں گے۔ ہر جماعت گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ جن اشخاص کو بلائیں گے ان میں سے ایک وہ آدمی ہوگا جس نے قرآن مجید یاد کیا ہوگا، اور ایک وہ آدمی ہوگا جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتا رہا ہوگا اور ایک بہت مال دار آدمی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے عالم سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے وہ کتاب نہیں سکھائی تھی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا! جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو نے اپنے علم پر کیسے عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس میں مشغول رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے اسے کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت تو یہی تھی کہ کہا جائے فلاں آدمی بڑا قاری اور عالم ہے، وہ دنیا میں کہا جا چکا۔

اسی طرح صاحب ثروت شخص کو حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے مالی آسودگی نہیں بخشی تھی، حتیٰ کہ میں نے تجھے کسی کا محتاج نہ رہنے دیا؟ وہ کہے گا! جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو نے میرے دیئے مال کا کیا کیا؟ وہ کہے گا میں رشتہ داروں پر احسان کرتا تھا اور سب ضرورت مندوں پر صدقہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت سخی ہے وہ دنیا میں کہا جا چکا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے کو حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تجھے کس لیے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا، تو میں جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے

Marfat.com

تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیری خواہش صرف یہ تھی کہ کہا جائے فلاں بہت بہادر ہے وہ دُنیا میں کہا جا چکا۔" اس کے بعد رسول اللہ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ابو ہریرہؓ یہ تین شخص ہیں جو قیامت کے دن تمام مخلوقات میں سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے"۔(1)

اگر مخاطب کو یقین ہو کہ داعی سچا ہے اور اس کی دعوت حق ہے اور دعوت کے پیش کرنے میں اس کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مفاد بھی نہیں ہے تو اس کی دعوت کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی دعوت کی کامیابی کی بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ اپنی دعوت کو مخاطب کے سامنے پیش کرتے تھے اور یہ خلوص ان کے قول و فعل اور عمل سے پوری طرح ظاہر ہو رہا ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے مخاطبین دعوت ان کی دعوت کے سحر میں پوری طرح مبتلا ہو جاتے تھے، چونکہ صحابہ کرامؓ کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مفاد نہ تھا بلکہ ان کی دعوت

"وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (2)

کا منظر پیش کر رہی ہوتی تھی اس وجہ سے لوگ ان کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔

دعوت میں ترتیب کا لحاظ

دعوت کا کام کثیر الجہات اور ہمہ گیر نوعیت کا ہے، لہٰذا کارِ دعوت کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو فطری رفتار سے آگے بڑھایا جائے۔ دعوت و تبلیغ کیلئے جہاں حکمت و تدبر کی ضرورت ہے وہاں ترتیبِ دعوت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ اصلاح کی بجائے بگاڑ اور انتشار کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید نے دعوت کی جو فطری ترتیب بیان کی ہے اس میں دعوت کا سب سے پہلا مخاطب تو خود انسان کی اپنی ذات ہے۔(3) اس کے بعد اس بھلائی اور خیر کے سب سے زیادہ حقدار اس کے بیوی بچے

(1) جامع الترمذی، کتاب الزھد، ما جاء فی الریاء والسمعۃ، ح:۲۳۸۲، ص ۵۴۲

(2) الشعراء، ۲۶:۱۲۷ (3) الصف، ۶۱:۲

Marfat.com

ہیں(4) اور اس کے بعد عزیز و اقارب اور بالآخر پوری دنیا دعوت کی مخاطب ہے۔(5) رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ دین میں اس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس اسلوبِ دعوت کی پیروی کی۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی اصلاح کے بعد سب سے پہلے اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقارب کے سامنے دعوت پیش کی اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا صحابہ کرامؓ کی زندگی سے اس اسلوبِ دعوت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

> رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو قبیلہ غفار کی طرف مبلغ اور داعی بنا کر بھیجا تو آپؓ نے سب سے پہلے اپنے بھائی اُنیس کو دعوتِ اسلام دی، انھوں نے اسلام قبول کیا تو دونوں بھائی والدہ کے پاس آئے ان کو مائل بہ اسلام کیا، وہ بھی مسلمان ہو گئیں تو اس کے بعد پورے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی۔(6)

حضرت عبداللہؓ بن سلام یہود کے سردار، تورات کے بہت بڑے عالم اور یہود کے ممتاز سرداروں میں سے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو انھوں نے فوراً خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ابن ھشام نے انھیں کی زبانی ان کے قبول اسلام کا واقعہ پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دولتِ ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد آپؓ نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا، آپؓ کی پھوپھی خالدہؓ بنت الحارث نے بھی ان ہی کی دعوت سے اسلام قبول کیا۔(7)

حضرت ابوھریرہؓ قبولِ اسلام کے بعد مسلسل اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ ایک روز ان کو اسلام کی ترغیب دی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا۔ ابوھریرہؓ کو اس چیز کا بہت زیادہ دکھ ہوا چنانچہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ابوھریرہؓ کی ماں کو ہدایت

---

(4) التحریم، ۶۶:۶ (5) الشعراء، ۲۶:۲۱۴

(6) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی ذرؓ، ح:۶۳۵۹، ص ۱۰۸۸

(7) ابن ھشام، ۱/۵۷۵

Marfat.com

عطا فرمائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا فرمائی: اے اللہ! ابوھریرہؓ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ابوھریرہؓ گھر پلٹے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور پانی گرنے کی آواز آرہی ہے۔ ان کی ماں نے پاؤں کی آہٹ محسوس کی تو کہا: ابوھریرہؓ آگے نہ بڑھو! نہا دھو کر فوراً کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کلمہ توحید پڑھا۔ حضرت ابوھریرہؓ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے مارے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ رب تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے۔(8)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلیبؓ بن عمیر نے دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد اپنی والدہ محترمہ حضرت اروی بنت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو قبولِ اسلام کی دعوت دی، چنانچہ ان کی دعوت پر ان کی والدہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔(9)

حضرت عمار بن یاسرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا اور وہیں پر قرآن کی تعلیم بھی حاصل کی، شام کو جب گھر واپس آئے تو والدین نے پوچھا کہ تم کہاں تھے؟ انھوں نے اپنے اسلام لانے کی خبر دی اور دن بھر جو قرآن سیکھا اس کی انکے سامنے تلاوت کی اور ان کو بھی اسلام لانے کی دعوت دی۔ آپؓ کے والدین کلامِ الٰہی سے اسقدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔(10)

حضرت طفیلؓ بن عمرو الدوسی قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اپنی قوم کی طرف پلٹے تاکہ ان کو اسلام کی طرف بلائیں۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو اپنی قوم میں واپس آئے تو سب سے پہلے اپنے والد محترم کو اسلام کی طرف بلایا، تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔ اس کے بعد انھوں نے پورے قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔(11) نیز صحابہ کرامؓ

(8) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی ھریرۃؓ، ح: ۶۳۹۶، ص ۱۰۹۶

(9) الاصابہ، تذکرہ اروی بنت عبدالمطلب، ۴/۲۲۷، الاستعیاب، تذکرہ اروی بن عبدالمطلب، ۴/۱۷۷

(10) الاصابہ، تذکرہ عمار بن یاسرؓ، ۲/۵۱۲۔

(11) ابن ھشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۱/۴۲۰۔۴۲۳

Marfat.com

تعلیم وتربیت میں بھی اپنے گھر والوں کومقدم رکھتے تھے۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمرؓ رات کونماز پڑھتے جتنی دیر اللہ چاہتا، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ آتا تو اپنے گھر والوں کو جگاتے اوران سے کہتے: نماز، نماز، پھر یہ آیت تلاوت کرتے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقاً نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (12)

''اپنے گھر والوں کونماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت قدم رہ۔ ہم تم سے روزی نہیں مانگتے ،ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کار بھلا پرہیز گاری کیلئے ہے''۔(13)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تلقین فرمائی کہ سوتے وقت وہ یہ دعا پڑھا کریں:

''بسم الله، أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه و شر عباده، ومن همزات الشياطين وأن يحضرون''

حضرت عبداللہؓ بن عمرو کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے بیٹوں میں سے جو بھی بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا اس کو اس دعا کی تعلیم دیتے اوراس کو تلقین کرتے کہ وہ سونے کے وقت اس دعا کو پڑھے۔(14)

ایک دفعہ حضرت براءؓ بن عازب نے اپنے تمام خاندان کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ آج تمھیں دکھادوں، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میں کتنی مدت تک تمھارے درمیان زندہ رہوں گا؟ اس کے بعد آپؓ نے گھر والوں کے سامنے سنت طریقے کے مطابق وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر آپؓ نے عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت پڑھائیں اور پھر فرمایا:

---

(12) طٰہٰ، ۱۳۲:۲۰

(13) الموطا، کتاب صلوۃ اللیل، باب ماجاء فی الصلوۃ اللیل، ح ۱۳۹، ص: ۱۹۶

(14) المسند، مسند عبداللہ بن عمروؓ، ح: ۶۶۵۷، ۳۷۷/۲

"ما ألوت أن أريكم كيف رسول الله ﷺ يتوضأ ؟ و كيف كان يصلي؟" (15)

اس سے میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے وضو کرتے تھے؟ اور کیسے نماز پڑھتے تھے؟

دعوت حق سراپا خیر اور بھلائی ہے اور اس بھلائی کے اولین حقدار داعی کی اپنی ذات اور اس کے اہل خانہ ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ جہاں داعی اس دعوت کا عملی نمونہ ہو وہاں اس کے اہل خانہ بھی اس کے دست و باز و ثابت ہوں۔ اس لیے داعی کو چاہیے کہ وہ اپنی اصلاح کے بعد اپنے اہل خانہ اور خاندان کے دیگر افراد کی اصلاح کرے اور پھر دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے تو اس کی دعوت زیادہ مؤثر ہوگی۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت میں ہمیشہ اس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا۔

حفاظتِ کردار / داعی بطور مثالی نمونہ

دعوت کا ایک ادنیٰ کارکن بھی لوگوں کیلئے نمونے کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کو اسلام کی چلتی پھرتی تصویر ہونا چاہیے۔ اس کے قول و فعل میں تضاد اس کی دعوت کیلئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ (16)

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

دعوت کے ہر کارکن کو متنبہ کرتی ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے اور اسے اپنے کردار کی حفاظت کرنا چاہیے کیونکہ لوگ اس کی چال ڈھال، کردار، گفتار غرض اس کی ہر حرکت کو اپنے لیے نمونہ اور سند سمجھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ چونکہ پوری امت کے امام اور پیشوا ہیں، اس لیے وہ اس معاملہ میں کہیں زیادہ حساس اور محتاط تھے۔ اس حوالے سے ان کا کردار دعوت کے ہر کارکن کیلئے نمونہ اور مثال ہے۔ صحابہ کرامؓ اپنے اس مقام سے پوری طرح آگاہ تھے، اس لیے ہمیں ان کے کردار میں قطعاً تضاد نظر نہیں آتا اور اگر کہیں صحابہ سے معمولی لغزش بھی ہوئی تو دیگر صحابہ نے فوراً اصلاح کر دی۔

---

(15) المسند، حدیث براءؓ بن عازب، ح: ۱۸۰۶۵، ۳۶۶/۵

(16) البقرۃ ۲: ۴۴

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو حالتِ احرام میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہؓ! یہ رنگا ہوا کپڑا کیسا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے کہا: اے امیر المومنین! یہ مٹی سے رنگا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ حضرات امتِ محمدیہ کے امام ہیں لوگ آپ کی پیروی کرتے ہیں اگر کسی جاہل آدمی نے یہ کپڑا دیکھا تو ضرور کہے گا کہ میں نے طلحہؓ بن عبید اللہ کو حالت احرام میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا ہے، لہٰذا آپ حضرات کسی بھی چیز سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنا کریں۔ (17)

گناہگار کی بجائے گناہ سے نفرت/فطری کمزوری کا لحاظ

داعی کو افراد سے اعلیٰ ترین مثالی کردار یا معصوم عن الخطاء ہونے کی توقع رکھ کر ان کا محاسبہ نہیں کرنا چاہیے ارشاد نبویؐ ہے:

"کل بنی آدم خطّاء وخیر الخطّائین التوّابون" (18) "تمام بنی آدم خطا کار ہیں، اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں"

اس لیے داعی کا فرض ہے کہ وہ اگر کسی فرد یا قوم کو گناہ کے اندر مبتلاء دیکھے تو فطری کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے اصلاح کی کوشش ترک نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ حقیقت پر مبنی رویہ رکھے کہ انسان فطری طور پر لاعلمی، غفلت، خواہش نفس اور نسیان جیسے عوارض کا شکار ہو کر گناہ میں مبتلاء ہوسکتا ہے۔

حضرت ابودرداءؓ ایک دن کسی طرف جا رہے تھے، دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی پٹائی کر رہے ہیں اور اس کو گالیاں دے رہے ہیں۔ آپؓ نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: بھلا مجھے ذرا یہ بتاؤ اگر یہ شخص کنویں میں گر جاتا تو تم اسے باہر نہ نکالتے؟ سب نے بیک زبان کہا: کیوں نہیں آپؓ نے فرمایا اسے گالی نہ دو اور نہ اسے مارو، بلکہ اسے نصیحت کرو اور صحیح راستہ دکھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، جس نے تمھیں ایسے گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ لوگوں نے آپؓ سے پوچھا: کیا آپؓ کو اس شخص سے نفرت نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا:

---

(17) الموطا، کتاب الحج، باب لبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام، ح: ۳۵۵، ص: ۲۲۱

(18) سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبہ، ح: ۴۲۵۱، ص: ۶۱۹

Marfat.com

انماابغض عمله فاذا ترکه فهو اخی(19) ''میں اس کے برے فعل کوتو ناپسند کرتا ہوں، ہاں اگر یہ توبہ کرلے تو یہ میرا دینی بھائی ہے۔''

گویا اسلام نے گناہ سے نفرت کی تعلیم دی ہے نہ کہ گناہگار سے۔اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ دوبارہ غلطی ہو جانے پر یا بڑی غلطی ہو جانے پر داعی اس کی اصلاح کو یہ کہتے ہوئے ترک نہیں کرے گا کہ اس کی اصلاح ممکن ہی نہیں، بلکہ انسان کی فطری کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے وہ سختی کی نسبت نرمی کا رویہ اختیار کرنے کو ترجیح دے گا کیونکہ داعی کا اصل مقصد اصلاح ہے،انتقام یا سزا نہیں ہے۔

بنیادی عقائد میں غیر لچکدار رویہ

اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات،ارکانِ اسلام اور وہ جملہ تعلیمات جن کا تعلق دین کی اساسیات سے ہے،ان پر کوئی سمجھوتہ کرنا دین کی عمارت منہدم کرنے کے مترادف ہے۔اس لیے اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات پر داعی کا مؤقف دوٹوک اور اس کا رویہ غیر لچکدار ہونا چاہیے۔صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں وقتی مشکلات اور نقصانات کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ حق کی دعوت دی اور کبھی بھی دین کے بنیادی نظریات پر سمجھوتہ نہیں کیا۔

قریش کے سفیر عمرو بن العاص نے جب نجاشی کو مسلمانوں سے بدظن کرنے کیلئے کہا: حضورِ والا! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں۔مسلمانوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو ایمان ہاتھ سے جاتا ہے، تاہم صحابہ کرامؓ نے حالات کی سنگینی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا:

''نقول و اللہ فیه ما قال اللہ، وماجاء به نبیّنا، کائناً فی ذالک ما ھو کائن'' ''واللہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ کا حکم ہے اور جو ہمارے نبی کی تعلیم ہے چاہے کچھ ہو جائے''

چنانچہ جب نجاشی نے کہا: تم لوگ عیسیٰ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ تو حضرت جعفرؓ

---

(19) اسد الغابہ، تذکرہ عویمر بن عامر، ابوالدرداءؓ، ۴/۱۶۰

بن ابی طالب نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے:

"هو عبدالله و رسولهٔ و روحه و كلمتهُ القاها الى مريم العذر اء البتول"

"عیسیٰ اللہ کے بندے، رسول اور کلمۃ اللہ ہیں جس کو اللہ نے کنواری مریم کی طرف القاء فرمایا"۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: واللہ جو تم نے کہا عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ (20)

عہد صدیقی میں جب ہر طرف ارتداد کی وبا پھیل گئی تو بعض لوگوں نے اسلام ہی سے انکار کر دیا اور کچھ وہ لوگ تھے جنھوں نے صرف زکوٰۃ کا انکار کیا، جبکہ دین کے باقی احکام کو وہ تسلیم کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بلا تخصیص سب کے خلاف اعلانِ جہاد فرما دیا، تو عمر فاروقؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور عرض گذار ہوئے: اے ابوبکرؓ! آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ "لاالٰه الاالله" کہہ دیں، جب انھوں نے لا الٰه الاالله کہہ دیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور اموال بچا لیے، مگر اسلام کے کسی حق کی وجہ سے"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

"والله لأقاتلن من فرّق بين الصلوة والزكوة ، فان الزكوة حق المال، والله لو منعو نى عناقاً كانو ايؤدّو نهاالى رسول الله ﷺ لقاتلتهم عليها، قال عمرؓ : فوالله ما هو الا أن رأيت أن الله قد شرح صدر ابى بكرؓ للقتال فعرفت أنه الحق" (21)

"واللہ میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم اگر انھوں نے ایک رسی بھی دینے سے انکار کیا جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے لڑوں گا" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ جہاد کیلئے کھول دیا ہے اور میں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے"۔

---

(20) ابن ھشام، ارسال قریش الی الحبشۃ فی طلب المھاجرین، ۳۷۳/۱-۳۷۵
المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۳۳۲/۱-۳۳۴

(21) المسند، مسند عمر بن خطابؓ، ح: ۲۴۱، ۵۹/۱

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے دین کے اساسی اور بنیادی اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔

فروعی مسائل میں لچکدار رویہ / اختلافِ امت سے اجتناب

اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات جن کے بغیر اسلام کا تشخص باقی نہیں رہتا مثلاً توحید، رسالت، آخرت اور دیگر ارکانِ اسلام وغیرہ، ان پر کوئی سمجھوتہ کرنا دین کی عمارت منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے داعی کے لئے کسی صورت یہ درست نہیں کہ وہ خصم مخالف سے بنیادی عقائد پر کوئی سمجھوتہ کرے یا اپنے رویہ میں لچک پیدا کرے۔ تاہم فروعی مسائل میں داعی کا رویہ نسبتاً لچکدار ہونا چاہیے اور اس کو ایسا مؤقف اختیار کرنا چاہیے، جس سے قوم انتشار کا شکار نہ ہو، اگرچہ اس کو اپنے مؤقف کی صداقت پر پورا یقین ہو پھر بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ جمہور مسلمانوں کی پیروی کرے۔ بارہا صحابہ کرام نے فروعی مسائل میں امامِ وقت کی پیروی صرف اس وجہ سے کی کہ کہیں ان کے ذاتی رویہ کی وجہ سے امت اختلاف کا شکار نہ ہو جائے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی، عبداللہؓ بن مسعود نے ان کو ٹوکا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی ہیں پھر تم لوگوں نے دوسرے طریقے اختیار کر لئے، میں تو چار کی بجائے دو رکعتیں محبوب رکھتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے پھر عبداللہؓ بن مسعود نے چار رکعتیں پڑھیں تو ان سے کہا گیا:

عبتَ علی عثمان ثم صلیتَ اربعاً، قال : "الخلاف شرٌّ" (22) آپ نے عثمانؓ پر الزام لگایا پھر خود بھی چار رکعتیں ہی پڑھ لیں فرمایا: اختلاف بُری چیز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بھی منیٰ میں دو رکعت کو ہی سنت سمجھتے تھے۔ تنہا ہوتے تو دو رکعت ہی پڑھتے، لیکن جب امام کے ساتھ پڑھتے تو چار پڑھتے، تاکہ قوم میں ان کی وجہ سے اختلاف نہ پھیلے۔ (23)

---

(22) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الصلوۃ بمنیٰ، ح: ۱۹۶۰، ص: ۲۸۶

(23) صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب قصر الصلوۃ بمنیٰ، ح: ۱۵۹۲، ص: ۲۸۲

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہو چکے تھے، آپ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد احرام کھلوا دیا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد بھی اسی پر عمل رہا اور ابوموسیٰ اشعریؓ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حج کی تکمیل کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا، چنانچہ حج کے موقع پر لوگوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ آپ فتویٰ دینے میں عجلت نہ کریں امیر المومنین نے اس میں ترمیم کردی ہے، اگرچہ ابوموسیٰؓ اس میں حق بجانب تھے مگر اختلافِ امت کے خیال سے فوراً اعلان کردیا:

" یا أیها الناس ! من کنا افتینا فتیاً فلیتئد فان أمیر المؤمنین قادم علیکم فبه فا ئتمّوا " (24)

"اے لوگو! جس کو میں نے فتویٰ دیا تھا اس کو ابھی ٹھہر جانا چاہیے امیر المؤمنین تشریف لاتے ہیں، تم پر انھیں کی اقتداء لازم ہے۔"

جبر و اکراہ سے اجتناب

دین اسلام کا اولین جزو ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا، دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لیے دین اسلام کی واضح ہدایت ہے:

"دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"۔ (25)

سیرت صحابہؓ کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کو کبھی بھی کسی پر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی، مخاطب کو بار بار قائل کرنے کی کوشش ضرور کی، لیکن دین کے معاملے میں کبھی بھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔

اسبق کا بیان ہے: میں حضرت عمرؓ کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ آپؓ میرے سامنے اسلام پیش کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں اپنی امانت سنبھالنے میں تجھ سے مدد لوں گا، کیونکہ جب تک تم مسلمانوں کے دین کو اختیار نہیں کرو گے۔

---

(24) المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ، ح: ۱۹۰۴۰، ۵/ ۵۳۵ (25) البقرہ ۲: ۲۵۶

Marfat.com

اس وقت تک مسلمانوں کی امانت سنبھالنے کیلئے تم سے مدد لینا میرے لیے حلال نہیں ہے۔ اسبق کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ انکار کرتا رہا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ فرماتے رہے: "لا اکراہ فی الدین" دین میں جبر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب آپؓ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں عیسائی ہی تھا۔ آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ (حضرت اسبقؒ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)(26)

دعوت و تبلیغ میں احتیاط / غلطی سے رجوع

وہ مسائل جو پہلے ہی سے منصوص علیہ ہیں اور شریعت نے ان کی حدود کا تعین کر دیا ہے اور ان کے مفہوم کو واضح طور پر بیان کر دیا، ایسے احکام میں رائے زنی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی وہ آیات جن کا مفہوم خود رسول اللہ ﷺ نے متعین فرما دیا یا ان کا مفہوم ان کے اسباب نزول کی روشنی میں بالکل واضح ہے، ان کے بارے میں اپنی رائے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دینی امور میں رائے زنی کو ہمیشہ ناپسندیدہ قرار دیا۔

مسروقؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں اپنی رائے سے قرآن کی بعض آیات کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ عبداللہؓ بن مسعود کو اس کی خبر دی گئی۔ عبداللہؓ بن مسعود نے اس چیز کو سخت ناپسند کیا، پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے اگر کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا اس کو علم ہو تو وہ بیان کرے اور اگر اسے اس کا علم نہیں تو اسے چاہیے کہ کہے: اللہ جانتا ہے، کیونکہ لاعلمی کا اعتراف بھی دراصل علم ہی ہے۔(27)

صحابہ کرامؓ سے لاکھوں لوگوں نے کسبِ فیض کیا، انہوں نے ہزاروں مسائل کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں فتوے جاری کیے اور سینکڑوں مسائل کو اپنے اجتہاد کی روشنی میں حل کیا۔ صحابہ کرامؓ نے ہر سوال کا جواب اپنی پوری علمی دیانت کے ساتھ دیا، تاہم اگر کبھی ایسا مرحلہ آیا کہ صحابہ کرامؓ سے بشری تقاضے کی بنا پر کسی فیصلے میں غلطی سرزد ہو گئی تو انھوں نے برملا اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی اور فوراً اپنے فتویٰ سے

(26) کنز العمال، ۴۹/۵ (27) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۰۹۳، ۱/۱۱ء

Marfat.com

رجوع کرلیا۔

ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی ھریرۃؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ آبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یانہیں؟ آپؓ نے ناجائز بتایا، بعد میں قرآن مجید منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ (28)

چنانچہ انھوں نے سائل کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(29)

صحابہ کرامؓ فتویٰ بازی کے قطعاً شوقین نہ تھے، بلکہ ان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے بارے میں جواب دے۔ ایک مرتبہ ابوالمنہال نے حضرت زید بن ارقمؓ سے بیع صرف کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ براءؓ بن عازب سے پوچھو کیونکہ وہ مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ جب وہ براءؓ بن عازب کے پاس گئے تو انھوں نے مسئلہ بتا کر فرمایا: اس کی تصدیق زید بن ارقمؓ سے کرلینا کیونکہ وہ مجھ سے علم میں زیادہ اور عمل میں بہترین ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ دونوں نے ایک ہی جواب دیا یعنی رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی سونے کے ساتھ بیع میں ادھار سے منع فرمایا ہے۔(30)

صحابہ کرامؓ مسائل دینیہ میں رائے زنی کرنے سے کس قدر احتراز کرتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان بحث تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور ''قرع'' کے بارے میں اختلاف تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو لوگوں نے ان کے پاس ایک آدمی تحقیق کیلئے بھیجا، اس نے آپؓ سے پوچھا: اے ابو ایوبؓ! کیا ''قرع'' (ایک قسم کا برتن) میں نبیذ بنائی جاسکتی ہے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ مزفّت (ایک برتن کا نام) میں نبیذ بنانے سے منع فرماتے تھے۔ اس شخص نے دوبارہ ''قرع'' کے بارے میں سوال دھرایا تو آپؓ نے اپنی طرف سے کسی قسم کی رائے زنی کرنے کی بجائے اپنا پہلا جواب دوبارہ دھرا دیا۔(31)

---

(28) المائدہ، ۵:۹۶ (29) الموطا، کتاب الصید، باب ماجاء فی صید البحر، ح:۵۶۴، ص:۳۱۴

(30) المسند، حدیث زید بن ارقمؓ، ح:۱۸۸۵۰، ۵؛ ۵۰۳، ۲۵۰۴

(31) المسند، حدیث ابی ایوب انصاریؓ، ح:۲۳۰۰۱، ۶/۵۷۵

Marfat.com

ھذیل بن شرحبیل سے روایت ہے: ایک مرتبہ کسی نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے لڑکی، پوتی اور بہن کی وراثت کے متعلق فتویٰ پوچھا، انھوں نے جواب دیا لڑکی اور بہن کو نصف نصف ملے گا۔ سائل نے یہ جواب عبداللہؓ بن مسعود کو سنایا اور ان سے بھی فتویٰ طلب کیا۔ انھوں نے فرمایا: اگر میں اس کی تائید کروں تو گمراہ ہوں گا، میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ لڑکی کو آدھا ملے گا، پوتی کو دو تہائی پورا کرنے کے بعد چھٹا حصہ ملے گا، باقی جو بچے گا وہ بہن کا حصہ ہے۔ سائل نے یہ جواب ابوموسیٰ اشعریؓ کو سنایا تو انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا اور عبداللہؓ بن مسعود کا علمی تفوق تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:

"**لا تسئلو نی ما دام ھذا الحبر فیکم**" "جب تک یہ مرد دانا تم میں موجود ہے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں"۔ **(32)**

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگایا ہو تو اس کے بعد اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپؓ نے جواز کا فتویٰ دیا۔ لیکن جب مدینہ آئے اور لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ربیبہ لڑکیوں کے سوا تمام صورتوں میں ناجائز ہے۔ چنانچہ انھوں نے کوفہ واپس آ کر براہ راست سائل سے ملاقات کی اور اپنے فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے فسخ نکاح کا حکم دیا۔ **(33)**

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں: حضرت جبیرؓ بن مطعم کا پانی کے ایک چشمہ پر گذر ہوا، چشمہ والوں نے ان سے میراث کے بارے سوال کیا تو حضرت جبیر نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، لیکن اگر تم میرے ساتھ کسی کو بھیج دو تو میں معلوم کر کے اسے جواب دوں گا، چنانچہ چشمہ والوں نے ایک آدمی ان کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت جبیرؓ نے جا کر حضرت عمرؓ سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو عالم اور فقیہہ بننا چاہتا ہے اسے ایسے ہی کرنا چاہیے جیسے کہ جبیرؓ بن مطعم نے کیا۔ ان سے ایسی بات پوچھی گئی جو انھیں معلوم نہ تھی تو یوں کہہ دیا: "**و اللہ اعلم**" یعنی اللہ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ **(34)**

---

(32) صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ، ح:۶۷۳۶، ص:۱۱۶۳

(33) الموطا، کتاب النکاح، باب مالا یجوز من نکاح الرجل ام امراتہ، ح:۱۰۱، ص:۳۳۵

(34) کنز العمال، ۲۴۱/۵

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ عورت کو شوہر کی دیت میں سے وراثت نہیں ملتی۔ حضرت ضحاک بن ابوسفیان نے کہا: ایسا نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تحریری فرمان کے ذریعے اشیم الضبابی کی بیوی کو ان کے شوہر کی دیت دلوائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فوراً اپنی رائے بدل لی۔ (35)

ایک پاگل عورت زنا کی مرتکب ہوئی۔ لوگوں نے اس کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے رجم کا حکم دیا۔ لوگ اس کو رجم کرنے کیلئے لے جا رہے تھے کہ حضرت علیؓ آگئے اور واقعہ معلوم ہونے پر فرمایا: اس کو واپس لے چلو۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے تو فرمایا: کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ پاگل مرفوع القلم ہے، پھر اس کو کیوں سنگسار کرتے ہیں؟ انھوں نے اس عورت کو رہا کرنے کا حکم دیا اور تکبیر کہی (کہ اللہ کا شکر ہے جس نے عمرؓ کو اس غلطی سے بچالیا)۔ (36)

اجتہاد سے مسائل کا حل

وہ فروعی مسائل جن کے بارے میں قرآن وسنت کی کوئی واضح نص موجود نہ ہو، ایسے مسائل کے حل کیلئے اسلام نے اجتہاد کے دروازے کو قیامت تک کیلئے کھلا رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن روانہ فرمایا تو ان سے پوچھا کہ اگر تم کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب پر خوشی کا اظہار فرمایا (37) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اذا حکم الحاکمُ فا جتھدَ فاصابَ فلهُ اجران ، واذا حکمَ فاخطأً فلَهُ اجرُ واحد (38)

"فیصلہ کرنے والا جب فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو جائے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا اور اگر اس سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو اسے اکہرا ثواب ملے گا۔"

وہ اجتہاد جس میں غلطی کرنے والے کو معذور قرار دیا جا سکتا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ

---

(35) سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، باب المرأة ترث من دیة زوجها، ح: ۲۹۲۷، ص: ۴۲۶

(36) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق او یصیب حداً، ح: ۴۳۹۹، ص: ۶۱۹

(37) جامع الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی؟، ح: ۱۳۲۷، ص: ۳۲۱-۳۲۲

(38) جامع الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی یصیب ویخطئ، ح: ۱۳۲۶، ص: ۳۲۱

اجتہاد کرنے والا اس کا اہل ہو اور اس پر عمل ہو سکتا ہو۔ اس کے برعکس جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے یا لوگوں کے حالات کی رعایت نہیں کرتا، اس کا اجتہاد درست نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے صحابہ کرامؓ فروعی مسائل میں اپنے اجتہاد سے مسائل کا حل تجویز کرتے تھے۔

عبداللہ بن عتبہ روایت کرتے ہیں: عبداللہؓ بن مسعود سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ایک عورت سے اس کا مہر متعین کئے بغیر نکاح کیا اور پھر دخول سے قبل ہی وہ مر گیا؟ عبداللہؓ بن مسعود خاموش رہے اور ایک ماہ کے لگ بھگ یہی کیفیت رہی۔ لوگوں نے اپنا سوال پھر دھرایا اور اصرار کیا کہ آپؓ اس بارے میں ضرور کچھ فرمائیں۔ عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا: میں اس بارے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اگر میں نے درست بیان کیا تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر میں غلطی کروں تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا: ایسی عورت کیلئے مہر مثل ہوگا، اسے میراث میں سے حصہ ملے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی، پھر ایک شخص نے اٹھ کر گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق کے متعلق ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ عبداللہؓ بن مسعود کو بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ ان کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے موافق ہے۔ (39)

مسئلہ کی درست صورت کا بیان / صحیح متبادل پیش کرنا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے بعض مبلغین جب لوگوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتے ہیں تو ان کی دعوت میں ایک بڑی کمزوری یہ نظر آتی ہے، کہ وہ غلطی کو تو بڑی شرح و بسط سے بیان کر دیتے ہیں کہ فلاں کام حرام اور غلط ہے، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ اس کی جگہ انہیں کیا کام کرنا چاہیے، یا اس کام کا صحیح طریقہ کار کیا ہے۔ حالانکہ شریعت کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ جن حرام طریقوں سے اپنی کوئی غرض پوری کرتے ہیں، شریعت ان کی جگہ ان کا متبادل پیش کرتی ہے۔ مثلاً اسلام نے زنا کا متبادل نکاح کو، سود کا تجارت کو اور اسی طرح حرام جانوروں کا متبادل حلال جانوروں کو قرار دیا، لہٰذا داعی الی الخیر کو چاہیے کہ

(39) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۲۶۴، ۴۰۸۸، ۲۶/۲

Marfat.com

شریعت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہر مشکل سے نکلنے کے لئے کوئی شرعی حل تلاش کرے۔

لیکن یہ حقیقت پیشِ نظر رہے کہ بعض اوقات عوام الناس کسی ایسے غیر شرعی کام کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں کہ عملاً اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا یا داعی اس کے متبادل سے لاعلم ہوتا ہے، اس صورت میں بہر حال مبلغ کو دعوتِ حق کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

حضرت عبادہؓ بن صامت نے ملک شام میں لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے بیع وشراء کے نئے نئے طریقے نکال لیے ہیں اور روزمرہ کی خرید وفروخت کے معاملات میں وہ حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں، چنانچہ آپ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تم نے بیع کی نئی نئی صورتیں ایجاد کر لی ہیں، جنکو میں نہیں جانتا، آگاہ رہو کہ چاندی کی بیع چاندی کے بدلے مساوی ہونی چاہیے، سونے کی بیع سونے کے بدلے مساوی ہونی چاہیے اور اگر سونے کی بیع چاندی کے بدلے ہو تو دست بدست ہو اور وزن میں کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں، اور اس بیع میں ادھار درست نہیں ہے، گیہوں کی بیع گیہوں کے بدلے میں برابر برابر ہو، اسی طرح جَو کے بدلے برابر ہو اور وزن میں جَو زائد ہو تو کوئی حرج نہیں، البتہ ادھار میں یہ صورت جائز نہیں، نیز چھوہارے کی بیع چھوہارے کے بدلے برابر ہونی چاہیے اور نمک کی بیع نمک کے بدلے برابر برابر ہونی چاہیے'' (40)

علی بن عبد الرحمن المعاویؒ کا بیان ہے، ایک بار میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا ابن عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا:

اِصنع کما کان رسول اللہ ''اس طرح کرو جس طرح رسول اللہ ﷺ یصنعُ'' فقلتُ : '' وکیف ﷺ کیا کرتے تھے میں نے کہا: رسول کان رسول اللہ ﷺ یصنع ؟'' اللہ ﷺ کس طرح کرتے تھے۔ فرمایا: جب قال : '' اذا جلس فی الصلوٰۃ آپ ﷺ نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی وضع کفّہ الیمنیٰ علی فخذہ کو دائیں ران پر رکھتے اور تمام انگلیوں کو بند وقبض اصابعہ کلھا واشار با صبعہ کر لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے التی تلی الابھام ووضع

---

(40) اسد الغابہ، تذکرہ عبادہؓ بن الصامت، ۱۰۷/۳

كفّه اليسرىٰ على فخذه اليسرىٰ اشارہ کرتے۔ اور اپنی بائیں ہتھیلی بائیں
وقال : هكذا كان يفعلُ (41) ران پر رکھتے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی
طرح کیا کرتے تھے"

حضرت علیؓ نے کچھ ایسے لوگوں کو پکڑا جو اسلام سے مرتد ہو گئے، پھر ان کو آگ میں جلا دیا۔ ابن عباسؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا: میں ان کو قطعاً نہ جلاتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
لا تعذّبوا بعذاب الله أحداً "اللہ کے عذاب (یعنی آگ) کے ساتھ کسی کو
وقال رسول الله ﷺ : من عذاب نہ دو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو
بدّ ل دينه فاقتلوه (42) اپنا دین بدل لے اس کو قتل کر دو"۔

ابو وائلؒ بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہؓ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع اور سجود پورے طور پر ادا نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ اپنی نماز پڑھ چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے فرمایا: تم کتنی مدت سے ایسے ہی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا: چالیس سال سے۔ آپ نے فرمایا: تو نے چالیس سال سے صحیح طریقہ پر نماز نہیں پڑھی۔ اور تم ایسی ہی نماز پڑھتے ہوئے مرو گے تو تم رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نہیں مرو گے (43) جبکہ زید بن وھب کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:
ثم اقبل عليه يعلّمه فقال : ان "پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کو سکھانے
الرجل ليخفّفُ الصلوٰة و انه لگے، پھر فرمایا: آدمی کو چاہیے کہ نماز میں قیام
ليتم الركوع و السجود (44) مختصر کرے لیکن رکوع و سجود مکمل کرے"

زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ابن عمرؓ کی طرف بھیجا، میں نے ان سے کہا: کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے؟ انھوں نے میری آواز پہچان لی اور فرمایا: اے

---

(41) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الاشارۃ فی التشہد، ح:۹۸۷، ص:۱۵۰
الموطا، کتاب الصلوۃ، باب العمل فی الجلوس فی الصلوۃ، ح:۸۷، ص:۷۸

(42) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۲۵۴۸، ۱/۴۶۵

(43) صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب اذالم یتمّ السجود، ح:۳۸۹، ص:۶۹

(44) المسند، حدیث حذیفہؓ بن یمان، ح:۲۲۷۴۷، ۶/۵۳۰

Marfat.com

بیٹے! جب تو کسی قوم کی طرف جائے تو سب سے پہلے کہو السلام و علیکم، پھر اگر وہ تیرے سلام کا جواب دیں تو کہو: کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟(45)

ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت وہ ام الفضلؓ کی بیٹی کے گھر میں تھے۔ مجھے چھینک آئی تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے تشمیت نہ کہی، لیکن جب اسی دوران ام الفضلؓ کی صاحبزادی کو چھینک آئی تو آپؓ نے تشمیت کہی۔ ابو بردہ کہتے ہیں: میں اپنی والدہ محترمہ کے پاس آیا اور ان سے اس چیز کا ذکر کیا۔ چنانچہ جب ابو موسیٰ اشعریؓ میری والدہ کے ہاں آئے تو انھوں نے ان سے کہا: تم نے میرے بیٹے کی چھینک پر تشمیت نہیں کہی جبکہ ام الفضل کی بیٹی کی چھینک پر جواب دیا؟ تو ابو موسیٰؓ بولے: جب آپ کے صاحبزادے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا لہٰذا میں نے بھی جواباً یرحمك اللہ نہیں کہا جبکہ اس کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا لہٰذا میں نے اس کا جواب دیا، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

اذا عطس أحدكم فحمدالله فشمتوه وإن لم يحمدالله فلا تشمتوه فقالت: أحسنت أحسنت(46)

"جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اگر الحمدللہ کہے تو تم تشمیت (یرحمک اللہ) کہو اور اگر وہ تحمید نہیں کہتا تو تم تشمیت نہ کہو" ابو بردہ کی والدہ بولیں: آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔"

دعوت میں تسلسل / قائل کرنا

دعوت و تبلیغ میں تسلسل کے اسلوب کو اختیار کرنا غلطی کرنے والے کی اصلاح کا باعث بن سکتا ہے، جبکہ ایک تسلسل کے ساتھ مخاطب کو اس کی غلطی کا احساس دلایا جاتا رہے حتی کہ وہ اپنی غلطی سے دستبردار ہو کر اصلاح کر لے۔ غلطی کرنے والے سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسطرح مخاطب کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ آدمی سیدھی راہ قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے

---

(45) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح:۴۸۶۹، ۱۱۶/۲

(46) المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ، ح:۱۹۱۹۷، ۵۶۴/۵

Marfat.com

۔ابو تمیمہ الہجیمیؒ ایک تابعی تھے ان کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد بیٹھ کر کچھ وعظ و نصیحت کرتے اور اس میں آیات قرآنیہ تلاوت کرتے اور جب کوئی آیتِ سجدہ آجاتی تو سجدہ کرتے ،ابن عمرؓ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو بار بار روکا لیکن باز نہ آئے ،تو فرمایا:

انی صلّیتُ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فلم یسجُدُوا حتیٰ تطلع الشمس(47)

''میں نے رسول اللہ ﷺ ،ابوبکرؓ،عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی،وہ طلوع آفتاب سے پہلے کوئی سجدہ نہ کرتے تھے''

مجاہد کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھا تو ایک سنار ان کی خدمت میں آکر عرض گزار ہوا: اے ابوعبدالرحمٰنؓ! میں سونے کا کام کرتا ہوں پھر چیز کو اس سے زیادہ وزن کے بدلے فروخت کرتا ہوں ،زیادہ میں اپنی محنت کے معاوضے میں لیتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے اسے ایسا کرنے سے روکا۔وہ سنار مسلسل پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسے منع کرتے رہے اور قائل کرتے رہے، یہاں تک کہ مسجد کے دروازے پر آگئے یا سواری کے پاس جس پر سوار ہونا تھا، پھر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

الدّینارُ بالدّینار والدّرهم بالدّرهم لا فضل َ بینهما، هذا عهدُ نبیّنا الینا وعهدُ نا الیکم(48)

دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم ہوں تو ان میں کمی بیشی نہ ہو۔ یہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا اور ہم تمھیں سکھاتے ہیں''۔

(47) سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب فی من یقرأ السجدة بعد الصبح، ح:۱۴۱۵، ص:۲۱۱

(48) الموطأ، کتاب البیوع، بیع الذهب بالفضة تبراً وعیناً، ح:۲۳۷۰، ص:۳۹۲

Marfat.com

باب سوم: مکی عہدِ نبوت میں صحابہ کرام کی سرگرمیاں

فصل اول

مکی عہدِ نبوت میں صحابہ کرامؓ کا دعوتی منہج واسلوب

چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حکمِ الٰہی کے مطابق دعوت کے کام کا آغاز نہایت حکمت، تدبر اور تدریج کے ساتھ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ابتداً ان لوگوں کے سامنے دعوت پیش کی جو آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے اخلاق اور چالیس سالہ زندگی کے شب وروز سے آگاہ تھے۔ انہوں نے بلا تامل اس دعوت کو قبول کرلیا چنانچہ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے قبولیتِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔

تیرہ سالہ مکی دور کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعوتِ دین کے لئے صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی اور اس ضمن میں پیش آنے والی ہر اذیت، تکلیف اور دکھ کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دعوتِ دین کے اس مشکل اور کٹھن دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جو مناہج اور اسالیب اختیار فرمائے ذیل کی سطور میں ان کا ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

انفرادی سطح پر دعوت / خفیہ دعوت

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ہر فرد تک انفرادی سطح پر دعوت پہنچانے کا اسلوب اختیار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر افراد تک ذاتی سطح پر بات پہنچائی جائے تو اس کا یقیناً اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی اس اندازِ دعوت کو بڑے مؤثر طریقۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا۔ چنانچہ مکی دور کے ابتدائی سالوں میں کئی لوگوں کا صحابہ کرامؓ کی دعوت پر اسلام قبول کرنا اس طریقۂ تبلیغ کی کامیابی کی روشن دلیل ہے۔ علامہ ابن الاثیر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

واسلم على يده جماعة لمحبتهم له وميلهم اليه حتى انه اسلم على يده خمسة من العشرة (1)

''ان (ابوبکرؓ) کے ہاتھ پر ایک جماعت جن کو ان کے ساتھ محبت وتعلق تھا، اسلام لائی۔ یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ بزرگ بھی ان کے ہاتھ پر اسلام لائے''۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے تذکرہ میں ان بعض ناموں کی تفصیل بھی ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ نیز اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ کامیابی انفرادی سطح پر خفیہ دعوت کی بدولت حاصل ہوئی۔

''كان رجال قريش يأتونه ويألفونه لغير واحد من الامر لعلمه وتجاربه وحسن مجالسه فجعل يدعو الى الاسلام من وثق به من قومه ممن يغشاه ويجلس اليه فاسلم على يده فيما بلغني الزبير بن العوامؓ وعثمانؓ بن عفان وطلحةؓ بن عبيدالله''(2)

''قریش کے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حُسنِ مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں سے جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا ان کو انہوں نے دعوتِ اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر زبیر بن عوامؓ، عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبیداللہ اسلام لائے''۔

حضرت ابوبکرؓ کو قریش میں جو مقام ومرتبہ حاصل تھا، جس کی بناء پر وہ قریش میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، ان کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام لکھتے ہیں:

''وكان ابوبكر رجلا مألفاً لقومه، محبّباً سهلاً، وكان أنسب قريش لقريش، وأعلم قريش بها، وبما كان فيها من خير وشر، وكان رجلاً تاجرًا، ذا خلق ومعروف

''ابوبکرؓ اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے، محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے، قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا اور ان کی اچھائی برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ تجارت کرتے تھے، خوش مزاج تھے، ہر

---

(1) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ، ۳/ ۲۰۶

(2) اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن عفان، ۳/ ۳۷۶، ابن حجر، ابوالحسن احمد بن علی، ''الاصابہ فی تمییز الصحابۃ''، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ، ۲/ ۳۴۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1328ھ

،وكان رجال قومه يأتونه، ويألفونه لغير واحد من الأمر، لعلمه وتجارته وحسن مجالسته، فجعل يدعو إلى الله وإلى الإسلام من وثق به من قومه، ممن يغشاه ويجلس إليه"(3)

ایک سے نیک سلوک کرتے تھے۔ علم تجارت اور حسنِ معاملات کے سبب قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے، آپ نے قوم کے ان تمام افراد کو اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا، جن پر آپ کو بھروسا تھا اور جو کہ آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے تھے۔

جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ اور کوششوں سے اسلام قبول کیا ابنِ ہشام نے ان کے نام ذکر کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، طلحہؓ بن عبیداللہ، ابوعبیدہؓ بن الجراح، ابوسلمہؓ، ارقمؓ بن ابی الارقم، عثمانؓ بن مظعون نیز ان کے دونوں بھائی قدامہؓ اور عبداللہؓ، عبیدہؓ بن الحارث، سعیدؓ بن زید نیز ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطابؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، عائشہ بنت ابی بکرؓ، خبابؓ بن الارت، عمیرؓ بن ابی وقاص، عبداللہؓ بن مسعود، مسعودؓ بن القاری، مسعودؓ بن ربیعہ، سلیطؓ بن عمرو اور ان کے بھائی حاطبؓ، عیاشؓ بن ربیعہ اور ان کی بیوی اسماءؓ بنت سلامہ، عامرؓ بن ربیعہ، عبداللہؓ بن جحش اور ان کے بھائی احمدؓ جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس، حاطبؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت المجلل، خطابؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فکیہہؓ بنت یسار، معمرؓ بن الحارث، السائبؓ بن عثمانؓ بن مظعون، المطلبؓ بن ازہر اور ان کی بیوی رملہؓ بنت ابی عوف، نعیمؓ بن عبداللہ☆، عامرؓ بن فہیرہ مولیٰ ابی بکرؓ، خالدؓ بن سعید اور ان کی بیوی امینہؓ بنت خلف بن اسد، حاطبؓ بن عمرو، ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ، واقدؓ بن عبداللہ، خالدؓ، عامرؓ، عاقلؓ اور ایاسؓ بنو البکیر بن عبد یالیل میں سے، عمار بن یاسرؓ اور صہیبؓ بن سنان (4)

دعوت و تبلیغ کے میدان میں صحابیات نے بھی، باوجود اپنی فطری کمزوریوں

---

(3) ابن ہشام، اسلام ابی بکر الصدیق ؓ، ۱/۲۸۶، ۲۸۷

(4) ابن ہشام، ذکر من اسلم من الصحابۃ بدعوۃ ابی بکرؓ، ۱/۲۸۷ ۔ ۲۹۰

Marfat.com

کے ،صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ بعض صحابیات کے متعلق بھی اس طرح کی روایات ملتی ہیں کہ انہوں نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام پوری جانفشانی سے کیا۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق حضرت ام شریکؓ دوسیہ ایک صحابیہ تھیں، جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ (5)

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی استقامت ،عزم واستقلال اور دعوت سے متاثر ہو کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسلام قبول کیا۔ (6)

مدنی دور میں بھی صحابیات نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا۔ حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے ابن شہاب بیان کرتے ہیں:

"فارتحلت ام حکیمؓ، حتّٰی قدمت علیه بالیمن فدعته الی الاسلام فاسلم"(7)

"ام حکیمؓ نے یمن کا سفر اختیار کیا اور ان (عکرمہؓ بن ابی جہل) کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا"۔

حضرت ابوطلحہؓ نے حالتِ کفر میں حضرت ام سلیمؓ کو پیغامِ نکاح دیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان، نکاح کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر تم اسلام قبول کرلو تو وہی میرا مہر ہوگا۔ اس کے سوا تم سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ ام سلیمؓ نے ابوطلحہؓ کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کو مائل بہ اسلام کرتے ہوئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ ملاحظہ ہو چنانچہ آپؓ نے فرمایا:

---

(5) اسد الغابہ، تذکرہ ام شریکؓ الدوسیہ، ۵/۵۹۴ (6) ایضاً، تذکرہ فاطمہ بنت الخطابؓ، ۵/۵۱۹

(7) الموطا، کتاب النکاح ، باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجته قبلہ، ح: ۶۲۰ ص: ۳۴۲

☆ ان کا مشہور نام "النحام" ہے اور اس نام سے اس کی وجہ شہرت رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"لقد سمعت نحمه فی الجنته"(i) "میں نے جنت میں ان کے کنگھارنے کی آواز سنی"

(i) ابن ھشام ذکر من اسلم من الصحابہ بدعوۃ ابی بکرؓ، ۱/۲۵۹

Marfat.com

"یا ابا طلحہؓ! ألست تعلم ان الٰهک الذی تعبد نبت من الارض، قال: بلی، قالت: افلا تستحی ان تعبد شجرۃ؟"

''اے ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارا معبود زمین سے اگا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، فرمایا: پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟''

بالآخر حضرت ام سلیمؓ کی ترغیب اور تبلیغ کے نتیجہ میں ابوطلحہؓ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ (8)

حضرت عدیؓ بن حاتم اپنے قبیلے کے بادشاہ اور مذہبا عیسائی تھے۔ جب اسلامی فوجوں نے ان کے قبیلہ پر حملہ کیا تو یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ قیدیوں میں ان کی بہن سفانہؓ بنت حاتم بھی قیدی ہو کر آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے خاندان میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ شام اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس آ گئیں اور ان کو اسلام کی طرف بلایا چنانچہ ان کی ترغیب سے عدیؓ اپنی بہن کے ہمراہ مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔ (9)

اجتماعی سطح پر دعوت / اعلانیہ دعوت

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں صرف انفرادی سطح پر ہی دعوت ممکن تھی نتیجۃً کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بالآخر جب تبلیغ عام کا یہ حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (10)

''آپ کو جو حکم ملا ہے آپ وہ لوگوں کو سنا دیں اور مشرکوں کی بالکل پروانہ کریں''

تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی عوامی اجتماعات، مجالس، بازاروں، میلوں اور دیگر تقریبات میں اجتماعی سطح پر لوگوں کو دعوت پیش کی اور اس راہ میں بے پناہ مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ اعزاز بھی

---

(8) الاصابہ، تذکرہ ام سلیمؓ بنت ملحان ۴/۴۶۱، اسد الغابہ، تذکرہ زیدؓ بن سہل ۲/۲۳۲

(9) ابن ہشام ۲/۵۱۴ (10) الحجر ۱۵: ۹۴

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اجتماعی سطح پر دعوت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب اور اعلانیہ تبلیغ کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ کے مرد صحابہ کی تعداد اڑتیس ہو گئی تو صدیقِ اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکرؓ! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں، لیکن حضرت ابو بکرؓ اصرار کرتے رہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے کھلم کھلا دعوت و تبلیغ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد حرام کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو اعلانیہ دعوت دی۔ مشرکین مکہ ابو بکرؓ اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد حرام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا جبکہ حضرت ابو بکرؓ کو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے بھی روندا گیا''۔ (۱۱)

ابن ہشام ابن اسحاق کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

''پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی وہ عبداللہؓ بن مسعود ہیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز میں پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔ ایسا کون ہے جو انہیں قرآن سنائے؟ عبداللہؓ بن مسعود نے کہا: میں (یہ کام انجام دیتا ہوں) سب نے کہا: ہمیں ان سے تمہارے لئے خوف ہے۔ ہم تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو خاندان والا ہو کہ اگر ان لوگوں

---

(11) البدایۃ ۳/۲۹، ۳۰ الاصابہ، تذکرہ ام الخیر بنت صخر ۴/۴۴۷

اسد الغابہ، تذکرہ ام الخیر بنت صخر ۵/۵۸۰

Marfat.com

نے اس سے کوئی بدسلوکی کرنا چاہی تو اس کے اہلِ خاندان حفاظت کر سکیں۔ ابن مسعودؓ نے کہا: مجھے چھوڑ دو اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔ دوسرے دن حضرت ابنِ مسعودؓ مقامِ ابراہیم کے پاس ایسے وقت آئے جب قریش اپنی مجلسوں میں تھے۔ پھر بلند آواز سے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع کی۔

قریش نے اسے غور سے سنا اور بولے: ابن ام عبد نے کیا کہا؟ پھر خود ہی کہنے لگے یہ تو وہی پڑھتا ہے جو محمد ﷺ لایا ہے۔ وہ سب کے سب ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ابنِ مسعود کے منہ پر مارنے لگے۔ وہ برابر پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اس سورۃ کے اس حصے تک پہنچ گئے، جس تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی جانب لوٹ آئے کہ ان کے چہرے پر قریش نے نشانات ڈال دیئے تھے۔ ابنِ مسعودؓ سے دوسرے صحابہؓ نے کہا: اسی چیز کا ہمیں ڈر تھا، انہوں نے جواب دیا: آج دشمنانِ خدا میری نظر میں جتنے ذلیل ہیں، اتنے ذلیل کبھی نہ تھے۔ اگر تم چاہو تو اسی طرح ان کے پاس کل سویرے بھی پہنچوں۔ انہوں نے کہا: نہیں تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ تم نے انہیں وہ باتیں سنا دیں، جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے"۔ (12)

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبولِ اسلام کی طویل روایت بیان کی ہے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس اپنی قوم میں جانے اور تبلیغ دین کا حکم دیا۔ لیکن حضرت ابوذرؓ نے بڑے جوش اور جذبۂ جاں نثاری کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

"والذی نفسی بیدہ لاصرخن بھا بین ظھر انیھم". (13)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس کلمۂ توحید کا اعلان کافروں میں پورے زور سے کروں گا"۔

چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیت اللہ میں آئے اور لوگوں کو اللہ و رسول ﷺ کی

---

(12) ابن ھشام، اول من جھر بالقرآن، ۱/۳۵۱، ۳۵۲؛ اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن مسعود، ۳/ ۲۵۶، ۲۵۷

(13) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصہ اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح: ۳۵۲۲، ص: ۵۹۲

Marfat.com

طرف دعوت دی۔ مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹا دیا اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور وہ ان کو بچانے کیلئے ان پر لیٹ گئے اور ان کو کافروں سے چھڑایا۔ اگلے دن حضرت ابوذر غفاریؓ نے پھر ان کو ویسے ہی سر عام اور اعلانیہ دعوتِ اسلام دی۔ اس روز بھی کافروں نے ان کو خوب مارا چنانچہ حضرت عباسؓ کی مداخلت ہی سے ان کی جان بچی۔ (14)

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ بن مظعون قریش کی ایک ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جس میں لبیدؓ بن ربیعہ☆ شعر کہہ رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا:

"الا کل شیء ماخلا اللہ باطل" "خبردار! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں"

تو آپؓ نے اس کو خوب داد دی اور فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔ لیکن جب اس نے دوسرا مصرع پڑھا

"و کل نعیم لا محالة زائل" "اور ہر نعمت کو بالآخر زوال ہے"

تو حضرت عثمانؓ بن مظعون نے اس کی بھرپور تردید کی اور فرمایا: تم جھوٹے ہو اس لئے کہ جنت کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہیں گی۔

مشرکین نے گھور کر حضرت عثمانؓ بن مظعون کی طرف دیکھا اور لبید سے کہا تم یہ شعر پھر پڑھو۔ لبید نے پھر پڑھا۔ آپ نے پھر اسی طرح پہلے مصرع کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی۔ اہلِ مجلس میں سے ایک احمق شخص اٹھا اور ان پر حملہ کر دیا، ان کو مارا یہاں تک کہ ان کی ایک آنکھ نیلی ہو گئی۔ لیکن وہ اپنا فریضہ تبلیغ پورا کر چکے تھے۔ (15)

مکی دور میں تو صحابیات کے حوالے سے کوئی ایسی روایت معلوم نہیں ہو سکی جس

---

(14) ایضا کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح:۳۸۶۱، ص:۶۴۸

☆لبیدؓ بن ربیعہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ ایک روز حضرت عمر فاروقؓ نے لبیدؓ بن ربیعہ سے کہا: مجھے اپنے اشعار سناؤ تو انہوں نے کہا کہ میں کوئی شعر نہ کہوں گا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تعلیم کر دی ہے۔ حضرت لبیدؓ بن ربیعہ نے ایک سو چالیس سال کی عمر میں امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں انتقال فرمایا۔ (i)

(i) اسد الغابہ، تذکرہ لبیدؓ بن ربیعہ، ۴/۲۶۲

(15) اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن مظعون ۳

Marfat.com

سے معلوم ہو کہ انہوں نے اجتماعی سطح پر دعوت کا کام کیا ہو، تاہم مدنی دور میں صحابیات نے بھی اجتماعی سطح پر دعوت دین کی خدمات انجام دیں۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی اس روایت میں ملتی ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پانی کی تلاش میں نکلے تو حسنِ اتفاق سے ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جو ایک اونٹ پر سوار تھی اور اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہؓ نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ پانی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے پانی استعمال کیا معجزانہ طور پر پانی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس عورت نے جب رسول اللہ ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھا تو اس کو اسی وقت آپ ﷺ کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پانی کی قیمت دلوادی جس سے وہ عورت آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوئی چنانچہ جب یہ عورت واپس اپنے قبیلے میں گئی تو اس نے نہ صرف اپنے اسلام کا اعلان کیا بلکہ تمام قبیلہ والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی چنانچہ تمام لوگوں نے اس کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔ (16)

ہجرتِ حبشہ☆ اور دعوتِ دین کا فروغ

جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خالص تعلق اور اپنے چچا ابو طالب کی بدولت آفتوں سے محفوظ ہیں جبکہ آپ ﷺ کے اصحاب

---

(16) صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب الصعید الطیب وضوء المسلم .... ح: ۳۴۴، ص: ۵۹

☆ حبش عرب کے جنوب میں واقع ہے حبش عربی نام ہے۔ یونانی میں اسے ایتھوپیا (Ethiopia) کہتے ہیں۔ دنیا کے موجودہ نقشے میں یہ اے۔ بی سینا کے نام سے موسوم ہے۔ حبشی زبان میں بادشاہ کو نجوس (negus) کہتے ہیں۔ نجاشی اسی لفظ نجوس سے معرب ہے۔ (i) بعثت نبوی ﷺ کے زمانے میں حبشہ کے تخت پر اصحمہ نامی بادشاہ متمکن تھا۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جب نجاشی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (ii) نجاشی کا خاندان چوتھی صدی عیسوی سے حبش پر حکمران تھا۔ یہ خاندان پہلے بت پرست تھا رومی شہنشاہیت نے مصر کے ذریعہ یہاں عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کا ایک مرکز قائم کیا اور پھر رفتہ رفتہ پورے ملک میں عیسائیت پھیل گئی۔ (iii)

(i) سیرۃ النبی ﷺ، ۱۵۵/۱ (ii) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح: ۳۸۷۷، ص: ۶۵۱

(iii) ڈبلیو، پی، ہیرس، پادری، "تواریخ مسیحی کلیسا" کرسچین نالج سوسائٹی، لاہور، ص: ۲۶۸، ۱۹۲۵ء

Marfat.com

مصائب و آلام کا نشانہ بن رہے ہیں نیز آپ ﷺ کفار مکہ سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرنے سے بھی قاصر ہیں تو ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"لو خرجتم الی ارض الحبشة فان بها ملکا لایظلم عنده احد، وهی ارض صدق حتی یجعل الله لکم فرجا مما انتم فیه" (17)

"اگر تم لوگ سرزمینِ حبشہ ہجرت کر جاؤ (تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ) وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے، جن میں تم مبتلاء ہو، کوئی کشائش پیدا فرمادے"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اہل ایمان نے ماہ رجب 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (18) اول اول گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے شرفِ ہجرت حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان، زبیر بن العوامؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد، عثمانؓ بن مظعون، عامرؓ بن ربیعہ، ابوسبرہؓ بن ابی رہم یا ابو حاطبؓ بن عمرو، سہیلؓ بن بیضاء، عبداللہؓ بن مسعود، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، اور چار خواتین یہ ہیں۔ رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ زوجہ عثمان غنیؓ، سہلہؓ بنتِ سہیل زوجہ ابوحذیفہؓ، سلمہؓ بنتِ ابی امیہ زوجہ ابوسلمہؓ اور لیلیٰؓ بنتِ حشمہ زوجہ عامرؓ بن ربیعہ۔ (19)

یہ حضرات حبشہ میں بڑی پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے چنانچہ یہ لوگ مکہ واپس آ گئے۔ یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دشمن بن چکے ہیں۔ اس لئے کچھ لوگ حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔ اب یہ حضرات پہلے سے بھی زیادہ قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس بار تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی۔ (20)

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کے علاوہ پچاس مہاجرین کا ایک جتھہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی معیت میں یمن سے حبشہ پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے:

---

(17) ابن هشام، ذکر الهجرة الاولی الی ارض الحبشة، ۳۵۸/۱ (18) زادالمعاد، ۲۳/۳

(19) سیرۃ النبی ﷺ، ۱۴۹/۱، ۱۵۰ (20) زادالمعاد، ۲۳/۳

Marfat.com

''ہم یمن میں تھے ہمیں اطلاع ملی کہ نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ ہم وہاں سے کشتیوں میں سوار ہوکر روانہ ہوئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کریں۔ لیکن راستہ میں ہمیں سمندری طوفان نے آلیا اور ہماری کشتیاں حبشہ کے ساحل پر جالگیں۔ وہاں ہماری ملاقات جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوئی چنانچہ ہم نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور کئی سال وہاں قیام کیا۔ ہم اس وقت حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ واپس آئے جب کہ خیبر میں سارے قلعے فتح ہو چکے تھے اور ان پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لکم انتم یا اھل السفینۃ ھجرتان''(21) ''اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا''۔

یعنی پہلی ہجرت اپنے وطن سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

ابنِ قیم کا بیان ہے کہ جب مہاجرین حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کی اطلاع ملی تو ان میں سے تینتیس آدمی واپس آ گئے۔ جن میں سے سات کو راستہ ہی میں کفار مکہ نے گرفتار کرلیا اور باقی بخیریت مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد باقی مہاجرین فتح خیبر کے سال 7ھ میں واپس آئے۔ (22)

ابنِ ہشام نے بڑی تفصیل سے مہاجرین حبشہ کا ذکر کیا ہے اور قبائل کے اعتبار سے مہاجرین حبشہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ نجاشی کی بدولت مسلمان حبشہ میں امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش کو بھلا کب گوارا تھا کہ مسلمان سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنے لگیں، چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ نجاشی کے پاس سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو اور ان کو ہمارے حوالے کردو۔ چنانچہ کفار مکہ نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مقصد کیلئے منتخب کیا۔ جنہوں نے نجاشی سے قبل اس کے

---

(21) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ، ج:۲، ۳۸ھ، ص ۱۵۱

(22) ابن قیم الجوزیہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، ''زاد المعاد'' ۱۴۰۰/۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1979۔

Marfat.com

درباریوں سے ملاقات کی اور ان کو قیمتی تحائف دے کر اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور ان سے کہا کہ وہ کل دربار میں ہماری تائید کریں۔ دوسرے دن سفرائے قریش نجاشی کے دربار میں گئے اور اس سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کئے جائیں، درباریوں نے بھی بھرپور تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم لوگوں نے کون سا دین ایجاد کرلیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔ معاملہ چونکہ بڑا نازک اور تشویش ناک تھا اسلئے تمام صحابہؓ نے باہم مشورہ کیا کہ نجاشی سے کس انداز سے بات کی جائے۔ بالآخر تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا۔

''واللّٰہ ما علمنا، وما امرنا به نبینا کائنا فی ذالک ماهو کائن'' (23)

''اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہمیں تعلیم دی ہے اور جن باتوں کا آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اس معاملہ میں جو ہوتا ہے ہو جائے''۔

چنانچہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کیلئے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا انتخاب کیا۔ جنہوں نے نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

'ایها الملک! کنا قوما اهل جاهلية، نعبد الاصنام، ونأکل المیتة، ونأتی الفواحش، ونقطع الارحام، ونسئی الجوار، ویأکل القوی منا الضعیف، فکنا علی ذالک، حتی بعث الله الینا رسولا منا، نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه، فدعانا الی الله لنوّحده ونعبده، ونخلع ما کنا نعبد

'اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزور کو کھا جاتے تھے، اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا

---

(23) ابن هشام ارسال قریش الی حبشة فی طلب المهاجرین الیها، ۱/۳۷۳۔
المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/۳۳۳

Marfat.com

نحن و آباؤنا من دونه من الحجارة والاوثان و أمرنا بصدق الحديث، وأداء 'الامانة، وصلة الرحم، و حسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهاناعن الفواحش،وقول الزور،وأكل مال اليتيم قذف و المحصنات،وأمرنا ان نعبدالله وحده لانشرك به شيئا ،وأمرنا بالصلوٰة والزكوٰة والصيام،فصدّقناه وامنّا به"(24)

' چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آ جائیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے"۔

اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں پھر واپس آ جائیں۔ نجاشی نے کہا! جو کلام الٰہی تمہارے رسول پر اترا ہے، کہیں سے پڑھو۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس کی داڑھی تربتر ہوگئی۔ جب نجاشی کے پاس موجود علماء نے یہ کلام سنا تو وہ بھی اتنا روئے کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ پھر کہا اللہ کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں، یہ کہہ کر سفراء قریش سے کہا: تم واپس جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا: جنابِ والا! آپ کو یہ بھی معلوم ہے یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ نجاشی نے ایک بار پھر مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں۔ مسلمانوں کو اب حقیقی فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو نجاشی عیسائی ہے، وہ ناراض ہوگا۔ تاہم صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا:

"نقول والله ما قال الله، وماجاء نا به نبينا"(25)

"قسم خدا کی! ہم وہی کہیں گے جو اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے"۔

---

(24) ابن ہشام، ارسال الی الحبشہ فی طلب المہاجرین الیھا، ۱/۳۷۳، المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح ۱۷۴۲، ۱/۳۳۳-۳۳۴

(25) ابن ہشام، ارسال قریش الی الحبشہ فی طلب المہاجرین الیھا، ۱/۳۷۳ المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/۳۳۴

جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے کہا: تم لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے فرمایا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے:

"ھو عبداللہ ورسولہ وروحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول" "عیسیٰؑ اللہ کے بندے، رسول، اس کی روح اور کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف ڈال دیا"۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اس ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ دربار میں موجود عیسائی علماء نجاشی کے طرزِ عمل سے سخت برہم ہوئے ☆ تاہم نجاشی نے ان کے غصہ کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ قریش کے سفیر بالکل ناکام واپس آئے۔ (26)

حبشہ میں صحابہ کرامؓ نے دعوتِ دین کے لئے جو اسلوب اختیار کیا اس کی ایک ہلکی سی جھلک حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی اس معرکۃ الآراء تقریر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے مخاطب نجاشی اور دیگر امراء کے مقام و مرتبہ کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہوئے اتنے مدلل، خوبصورت اور دلنشیں پیرائے میں اپنی دعوت کو پیش کیا کہ نہ صرف

---

(26) یہ تمام واقعات، سیرت ابنِ ہشام اور مسندِ احمد میں موجود ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور ابنِ ہشام کا سلسلہ سند بھی ایک ہے۔ محمد بن اسحاق، زہری، ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ بن الحرث بن ہشام مخزومی، ام سلمہؓ۔ یہ سب ثقہ راوی ہیں اور سب سے آخری راوی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ہیں جو خود اس واقعہ میں شریک تھیں اور اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں نہیں آئیں تھیں بلکہ اپنے پہلے شوہر ابو سلمہؓ بن عبدالاسد کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے گئی تھیں۔ (i) ☆ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق نجاشی نے اسلامی نقطۂ نظر کو جو پزیرائی بخشی ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے: "نجاشی فرقۂ طبیعت واحد کا (یعنی مانو فرائٹ) عیسائی تھا۔ اور ان دنوں اس فرقے اور یونان کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلافات تھے، آخر الذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں، انسانی اور خدائی بھی۔ ابرہہ جو (یمن میں) نجاشی کا نائب تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا بلکہ صرف مسیح اللہ۔ غالباً نجاشی کے بھی یہی عقائد ہوں گے۔ اور یہ مسلمانوں کے عقائد کے بہت مماثل ہیں"۔ (ii)

(i) ابنِ ہشام، ارسال قریش الی الحبشہ فی طلب المہاجرین، ۱/۳۷۳۔۳۷۵
المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/۳۳۲۔۳۳۴

(ii) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: "رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی" دار الاشاعت کراچی، 1987ء، ص 127

Marfat.com

قریشی سفیر اپنے مشن میں مکمل طور پر ناکام ہوئے بلکہ سرزمینِ حبشہ میں مسلمانوں کے لئے حالات مزید سازگار ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ کی حق وصداقت پر مبنی گفتگو سے نجاشی اور اس کے درباری اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے اس وقت تک کے نصابِ دعوت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً حبشہ میں مسلمان توحید ورسالت کے علاوہ ان ہی اخلاقی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہوں گے۔ جن کا ذکر حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ حبشہ میں مسلمانوں کے اسلوبِ دعوت کا یہ پہلو بھی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ مشکل ترین لمحات میں انہوں نے بنیادی عقائد پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور اس معاملہ میں بڑا واضح اور دوٹوک موقف اختیار کیا۔ مسلمانوں کے اسی اسلوبِ دعوت کی بنا پر نہ صرف نجاشی بلکہ کئی دیگر لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ مہاجرینِ حبشہ کی بدولت دعوتِ اسلام حبشہ میں اس قدر عام ہوئی کہ اس سے نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے درباری بھی متاثر ہوئے۔ ملک حبشہ کے عیسائیوں نے بھی اسلام کی تعلیمات سے آگاہی کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ وہاں سے بیس عیسائیوں کا ایک وفد مکہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ ایمان لے آئے۔ (27)

حبشہ میں مسلمانوں کی دیگر دعوتی سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی پرامن فضا اور سازگار ماحول سے ضرور استفادہ کیا ہوگا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں:

> "اب چونکہ تبلیغ کی آزادی تھی، اس لئے یہ مسلمان (مکے کے نومسلم مہاجر) حبشہ میں تبلیغ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند سالوں میں وہاں کافی تعداد میں یعنی کم از کم چالیس پچاس حبشی مسلمان

---

(27) ابن ہشام، ۱/۴۱۸

Marfat.com

ہو گئے''۔(28)

نجاشی کا قبولِ اسلام اس حقیقت کی سب سے بڑی گواہی ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں نے دعوتِ حق کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا ہوگا۔ جب نجاشی کے انتقال کی خبر مدینہ پہنچی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔(29)

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس چلے آئے جبکہ جو لوگ وہاں رہ گئے تھے ان کو واپس لانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو ایک خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کے خط کے جواب میں نجاشی نے لکھا:

"امابعد! فقد ارسلت الیک یارسول اللہ ﷺ من کان عندی من اصحابک المهاجرین من مکة الی بلادی، وها انا ارسلت الیک ابنی اریحا فی ستین رجلا من اهل الحبشة"(30)

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مہاجرین مکہ میں سے جو لوگ میرے پاس آئے تھے انہیں میں آپ ﷺ کی طرف بھیج رہا ہوں اور میں آپ ﷺ کی طرف اہل حبشہ میں سے بھی ساٹھ افراد کو اپنے بیٹے اریحا سمیت بھیج رہا ہوں"۔

حبشہ میں مسلمانوں کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے یہاں پر ایک روایت کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے واضح طور پر یہ اشارات ملتے ہیں کہ صرف مہاجرین حبشہ ہی نہیں بلکہ دیگر حبشی مسلمان بھی قبول اسلام کے بعد دعوت کا کام کسی نہ کسی سطح پر کرتے رہے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو مہاجرین حبشہ کو لانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تو اتفاق سے عمروؓ بن العاص، جو حبشہ آئے ہوئے تھے، نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کے دربار سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو عمرو بن العاص فوراً نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: جو شخص ابھی ابھی آپ کے دربار

---

(28) خطبات بہاولپور، ص:۴۰۳

(29) ابن ہشام، خروج الحبشہ علی النجاشی، ۳۷۹/۱، اسد الغابہ، تذکرہ اصحمہؓ، ۱۴۲/۱، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح:۳۸۷۷، ص:۶۵۱

(30) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: "الوثاق السیاسیۃ فی العهد النبوی والخلافۃ الراشدۃ" ص:۴۹، قاہرہ، 1941ء

سے نکل کر گیا ہے یہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کردوں۔ نجاشی یہ سن کر انتہائی غضبناک ہوا اور کہا:

"أتسألني ان أعطيک رسول رجل يأتيه الناموس الاكبر الذی كان ياتی موسیٰ لتقله! قال: قلت! ايها الملک، أكذاک هو؟ قال: ويحک ياعمرو! اطعني واتبعه، فانه والله لعلی الحق، وليظهرن علی من خالفه، كما ظهر موسیٰ علی فرعون وجنوده، قال، قلت: افتبايعنی له علی الاسلام؟ قال: نعم، فبسط يده، فبايعته علی الاسلام. (31)

"کیا تم مجھ سے قتل کرنے کیلئے ایسے انسان کے قاصد کو حوالے کرنے کی درخواست کرتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آتا تھا؟ اس پر عمرو بن العاص نے عرض کیا: اے بادشاہ! کیا یہ معاملہ ہے؟ نجاشی نے کہا: اے عمرو تیرا برا ہو! میری مان اور جا کر ان کی اتباع کرلو۔ خدا کی قسم! وہ بالکل حق پر ہیں، جس طرح موسیٰ، فرعون اور اس کی افواج پر غالب آئے تھے ٹھیک اسی طرح یہ بھی ان تمام لوگوں پر غالب آئیں گے جو انکے مخالف ہیں۔ (اب حق عمرو بن عاص پر واضح ہو چکا تھا) کہنے لگے! کیا آپ ان کی جانب سے اسلام پر میری بیعت لیں گے؟ چنانچہ نجاشی نے ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور واپس مکہ پلٹ گئے۔ کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، تاہم فتح مکہ سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان فرمایا۔ (32)

---

(31) ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص وخالدؓ بن الولید، ۳/ ۳۰۴، اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۴/ ۱۱۶

(32) ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص وخالد بن الولید، ۳/ ۳۰۴، اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۴/ ۱۱۶

Marfat.com

اس روایت سے یہ بات بہر حال واضح ہو جاتی ہے کہ حبشہ میں فروغِ اسلام میں مہاجرین کی کوشش کے علاوہ نجاشی اور دیگر حبشی مسلمانوں کے اثر و رسوخ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہوگا۔ اس لئے یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف وہی نہ تھی جو حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ حاضر ہوئے بلکہ یہ تعداد یقیناً اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور کتنے ہی نو مسلم وہ ہوں گے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مدینہ حاضری سے قاصر رہے۔

چنانچہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب 7ھ فتح خیبر کے موقع پر باقی ماندہ مسلمانوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس وفد میں وہ حبشی مسلمان بھی شامل تھے جو مہاجرین حبشہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے اور اب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سے بعض کے نام کتب رجال اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

حبشی مسلمانوں میں نجاشی کے بیٹے اریحا کے علاوہ اس کے دو بھتیجوں ذو دجن اور ذو مخبر کے نام بھی ملتے ہیں۔(33) ابنِ اثیر نے حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ میں بھی آٹھ حبشی مسلمانوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں بحیرؓ، ابرہہؓ، اشرفؓ، ادریسؓ، ایمنؓ، نافعؓ اور تمیمؓ (34) اس کے علاوہ حضرت تمامؓ، درید الراہبؓ، ذو مہدمؓ، ذو مناحبؓ اور عامر الشامیؓ کے نام بھی ملتے ہیں (35)

قبائل عرب کے لئے مبلغین کا تقرر

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کا مرکز زیادہ تر مکہ اور اس کی نواحی بستیاں ہی تھیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(33) اسد الغابہ، تذکرہ ذو مخبرؓ ۱۴۴/۲

(34) اسد الغابہ، تذکرہ ابرہہؓ ۴۴/۱

(35) یہ تمام نام اور ان کے حالات زندگی اسد الغابہ اور الاصابہ میں ان صحابہ کے تذکروں میں موجود ہیں۔

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ (36)

''اور اس طرح ہم نے وحی کے ذریعے عربی زبان میں قرآن اتارا تا کہ آپ اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں کو ڈرائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں ہے''۔

لیکن جب قریش مکہ کی طرف سے اسلام کی مخالفت میں مسلسل تیزی اور شدت آنے لگی تو آپ ﷺ نے دیگر قبائل عرب کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ دیگر قبائل میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ جس قبیلہ میں بھی دعوت وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ، زیدؓ بن حارثہ اور علی المرتضیٰؓ آپ ﷺ کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔

عبداللہؓ بن مسعود قبولِ اسلام سے قبل اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے دودھ طلب کیا۔ میں نے عرض کیا: مجھے امانت دار بنایا گیا ہے (یعنی مجھے دینے کا اختیار نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو ابھی تک حاملہ نہ ہوئی ہو؟ میں نے ایک ایسی ہی بکری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو دودھ اتر آیا، آپ ﷺ نے خود دودھ دوہا، خود پیا اور ابوبکرؓ کو بھی پلایا، پھر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو دودھ خشک ہو گیا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بھی یہ چیز سکھا دیں۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

يرحمك الله فانك عليم معلم (37)

''اللہ تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے۔ تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو''۔

---

(36) الشوریٰ، ۴۲: ۷ (37) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۳۵۸۷، ۱/ ۴۲۶

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے باہر کسی دور دراز مقام سے واپس لوٹ رہے تھے، جہاں آپ ﷺ یقیناً دعوت و تبلیغ کے سلسلہ ہی میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور ابو بکرؓ اس دعوتی مشن میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سفر کی طوالت کے باعث ہی آپ ﷺ نے پیاس کی شدت کے ہاتھوں مجبور ہو کر عبد اللہؓ بن مسعود سے دودھ طلب فرمایا ہوگا۔

بعض روایات میں مزید وضاحت ملتی ہے کہ اس نوعیت کی مہمات میں نہ صرف صدیق اکبرؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے بلکہ لوگوں سے آپ ﷺ کا تعارف بھی کرواتے تھے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے:

اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو قبائل عرب کو دعوت دینے کا حکم دیا تو رسول اللہ ﷺ دعوت و تبلیغ کے لئے نکل پڑے اور ابو بکر صدیقؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ مختلف قبائل کی قیام گاہوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک مجلس میں پہنچے جس پر سکون اور وقار کے آثار نمایاں تھے۔ ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھے اور انہیں سلام کیا اور ابو بکرؓ نیکی کے ہر کام میں سبقت کرنے والے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ نے ان سے پوچھا: آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بنی شیبان بن ثعلبہ میں سے ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا: غالباً آپ لوگ سن چکے ہوں گے کہ یہاں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ یہی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ (38)

عبد اللہ بن والصبہ العبسی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ہم جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ میں خیمہ زن تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دعوتِ اسلام دی۔ (39)

---

(38) ابن کثیر، "البدایۃ" ۱۴۲/۳، ایضاً، "السیرۃ النبویۃ"، ۱۶۹/۲
الہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین "کنز العمال" فضائل ابی بکر الصدیقؓ، ۳۱۹/۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت

(39) ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل ابن عمر "السیرۃ النبویۃ"، ۱۷۱/۲، دار المعارفۃ، بیروت، 1976ء

اسی طرح جس وقت رسول اللہ ﷺ اہل طائف کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت بھی حضرت زید بن حارثؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (40)

ان چند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں بھی دعوتی و تبلیغی مشن پر جاتے تو صدیق اکبرؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے علاوہ حضرت علیؓ باوجود اپنی طفولیت کے آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

مکی دور میں بعض قبائل کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کیلئے صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری دعوتی زندگی کا یہ اصول رہا ہے کہ جو شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا، آپ ﷺ اسے اس کے قبیلے، خاندان اور افرادِ خانہ کے لئے مبلغ مقرر فرما دیتے تھے۔ خصوصاً مکی دور میں اسلام کی جس قدر اشاعت ہوئی اس میں انفرادی دعوت کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔

ذیل کی سطور میں ان صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل اپنے اپنے قبائل میں دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ ابو موسیٰ الاشعریؓ قدیم الاسلام صحابی تھے جنہوں نے مکہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (41)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی قوم کے کثیر لوگوں نے ان کے زیر اثر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ کا اپنا بیان ہے کہ جب ہمیں یمن میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو میں اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا تا کہ ہم بارگاہِ رسالت میں شرفِ باریابی حاصل کریں لیکن سمندری طوفان ہمیں حبشہ لے گیا جہاں سے ہم حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ہمراہ واپس آئے اور اس وقت خیبر کے سارے قلعے فتح ہو چکے تھے۔ (42)

---

(40) ابن کثیر "البدایہ"، ۱۴۴/۳

(41) اسد الغابہ، عبداللہؓ بن قیس ابو موسیٰ اشعریؓ، ۲۴۵/۳

(42) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ، ح: ۳۸۷۶، ص: ۶۵۱
المستدرک، مناقب ابی موسیٰ الاشعریؓ ۴۶۴/۳ اسد الغابہ، تذکرہ ابو موسیٰ الاشعریؓ، ۳۰۸/۵

Marfat.com

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ واپس اپنے قبیلے میں جا کر مسلسل دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے ہوں گے اور آپؓ کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف پچاس افراد تو وہ تھے جو مدینہ کے ارادہ سے آپؓ کے ساتھ آئے۔

ضمادؓ ازدی کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ازدشنوءۃ، عرب کے نامور قبیلوں میں سے ایک مشہور قبیلہ تھا اس کے ایک رئیس ضمادؓ ازدی مکہ مکرمہ آئے وہ ان مریضوں کو دم کرتے تھے جنہیں آسیب یا جنات کی تکلیف ہوتی تھی۔ اسے یہاں کے چند احمقوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ انہیں آسیب کی شکایت ہے، وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، انہیں غشی کے دورے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک نئے مذہب کا پروپیگنڈا بھی بڑے زور و شور سے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سارے شہر میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔ ایسے بیماروں کے لئے تیرا دم بڑا اکسیر ہے۔ اگر تم ان کو دم کر دو تو تیرے دم سے وہ صحت یاب ہو جائیں گے، اس طرح تمام قوم تیری شکر گزار ہوگی۔ انہوں نے دل میں طے کیا کہ اگر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں ضرور اسے دم کروں گا، شائد اللہ تعالیٰ اسے میرے ذریعہ شفایاب کر دے۔ چنانچہ اس نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو حرم کے صحن میں بیٹھے دیکھا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میرے پاس آسیب کا بڑا مجرب دم ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے میرے دم سے صحت بخش دیتا ہے۔ کیا آپ ﷺ کی مرضی ہے کہ میں آپ ﷺ کو دم کروں؟ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ یوں گویا ہوئے:

"ان الحمد للہ، نحمده و نستعينه من يهدى الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادی له و اشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك له و ان محمدا عبده و رسوله"

ضمادؓ یہ کلمات سن کر بے خود ہو گئے اور عرض کی ایک بار پھر دہرائیے۔ رسول اللہ

ﷺ نے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔ انہیں سننے کے بعد ضمادؓ کہنے لگے:

لقد سمعت قول الكهنة، وقول السحرة، وقول الشعراء، فما سمعت مثل كلماتك هؤلآء، هات يدك ابا يعك على الاسلام	''میں نے کاہنوں اور جادوگروں کے اقوال سنے ہیں، شعراء کے اشعار سنے ہیں لیکن میں نے آپ ﷺ کے ان کلمات کی مثل کوئی کلام نہیں سنا۔ ہاتھ آگے بڑھایئے تا کہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا ان سے بیعت لی اور پھر فرمایا: یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے نہیں بلکہ تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے۔ انہوں نے کہا بیشک یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی قبول فرمائیں۔ (43)

بعد کے دور میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس کا گزر قومِ ضمادؓ پر ہوا۔ امیر لشکر نے پوچھا: کیا تم میں کسی نے اس قوم سے کچھ لیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا! ہاں، میں نے ایک لوٹا لیا ہے۔ امیرِ لشکر نے کہا واپس کر دو، یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے۔ (44)

اس روایت سے بالجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ضمادؓ کی قوم ان کے زیرِ اثر اسلام قبول کر چکی تھی اور یہ چیز صحابہ کرامؓ کے علم میں تھی۔ اس لئے امیرِ لشکر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ چونکہ یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے جو مسلمان ہو چکی ہے اور مسلمان کا مال لوٹنا جائز نہیں اس لئے ان کا مال واپس کر دیا جائے۔

طفیلؓ بن عمرو کی دعوتِ اسلام

حضرت طفیلؓ بن عمرو الدوسی ہجرت سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو دل پہلے ہی نورِ ایمان سے لبریز ہو چکا تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد خود ہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری قوم میں میری چلتی ہے میں ان کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت

(43) اسد الغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی ۴۲-۴۱/۳،
الاصابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی ۲۱۰/۲

(44) اسد الغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی ۴۲-۴۱/۳

Marfat.com

دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

فلما هاجر النبي ﷺ الى المدينة هاجر اليه الطفيل بن عمرو ،وهاجر معه رجل من قومه (45)	''جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت طفیلؓ بن عمرو نے بھی اپنی قوم کے ایک مہاجر کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی''

اس روایت سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اثر سے بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن ابن ہشام اور ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی خدمتِ اقدس سے پلٹ کر مسلسل اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ شرفِ ہجرت حاصل کیا اور یہ تمام لوگ ان ہی کے زیرِ اثر مسلمان ہوئے تھے۔ (46) دوس کا وفد بارگاہِ رسالت میں 7 ھ میں حاضر ہوا۔ (47)

ابوذر غفاریؓ کی قبیلہ غفار کو دعوت

حضرت ابوذر غفاریؓ فطرتاً نیک سیرت انسان تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

فهل انت مبلغ عني قومك ؟ عسى الله ان ينفعهم بك ويأجرك فيهم (48)	''کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہو؟ شاید تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو نفع دے اور تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے''۔

---

(45) المسند ،مسند جابرؓ بن عبداللہ ، ح: ۱۴۶۵۴، ۳۴۹/۴

(46) ابن ہشام ،قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو دوسی 423/1
اسد الغابہ ،تذکرہ طفیلؓ بن عمرو الدوسی ،۳/ ۵۴

(47) ابن سعد ,وفدِ دوس ،۱/ ۳۵۳

(48) صحیح مسلم ,کتاب فضائل الصحابۃ ،باب من فضائل ابی ذرؓ ،ح: ۶۳۵۹ ،ص ۱۰۸۶، ۱۰۸۸

Marfat.com

چنانچہ واپسی پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے سب سے پہلے اپنے بھائی انیس کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ماں کو مائل بہ اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ پھر آپؓ نے تمام قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ نصف لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ہجرت کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوذرؓ کی دعوتی سرگرمیوں نے دوسرے قبائل کو بھی متاثر کیا چنانچہ قبیلہ غفار کے متصل ہی بنو اسلم کا قبیلہ آباد تھا۔ وہ لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہیں اس پر ہم بھی اسلام لاتے ہیں آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

غفار غفر اللہ لھا و اسلم سا لمھا اللہ(49) ''اللہ تعالیٰ غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے''

مصعب بن عمیر کا اہلِ مدینہ کے لئے بطور مبلغ تقرر

11 نبویؐ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

ابعث الینا رجلا یفقھنا فی الدین ویقرئنا القرآن(50) ''(یا رسول اللہ ﷺ) ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے''

چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے:

فلما انصرف عنہ القوم ،بعث رسول اللہ ﷺ معھم مصعبؓ بن عمیر وأمرہ ان یقرئھم القرآن، ویعلمھم الاسلام،ویفقھم فی الدین(51) ''جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں''۔

---

(49) ایضاً (50) الوثائق السیاسیۃ،ص:۱۰

51) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر ۲/۴۷۔۴۸

Marfat.com

سرزمین مدینہ کو دارالہجرت کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور یہ ایسی سرزمین تھی جسے جلد ہی مرکزِ اسلام بننا تھا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینہ کی سرزمین میں دعوت کا کام منظم انداز میں کیا جائے تاکہ ہجرت عامہ سے سرزمینِ مدینہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کیلئے ایک محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ جب انصار مدینہ نے ایک معلم ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعبؓ بن عمیر پر پڑی جو ہجرت حبشہ کے کٹھن مراحل سے گزر کر کندن بن چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ان جانثاروں میں سے تھے جو اسلام کی خاطر ہر مصیبت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کو ان کے متعلق یہ اعتماد بھی تھا کہ وہ دعوت کے ہر اسلوب سے واقفیت رکھنے والوں میں سے ہیں اور مخاطب کو متاثر کرنے کا ہر ڈھنگ جانتے ہیں۔

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتے ہیں:

> ''یہ نوجوان مومنین اولین میں سے تھے اور ابھی حبشہ سے واپس آئے تھے، اس وجہ سے ان کو بہت کچھ تجربہ حاصل تھا۔ انہوں نے اعدائے دین کے ہاتھوں جو ظلم وستم برداشت کئے تھے، اس سے ان میں نہ صرف متانت اور سنجیدگی پیدا ہوگئی تھی بلکہ انہوں نے یہ بھی سیکھ لیا تھا کہ ظلم وتعدی کا کس طرح مقابلہ کرنا چاہیئے اور ان لوگوں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیئے جو اسلام کی تعلیم کو سمجھے بغیر اسے مطعون کرتے ہیں۔ لہذا رسول اکرم ﷺ نے کامل بھروسے کے ساتھ نومسلموں کی تعلیم وتربیت اور یثرب کی سرزمین میں نخل اسلام کی آبیاری کا مشکل کام مصعبؓ بن عمیر کے سپرد فرما دیا''۔ (52)

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی حضرت مصعبؓ بن عمیر کے تقرر کی حکمت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(52) آرنلڈ، ٹی، ڈبلیو، ''دعوت اسلام''، ص: ۲۷، محکمہ اوقاف، حکومتِ پنجاب، لاہور، 1972ء

Marfat.com

''کبار صحابہؓ اور سابقین اولین میں سے حضرت مصعبؓ بن عمیر عبدری کا انتخاب ظاہر ہے کہ ان کی سبقتِ اسلام اور شخصی وجاہت کے سبب نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً سابق صحابی تھے اور انہوں نے اسلام کیلئے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ لیکن ان سے کہیں زیادہ سبقت اور قربانی کا شرف رکھنے والے صحابہ موجود تھے۔ ان کا انتخاب محض اس بناء پر کیا گیا تھا کہ وہ مجموعی اعتبار سے اس منصبِ گرامی کیلئے موزوں ترین تھے۔ وہ پاسداران کعبہ کے خاندان کے ایک متمول خانوادہ عبدالدار کے فرد ہونے کے علاوہ اسلام کے وفادار و جانثار، ثابت قدم اور ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے۔ جو اسلام کا پیکرِ دلنواز ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ان کی یہی مجموعی صفاتِ حمیدہ تھیں جنہوں نے ایک مختصر عرصہ میں اسلام کے قدم مدینہ منورہ میں مضبوطی سے جما کر ہجرت کی راہ ہموار کر دی'' (53)

مصعبؓ بن عمیر کی دعوتی سرگرمیاں / اسلوبِ دعوت

حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ پہنچ کر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہو گئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن اور اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گو لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تو نماز اور تلاوت قرآن کیلئے ان کو کبھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے ہاں جمع کیا کرتے۔ ایک روز مصعبؓ بن عمیر حسبِ معمول بنی ظفر کے ہاں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر سے کہا کہ اس داعیٔ اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو جو یہاں آ کر ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر اسعدؓ بن زرارہ سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا (سعدؓ بن معاذ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سن کر اسیدؓ بن حضیر نے نیزہ اٹھایا اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اسعدؓ بن زرارہ کے پاس آ کر ان کو خوب گالیاں دیں اور پھر انتہائی درشت لہجہ میں کہا:

''تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ تم ہمارے کمزور

---

(53) یٰسین مظہر صدیقی، پروفیسر، ''عہد نبوی کا نظامِ حکومت''، ص: ۹۴، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، ۱۹۹۵ء

اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتے ہو اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ"۔

اس قدر ناروا اور درشت گفتگو کے باوجود حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بڑی نرمی سے فرمایا:

"آپ تشریف تو رکھیں اور ہماری بات سنیں۔ اگر کوئی بات معقول اور آپ کی مرضی کے مطابق ہو تو قبول کر لیجئے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے"۔

اسیدؓ بن حضیر نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور ان کی بات کو غور سے سننے لگے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور پھر اسلام کے عقائد و محاسن کو اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید بن حضیر کا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور بے تاب ہو کر کہنے لگے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔ اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعبؓ نے فرمایا:

"غسل کیجئے، پاک صاف ہو جایئے، کپڑے بھی پاک صاف کر لیجئے اور اس کے بعد حق کی گواہی دیجئے اور نماز ادا کیجئے"۔

چنانچہ اسیدؓ کھڑے ہو گئے غسل کیا، کپڑے پاک کئے، کلمہ توحید پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر کہنے لگے میرے پیچھے ایک شخص ہے اگر اس نے بھی تمہاری پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی فرد اسلام سے باہر نہ رہے گا۔ میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سعد بن معاذ ہے۔ پھر اپنا نیزہ لیا اور سعد اور ان کی قوم کی جانب واپس گئے۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا! میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اسیدؓ جس حالت میں گیا تھا اس سے بالکل جدا حالت میں واپس آ رہا ہے، جب وہ آ کر مجلس میں کھڑے ہو گئے تو سعد نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی۔ واللہ مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ جیسا تم پسند کرو ہم ویسا ہی کریں گے۔ البتہ مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ، اسعدؓ بن زرارہ کو قتل کر کے تمہیں ذلیل کرنا

Marfat.com

چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ غصے سے بھرے ہوئے بڑی تیزی سے اٹھے کہ کہیں بنی حارثہ ان کو واقعتاً قتل ہی نہ کر دیں پھر ان کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور تیزی سے ان دونوں کی طرف گئے۔ سعد بن معاذ نے دیکھا کہ وہاں حالات بالکل ٹھیک ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ اسیدؓ نے یہ حیلہ فقط اس لئے کیا ہے تا کہ مجھے ان لوگوں کی باتیں سنوائی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اسعدؓ بن زرارہ سے کہا:

''اے ابوامامہؓ! سنو! اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تمہیں یہ جرأت قطعاً نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلّہ میں آ کر ایسی باتیں کرتے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں''۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کی گفتگو اور گالی گلوچ کو بڑے تحمل کے ساتھ سنا اور بڑی نرمی سے کہا: کیا آپ تشریف رکھ کر ہماری کچھ بات بھی سنیں گے؟ اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ کو پسند آئے تو اسے قبول کر لیجئے گا اور اگر اسے ناپسند کریں تو ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور کر دیا جائے گا۔ سعد بن معاذ نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی۔ اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے پھر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کا نقشہ کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ وہ فوراً ہی مسلمان ہو گئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ اور قوم کی طرف آئے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

جب ان کی قوم بنی عبدالاشہل نے انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم سعدؓ بن معاذ بالکل مختلف انداز میں تمہاری طرف لوٹ رہے ہیں۔ جب وہ قوم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم اپنے درمیان مجھے کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا! آپ ہمارے سردار، ہم سب سے زیادہ خویش پرور، بہترین رائے والے اور بڑی عقل والے ہیں، انہوں نے کہا! تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ اور پھر شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ بنی عبدالاشہل نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے زیر اثر اسلام قبول کر لیا۔ (54)

(54) ابن ہشام، اول جمعہ اقیمت بالمدینۃ ۲/۴۹۔۱۵۰ اسد الغابہ، تذکرہ مصعبؓ بن عمیر ۴/۳۶۹

Marfat.com

حضرت مصعبؓ بن عمیر کا رسول اللہ ﷺ سے مسلسل رابطہ تھا اور آپؓ نبوی ہدایت کے مطابق ہی تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط موصول ہوا کہ وہ یہود کے ہفتہ وار اجتماع کے مقابلے میں جمعہ کے دن زوال کے بعد مسلمانوں کو جمع کریں اور ان کو دو رکعت نماز پڑھائیں۔

اما بعد! فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیھود بالزبور لسبتھم، فاجمعوا نساء کم، وابناء کم فاذا مال النھار عن شطرہ عندالزوال من یوم الجمعۃ فتقرّبوا الی اللہ برکعتین(55)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کو رسول اللہ ﷺ نے 11 نبوی میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ کے ہمراہ دعوت وتبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ میں کم وبیش ایک سال تک مقیم رہے اور اگلے سال 12 نبوی میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بہتّر انصار صحابہ کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس دوران آپؓ نے مدینہ میں دعوت وتبلیغ کا کام اتنے احسن انداز میں کیا کہ اوس وخزرج کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہر طرف اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے لگا۔ مختصر وقت میں دعوت کے میدان میں اتنی بڑی اور اہم کامیابی کی بڑی وجہ وہ اسلوبِ دعوت ہے جس کی بناء پر آپ نے اہلِ مدینہ کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ذیل کی سطور میں آپؓ کے اسلوبِ دعوت کے اہم نکات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

1- حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کی دعوت لے کر خود کوچہ کوچہ اور گلی گلی گئے اور یہ انتظار نہیں فرمایا کہ لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں۔ بلکہ آپؓ مختلف محلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔

2- آپؓ نے دعوت وتبلیغ کا کام محض اللہ ورسول ﷺ کی رضا کی خاطر کیا۔ آپؓ کے اس خلوص اور للّٰہیت کی بنا پر بھی لوگ متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے۔

3- حضرت مصعبؓ بن عمیر کے طریق دعوت کی ایک اہم خصوصیت دعوت بالقرآن

(55) السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ "الروض الانف"، فصل فی تجمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ الجمعۃ...۲۷۰/۱

Marfat.com

بھی ہے۔ جیسا کہ آپؓ نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ، کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو دونوں حضرات قرآن کی تعلیمات اور اس کے اسلوبِ بیان سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ اسیدؓ بن حضیر نے قرآن سنا تو بول اٹھے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔

-4 اگر مخاطب سے ایسے انداز میں بات کی جائے جو براہِ راست دل اور عقل کو متاثر کرنے والی ہو تو داعی کے لئے اپنا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کی دھمکیوں اور گالیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی معقول اور متاثر کرنے والی بات کہی، یعنی ان سے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور ہماری بات سنیں اگر کوئی بات معقول اور آپ کی پسند کے مطابق ہو تو قبول کر لیجئے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے''۔ آپؓ نے اس انداز سے درحقیقت اپنے مخاطبین کی عقل اور دل کو متاثر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل اور عقل ہی ہے۔ لہذا اگر داعی دل اور عقل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ یقینی طور پر اپنے مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر نے یہ بات کہی تو دونوں سرداروں کا ایک ہی جواب تھا!''تم نے انصاف کی بات کہی ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد دونوں وہاں سے اسلام قبول کر کے ہی اٹھے۔

-5 حضرت مصعبؓ بن عمیر نے دعوت و تبلیغ میں نرمی اور تحمل مزاجی کے اسلوب کو اختیار فرمایا۔ جس کی بناء پر اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ جیسے درشت مزاج لوگوں کو بھی حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس کے نتیجہ میں بالآخر سعدؓ بن معاذ نے اپنے پورے قبیلے کو بھی مسلمان بنالیا۔

قبل از ہجرت مدینہ میں نقباء اور انصار صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

دعوت و تبلیغ کے حوالے سے مکی اور مدنی دور ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ مکی دور کے آخری ایام میں کفار مکہ کی طرف سے مخالفت اور عداوت اس قدر بڑھ گئی

Marfat.com

کہ اب آپ ﷺ کیلئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کے لئے مکہ مکرمہ میں رہنا اور دعوت و تبلیغ کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔ علاوہ ازیں تیرہ سالہ مکی دور سے حاصل شدہ کامیابیوں کو کسی منطقی انجام سے ہمکنار کرنے کے لئے اسلام کو ایک مرکز کی اشد ضرورت تھی جہاں مسلمان اسلام کو ایک ضابطۂ حیات کے طور پر اپنا سکیں۔

انصار میں اسلام کی ابتداء

جس کی بظاہر یہ صورت پیدا ہوئی کہ 10 نبوی کے موسم حج میں جب رسول اللہ ﷺ مختلف قبیلوں کی خیمہ گاہوں پر دعوت و تبلیغ کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ کا گزر یثرب (مدینہ) سے آئے ہوئے بنو خزرج کے چھ خوش نصیب افراد پر بھی ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، قرآن سنایا اور انہیں ایمان لانے کے فوائد سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے یثرب کے یہود سے نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق سن رکھا تھا۔ اس لئے انہوں نے دیکھتے ہی آپ ﷺ کو پہچان لیا اور ایمان لے آئے۔ اس وفد میں اسعدؓ بن زرارہ، عوفؓ بن الحارث، رافعؓ بن مالک بن عجلان، قطبہؓ بن عامر عقبہ بن عامر اور جابرؓ بن عبداللہ بن رباب تھے۔ (56)

قبولِ اسلام کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وعدہ کے ساتھ اجازت لی کہ اگلے سال پھر اسی موسم میں اسی مقام پر ملیں گے، نیز آپ ﷺ کی دعوت کو آگے پہنچائیں گے۔ ابنِ ہشام کا بیان ہے:

فلما قدموا المدينه الى قومهم ذكروا لهم رسول الله ﷺ و دعو هم الى الاسلام حتى فشا فيهم ،فلم يبق دار من دور الانصار الا وفيها ذكر من رسول الله ﷺ (57)	"جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے تو ان سے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ ان میں بھی اسلام پھیل گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو"۔

(56) ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار ۲/۴۲-۴۳ زاد المعاد ۲/۴۵

(57) ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۲/۴۴

Marfat.com

بیعتِ عقبہ اولیٰ 11 نبوی

آئندہ سال یہ لوگ حسب وعدہ مزید چھ افراد معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، ذکوان ؓبن قیس، عبادہؓ بن صامت، یزیدؓ بن ثعلبہ، عباسؓ بن فضلہ اور عویمؓ بن ساعدہ کے ساتھ آئے رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کا بیان ہے:

كنت فيمن حضر العقبة الاولىٰ، وكنا اثني عشر رجلا، فبايعنا رسول الله ﷺ على بيعة النساء على ان لا نشرك بالله شيئا، ولا نسرق، ولا نزني، ولا نقتل اولادنا، ولا نأتي ببهتان نفتريه بين ايدينا وارجلنا، ولا نعصيه في معروف، فان وفيتم فلكم الجنة، وان غشيتم من ذالك شيئا فأمر كم الى الله ان شاء عذبكم وان شاء غفر لكم (58)

''میں ان لوگوں میں سے تھا جو بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر حاضر تھے، ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عورتوں جیسی بیعت کی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اور جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے۔ اور آپ ﷺ کی نیکی کے کاموں میں مخالفت اور نافرمانی نہ کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے بددیانتی کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے تو تمہیں سزا دے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے''۔

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو بھیجا اور انہیں حکم دیا ''ان لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اسی لئے مصعبؓ بن عمیر کا نام ''مقری المدینۃ'' پڑ گیا تھا''۔(59)

---

(58) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح:۲۲۲۴۸، ۶/۴۴۱ ایضاً........ح:۲۲۱۹۴، ۶/۴۳۱۔۴۳۲

(59) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر، ۲/۴۸

ابن قیم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو بھی بھیجا یہ دونوں ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے۔لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ بھی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے (60) چنانچہ سعدؓ بن معاذ کے اثر سے بنی عبدالاشہل اور اسیدؓ بن حضیر کے اثر سے تمام قبیلہ اوس نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے:

اول من قدم علینا مصعبؓ بن عمیر وابن ام مکتوم وکانوا یقرؤن الناس. (61)

''سب سے اول جو ہمارے پاس آئے وہ مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ تھے یہ دونوں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے''

جب مدینہ میں اسلام پوری طرح پھیل گیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر واپس مکہ تشریف لے آئے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ 12 نبوی

اگلے سال بہتر انصاری مسلمان موسم حج میں مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بمقام عقبہ چھپ کر ملاقات کی۔آپ ﷺ نے اس گروہ میں سے بارہ افراد کا بطور نقیب انتخاب فرمایا جن کے نام خود انصار نے پیش کئے تھے۔ان میں نو کا تعلق قبیلہ خزرج اور تین کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ناموں کی تفصیل یہ ہے۔(قبیلہ خزرج سے) اسعدؓ بن زرارہ،سعدؓ بن ربیع،عبداللہؓ بن رواحہ،رافعؓ بن مالک،براءؓ بن معرور،عبداللہؓ بن عمرو بن حرام،عبادہؓ بن الصامت،سعدؓ بن عبادہ،المنذرؓ بن عمرو بن خنیس (قبیلہ اوس سے) اسیدؓ بن حضیر،سعدؓ بن خثیمہ،رفاعہؓ بن عبدالمنذر ☆،(62)

(60) زادالمعاد، ۴۷/۳ اسد الغابہ،تذکرہ مصعبؓ بن عمیر، ۳۶۹/۴

(61) صحیح بخاری،کتاب مناقب الانصار،باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ،ح:۳۹۲۵،ص:۶۶۲
ایضا، کتاب التفسیر،سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ،ح:۴۹۴۱،ص:۸۸۲
المسند،حدیث البراءؓ بن عازب،ح:۱۸۰۴۱، ۳۶۰/۵

(62) ابن ہشام،امر العقبۃ الثانیۃ،۵۶/۲۔۵۷ ☆ابن سعد کی روایت میں رفاعہؓ بن عبدالمنذر کی بجائے ابوالہیثمؓ بن تیہان کا نام ملتا ہے۔(i) (i)ابن سعد،ذکر العقبۃ الاولیٰ،۲۲۰/۱

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے نقباء کو مقرر کرتے وقت اپنے قبائل میں ان کے اثر ورسوخ اور مقام ومرتبہ کو پیشِ نظر رکھا اس کے علاوہ یہ افراد اپنے ذاتی خصائل اور تقدم ایمانی کی وجہ سے بھی یقینی طور پر اس ذمہ داری کے اہلِ تھے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں انصار کے نمائندہ افراد سے یہ عہد لیا۔

تبايعوني على السمع والطاعة في النشاط والكسل، وعلى النفقة في العسر واليسر، وعلى الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، وعلى ان تقولوا في الله لا تأخذكم فيه لومة لائم، وعلى ان تنصروني اذا قدمت يثرب، فتمنعوني مما تمنعون منه انفسكم وازواجكم وابنائكم ولكم الجنة. (63)

”تم چستی اور سستی ہر حال میں میری بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرو،اور تنگی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر،اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے پر،اور اس بات پر کہ حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو گے،اور اس بات پر کہ جب میں یثرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے اورتم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی جانوں،بیویوں اور اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے“۔

---

(63) المسند، مسند جابرؓ بن عبداللہ، ح:۱۴۲۴۳،۴/۹۲۷ (64) ابنِ سعد، ذکر النقباء الاثنی عشر رجلا.... ۳/۶۰۳ ☆ صاحب تاج العروس نے نقیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”النقیب شاھد القوم وراس ھم یفتش احوالھم ویعرفھا۔۔۔۔۔۔وقیل النقیب الرئیس الاکبر“ (i) ”نقیب قوم کا شاہد وسردار ہوتا ہے۔اس لئے وہ قوم کے حالات کی چھان بین کرتا ہے اور ان کے حالات سے حکومت کو باخبر رکھتا ہے۔۔۔۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقیب بڑا سردار ہوتا ہے۔نقیب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وانما قيل للنقيب نقيب لا نه يعلم دخلية امر القوم ويعرف منا قبهم و هو الطريق الى معرفة امور هم“ (ii) ”نقیب کو نقیب اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قوم کے اندرونی حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے (حکومت) کو متعارف کراتا ہے اور قوموں کے حالات کو سمجھنے کا یہی طریقہ ہے“ نقباء کا ذکر ہمیں سابقہ اقوام میں بھی ملتا ہے۔قرآن حکیم نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے عہد میں نقیبوں کا ذکر کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (iii) اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کئے“ (i) الزبیدی، محمد بن محمد الحسینی، ”تاج العروس“، فصل النون من الباب الباء، ”نقب“ ۱/۴۹۲، دار الفکر، بیروت (ii) ایضاً (iii) المائدہ، ۵:۱۲

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ان تمام پر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھے، ''نقیب النقباء'' ☆ مقرر فرمایا۔ (64)

جہاں تک ان نقباء کے فرائض کا تعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر نقیبوں کو ان کے فرائض سے اس طرح آگاہ فرمایا:

انتم علی قومکم بما فیھم کفلاء ککفالة الحواریین لعیسیٰ بن مریم، وانا کفیل علی قومی ، قالوا! نعم (65) ''تم اپنی قوم کے معاملات کے اس طرح ذمہ دار ہو جس طرح عیسیٰ بن مریم کے حواری ذمہ دار تھے۔ اور میں بھی اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں ،لوگوں نے اقرار کیا کہ ٹھیک ہے''۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کی ذمہ داریاں ان نقیبوں کو سونپی گئی تھیں۔ لیکن سب سے اہم فریضہ جو یہ نقباء انجام دیتے تھے، وہ تربیت اور تہذیب نفس کا فریضہ تھا۔ یہ لوگ اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کی اخلاقی تربیت اور تزکیہ نفس کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، جو ان بارہ نقیبوں میں سے ہی ایک تھے، کی تربیتی مجلس مؤرخین کے ہاں مجالس ایمان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے انداز تربیت کو کبھی نہیں بھول سکتا، وہ جب مجھے ملتے تو بہت شفقت کے ساتھ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے:

یا عویمرؓ! اجلس فلنؤمن ساعة فنذکر اللّٰہ ماشاء ثم یقول :یا عویمرؓ! ھذہ مجالس الایمان (66) ''میرے عزیز عویمرؓ! آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کریں، پس ہم اللہ کا ذکر کرتے پھر وہ فرماتے: اے عویمرؓ! یہ ایمان کی مجالس ہیں''۔

حضرت اسعد بن زرارہ نے اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کردیا انہوں نے مدینہ منورہ میں اشاعتِ اسلام اور دعوت وارشاد کا کام بڑی جدوجہد، انتہائی خلوص اور جذبہ کے ساتھ کیا، انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مدینہ منورہ میں اسلام بہت تیزی

---

(65) البدایہ، ۱۶۲/۳ ابن سعد، ذکر العقبۃ الاخرۃ، ۲۲۳/۱ (66) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن رواحہ، ۱۵۷/۳ (67) ابن ھشام، اول جمعہ اقیمت بالمدینۃ، ۴۸/۲

Marfat.com

کے ساتھ پھیل گیا۔ابن ہشام کی روایت ہے کہ مدینہ میں جمعہ کا اہتمام بھی انہیں کے زیرنگرانی تھا اور وہی اس کے بانیوں میں سے تھے۔ (67)

رافع بن مالک بن عجلان بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شامل تھے۔ یہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں رہتے تھے یہ پہلے شخص تھے جو مدینہ میں سورہ یوسف لے کر آئے جب سورہ طٰہٰ نازل ہوئی تو انہوں نے اس سورت کو لکھا اور مدینہ لے آئے اور پھر بنی زریق کو اس کی تعلیم دی (68)

ابنِ اثیر انصار کی ہمہ گیر اور بھرپور دعوتی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلما قدموا المدینة ذکروا لقومهم الاسلام و دعوهم الیه ففشافیهم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفیها ذکر من رسول الله ﷺ. (69)

''جب وہ واپس مدینہ پلٹے تو اپنی قوم سے اسلام کا تذکرہ کیا اور ان کو اسلام کی طرف بلایا پس ان میں اسلام اس طرح پھیل گیا کہ انصار کے گھرانوں میں سے کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو''۔

بیعتِ عقبہ سے پلٹنے والے انصارِ مدینہ نے دعوت کے کام کو بڑی عمدگی سے انجام دیا چنانچہ ان کی ہمہ گیر کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بہت جلد مدینہ کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہونے لگا نقباء انصار اور دیگر مسلمانوں نے بھی فروغِ دعوت میں بھرپور حصہ لیا۔لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے حالات کے مطابق مختلف اسالیب دعوت اختیار کئے۔

ابن ہشام نے حضرت معاذؓ بن عمرو، جو کہ خود بیعتِ عقبہ میں شامل تھے، کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر کیا ہے، حضرت معاذؓ بن عمرو کے والد عمرو بن الجموع بنو سلمہ کے سردار تھے اور بت پرستی کے مرض میں مبتلاء تھے۔عرب میں چونکہ شرک کا اصلی مظہر بت ہی تھے۔اس لئے صحابہ کرامؓ نے قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے راہِ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا۔

عرب میں دستور تھا کہ سردارانِ قبائل خاص اپنے لئے بت بناتے تھے اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے چنانچہ اسی روایت کے مطابق عمرو بن الجموع نے لکڑی کا ایک بت بنوا کر

---

(68) اسد الغابہ، تذکرہ رافع ؓ بن مالک بن عجلان، ۲/۱۵۷

(69) اسد الغابہ، تذکرہ رافع ؓ بن مالک بن عجلان ۲/۱۵۷ زاد المعاد، ۳/۴۵

Marfat.com

گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب نوجوانانِ بنو سلمہ یعنی حضرت معاذؓ بن جبل اور معاذؓ بن عمرو بن الجموع نے اسلام قبول کیا تو ان دونوں حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ نہ صرف عمروؓ بن الجموع بلکہ تمام لوگوں پر بتوں کی بے بسی اور کمزوری عیاں ہو جائے۔

چنانچہ یہ لوگ رات کے وقت خفیہ طور پر آئے اور اس بت کو اٹھا کر بنی سلمہ کے ایسے گڑھے میں پھینک آئے جس میں لوگ گندگی وغیرہ پھینکتے تھے۔ عمرو بن الجموع صبح اٹھے، بت کو وہاں نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے گندگی کے ایک ڈھیر پر پایا تو دھو کر اور پاک وصاف کر کے خوشبو لگا کر یہ کہتے ہوئے اس کو اسی جگہ پر رکھ دیا کہ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے تجھ سے ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں گا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان پرجوش نوجوانوں نے بت کے ساتھ وہی سلوک دوبارہ کیا۔ اسی طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا تو ایک دن عمرو بن الجموع نے بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا: واللہ! میں نہیں جانتا کہ کون تجھ سے یہ معاملہ کر رہا ہے اور تو بھی اسے دیکھ رہا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود اپنی حفاظت کر لے یہ تلوار بھی تیرے ساتھ ہے۔

رات کو یہ لوگ حسبِ معمول آئے اور بت کو تلوار سمیت ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ صبح عمرو بن الجموع نے بت کو اس بری حالت میں دیکھا، اور ان کی قوم کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے بھی ان کو سمجھایا، ان پر حقیقت آشکارا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب انہوں نے اسلام قبول کر لیا(70) پھر بت کی بے بسی پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر کے طور پر چند اشعار کہے جن کو ابنِ ہشام نے نقل کیا ہے۔☆

---

(70) ابن ھشام، قصہ عمروؓ بن الجموع، ۶۵/۲ ـ ۶۶

واللہ لو کنت الٰھا لم تکن	انت و کلب وسط بئر فی قرن
اف لملقاک الٰھا مستدن	الأن فتشناک عن سوء الغبن
الحمد للہ العلی ذی المنن	الواھب الرزاق دیان الدین
ھو الذی انقذنی من قبل ان	اکون فی ظلمۃ قبر مرتھن(i)

اللہ کی قسم تو معبود ہوتا تو ایک گڑھے میں کتے کے ساتھ نہ پڑا رہتا باوجود معبود ہونے کے تیرے اس طرح پڑے رہنے پر تف ہے اب تیرے متعلق رائے کی بدترین غلطی آشکارا ہوگئی ہے۔ ساری تعریف تو اللہ کے لئے ہے جو احسانات والا، صاحب عطا، روزی دینے والا اور دین داروں کو جزاء دینے والا ہے۔

وہی ذات ہے جس نے قبر کے اندھیرے میں پھنسنے سے پہلے ہی مجھے (کفر و شرک سے) بچا لیا۔

(i) ابن ھشام، قصہ عمروؓ بن الجموع ۶۶/۲ ـ ۶۷

Marfat.com

فصل دوم

مکی دور کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز

1- قبل از ہجرت مکہ کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز

قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے کوئی متعین تبلیغی و دعوتی مرکز نہ تھا۔ جہاں رہ کر وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھتے۔ درحقیقت مکی دور میں خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی متحرک درس گاہ تھی، سفر و حضر، دن اور رات ہر حال اور ہر مقام میں آپ ﷺ ہی کی ذات دعوت و تبلیغ کا منبع تھی۔ صحابہ کرامؓ عام طور پر چھپ کر ہی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تاہم کفار مکہ کی ستم رانیوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ، خبابؓ بن الارت، مصعبؓ بن عمیر اور دیگر صحابہ کرامؓ قرآن مجید کی تعلیم اور اشاعت میں مصروف رہے۔ مکی دور کے ایسے مقامات اور حلقہ جات کو دعوت و تبلیغ کے مراکز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی یا قرآن کی تلاوت کی جاتی تھی۔ ذیل کی سطور میں مکی دور کے چند دعوتی و تبلیغی مراکز کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، جہاں پر صحابہ کرامؓ نے کسی نہ کسی حیثیت میں فریضہ دعوت انجام دیا۔

مسجد ابی بکرؓ

مکی دور میں دعوت و تبلیغ کا اولین مرکز حضرت صدیق اکبرؓ کی وہ مسجد تھی جو آپؓ نے اپنے گھر کے صحن میں بنا رکھی تھی۔ ابتداء میں یہ ایک کھلی جگہ تھی جس میں آپؓ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے۔ عام طور پر آپؓ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو کفار و مشرکین مکہ کے بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہو کر قرآن سنتے، جس سے ان کا دل خود بخود اسلام کی طرف مائل ہوتا۔ یہ صورت حال مشرکین مکہ کو بھلا کب گوارا تھی، چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو سخت اذیت میں مبتلاء کیا جس کی وجہ سے آپؓ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ مگر راستے میں قبیلۂ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا اے ابو بکرؓ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میری قوم نے مجھے

Marfat.com

ہجرت پر مجبور کر دیا ہے اب دنیا کی سیر کروں گا اور کسی گوشہ میں اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کروں گا، مگر ابن الدغنہ یہ کہہ کر آپ کو واپس لے آیا کہ آپؓ جیسے باکردار شخص کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور پھر حضرت صدیق اکبرؓ کیلئے اپنی پناہ کا اعلان کیا۔ ابوبکرؓ واپس تشریف لے آئے اور گھر کے صحن میں باقاعدہ مسجد بنالی صحیح بخاری میں ہے:

ثم بدأ لابی بکرؓ فابتنی مسجدا بفناء داره وبرز فكان يصلي فيه ويقرء القرآن(1)

''پھر ابوبکرؓ نے اپنے مکان کے باہر صحن میں ایک مسجد بنائی، اور اس میں نماز اور قرآن پڑھتے تھے''۔

مسجد ابی بکرؓ میں نہ کوئی مستقل معلم مقرر تھا اور نہ کوئی باقاعدہ طالب علم تھا۔ البتہ یہ مسجد تلاوتِ قرآن اور اشاعتِ قرآن کیلئے مکی دور کی اولینؓ درس گاہ اور تبلیغی مرکز قرار دی جا سکتی ہے جہاں پر کفار مکہ کے بچے بچیاں اور عورتیں قرآن کے آفاقی پیغام کو لحنِ صدیقیؓ میں سنتے تھے اور مائل بہ اسلام ہوتے تھے۔ چنانچہ ابن اسحاق حضرت عائشہؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں:

وكان رجلا رقيقا، اذا قرأ القرآن استبكى، فيقف عليه الصبيان والعبيد والنساء، يعجبون لما يرون من هيئته، فمشى رجال من قريش الى ابن الدغنة، فقالوا: يا ابن الدغنة! انک لم تجر هذا الرجل ليؤذينا ! انه رجل اذا صلي وقرأ ما جاء به محمد ﷺ يرق ويبكى، وكانت له هيئته و نحو، فنحن نتخوّف على صبياننا ونسائنا و ضعفتنا ان يفتنهم، فأته، فمره ان يدخل بيته فليصنع فيه ماشاء

''حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو روتے، اس وجہ سے آپؓ کے پاس لڑکے، غلام اور عورتیں کھڑی ہو جاتیں، اور آپؓ کی اس ہیئت کو پسند کرتے، قریش کے چند لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اس سے کہا: اے ابن الدغنہ! تو نے اس شخص کو اس لئے تو پناہ نہیں دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے وہ ایسا شخص ہے کہ جب نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جو محمد ﷺ لایا ہے تو اس کا دل بھر آتا ہے اور وہ روتا ہے۔ اس کی ایک خاص ہیئت اور طریقہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں بچوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کے متعلق خوف ہے کہ کہیں یہ انہیں فتنے میں نہ ڈال دے اس لئے تو اس کے پاس جا اور حکم دے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے اور اس میں جو چاہے کرے''۔

(1) صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر الصدیقؓ فی عہد النبی ﷺ وعقدہ، ح:۲۲۹۷، ص:۳۶۷، ایضاً، کتاب الصلوٰۃ، باب المسجد فی الطریق۔ ح:۴۷۶، ایضاً، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، ح:۳۹۰۵،

Marfat.com

چنانچہ ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا تو آپؓ اس طریقے سے باز آجائیں یا پھر میری پناہ مجھے واپس لوٹادیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے تیری پناہ تجھے واپس کردی۔ میرے لئے اللہ کی پناہ کافی ہے۔ (2)

بیت فاطمہ بنتِ خطابؓ

حضرت فاطمہ بنتِ خطابؓ، حضرت عمر بن خطابؓ کی بہن ہیں جنھوں نے ابتدائی دور میں ہی اپنے خاوند سعیدؓ بن زید، سمیت اسلام قبول کرلیا۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنے گھر میں ہی حضرت خبابؓ بن الارت سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ ایک دن اسلام لانے سے پہلے گلے میں تلوار حمائل کئے رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے، لیکن راستے میں اپنی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو انتہائی غصے کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر ان کے مکان پر پہنچے تو ان کو قرآن کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول پایا۔ ابنِ اسحاق کی روایت ہے:

وعندهما خبابؓ بن الارت معه صحيفة فيها "طٰه" يقرء هما اياها (3)

''ان دونوں کے پاس خبابؓ بن الارت تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طٰہ لکھی ہوئی تھی جو وہ ان دونوں کو پڑھا رہے تھے''

سیرتِ حلبیہ میں حضرت عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بہنوئی کے یہاں دو مسلمانوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ایک خباب بن الارتؓ اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں، خباب بن الارتؓ میری بہن اور بہنوئی کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (4)

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا یہ بیان ہے:

وكان القوم جلوسا يقرء ون صحيفة معهم (5)

''اور ایک جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس موجود تھا''

---

(2) ابنِ ہشام، دخول ابی بکرؓ فی جوار ابن الدغنہ ورد جوارہ علیہ، ۱/۴۱۱

(3) ابنِ ہشام، اسلام عمر بن الخطابؓ ۱/۳۸۲ (4) السیرۃ الحلبیۃ، ۲/ ۱۳

(5) السمہودی، نورالدین علی بن احمد: "السیرۃ الحلبیۃ" ۲/ ۱۳، دارالنفائس، الریاض،

Marfat.com

بیتِ فاطمہ بنتِ خطابؓ کو مکی دور میں قرآن مجید کی تعلیم اور اشاعت کا مرکز کہا جا سکتا ہے جہاں کم از کم دو طالب علم اور ایک معلم تھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ کے بیان میں لفظ ''قوم'' کا اعتبار کیا جائے تو یقینی طور پر یہاں قرآن پڑھنے والی ایک پوری جماعت کا پتہ چلتا ہے۔

دارِ ارقمؓ

حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ سابقون اولون اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ آپؓ کے بیٹے عثمان بن ارقم، جو ثقہ محدث ہیں، کہا کرتے تھے:

انا ابن سبع الاسلام، اسلم ابی سابع سبعة (6) ''میں (عثمان) ایک ایسی ہستی کا فرزند ہوں جنہیں اسلام میں ساتواں درجہ حاصل ہے، میرے والد اسلام قبول کرنے والے ساتویں آدمی ہیں''۔

حافظ ابنِ حجر نے بھی الاصابہ میں ابن سعد کے قول کو ہی اختیار کیا ہے تاہم ابن الاثیر کے مطابق حضرت ارقمؓ کا قبول اسلام میں دسواں یا بارھواں نمبر ہے۔ (7)

البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ارقمؓ ☆ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی دور میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

وكانت داره على الصفاء ''مکہ میں ان کا مکان کوہ صفا کے اوپر تھا''۔ **(8)**

---

(6) المستدرک، تذکرہ ارقم بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳

(7) اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۶۰/۱ (8) المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم ۵۰۲/۳ ☆ حضرت ارقمؓ کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ کنیت ابو عبداللہؓ اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ ارقمؓ بن (ابی الارقم) عبد مناف بن (ابی جندب) اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم (i)۔ حضرت ارقمؓ کی والدہ، کا نام تماضر بنت خدیم تھا جو قبیلہ بنو سہم بن عمرو بن ہصیص سے تعلق رکھتی تھیں۔ (ii) حضرت ارقمؓ کا قبیلہ بنو مخزوم قریش مکہ کے سرکردہ اور با اثر قبائل میں سرفہرست تھا اس قبیلے کے جد امجد مخزوم بن یقظہ کا سلسلہ نسب تیسری پشت میں رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ یقظہ مرہ بن کعب کا بیٹا تھا اور سرتاج قریش قصی (جو ہاشم بن عبد مناف کا باپ تھا) کا باپ کلاب۔ بن مرہ بن کعب کا ہی بیٹا تھا۔ (iii) رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی عبداللہ بن عبد المطلب کی والدہ ماجدہ فاطمہ (بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ) کا تعلق بھی بنو مخزوم ہی سے تھا۔ (iv) حضرت ارقمؓ امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں 55 ھ اور ایک روایت کے مطابق 53 ھ میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دار ارقم ☆ کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے اس مکان کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مکان ''دارالاسلام'' کے متبرک لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔(9)

مشرکین مکہ جب اسلام کے پھیلاؤ کو کسی طرح بھی نہ روک سکے تو انہوں نے کمزور ضعفاء اسلام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں آزادانہ نماز ادا کرنے سے روکتے، ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں خلل انداز ہوتے، دست درازی کرتے اور اکثر ان کا رویہ انتہائی گستاخانہ ہوتا تھا۔ حالات اس قدر نازک ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کے لئے گوشوں اور گھاٹیوں تک میں محفوظ اور آزادانہ طور پر عبادت اور نماز کا ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے:

''ایک دفعہ مسلمان مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ

اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اس وقت ان کی عمر تراسی (83) یا پچاسی (85) برس تھی۔ آپ کی وصیت کے مطابق سعدؓ بن ابی وقاص نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (v) امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری کا قول ہے وکان الارقم من آخر اھل بدر وفاۃ (vi) ''حضرت ارقمؓ بدری صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے''۔ حضرت ارقمؓ نے وقف علی الاولاد کے طور پر اپنے گھر کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ حضرت ارقمؓ نے اپنے گھر کو وقف فی سبیل قرار دینے سے متعلق جو نوشتہ تحریر کیا تھا امام حاکم نے وہ عبارت نقل کی ہے وہ عبارت یہ تھی۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. ھذا ماقضی الارقمؓ فی ربعۃ ماحاز الصفا انھا صدقۃ بمکانھا من الحرم لا تباع ، ولا تورث شھد ھشام بن العاص ومولیٰ ھشام بن العاص. (vii)

یہ وہ فیصلہ ہے جو ارقمؓ نے اپنی حویلی کے متعلق دیا جو کہ کوہ صفا کے ساتھ واقع ہے۔ حرم پاک کے قریب ہونے کے باعث یہ حویلی مثل حرم محترم قرار دی جاتی ہے۔ نہ یہ فروخت ہو گی نہ وراثت میں دی جائے گی۔ اس پر ہشام بن عاص اور مولی ہشام بن عاص گواہ ہیں۔

(i) الاستیعاب، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱۳۱/۱ (ii) ایضاً، اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۶۰/۱، المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳

(iii) ابن حزم، ابومحمد علی احمد بن سعید: ''جمہرۃ انساب العرب'' ص: ۱۴۱، دار المعارف، قاہرہ (iv) جمہرۃ الانساب ص: ۱۴۱، ۱۵ (v) اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۶۰/۱ (vi) المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳ (vii) المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵۰۳/۳

(9) ابن سعد، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۲۴۳/۳

Marfat.com

مشرکین کے ایک گروہ نے انہیں دیکھ لیا اور ان کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک پہنچ گئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا۔ (10)

یہ وہ سنگین حالات تھے جن میں رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر دارِ ارقم میں پناہ گزین ہو گئے تا کہ مسلمان پورے انہماک سے اپنے رب کے حضور اپنی جبین نیاز کو جھکا سکیں، چنانچہ جلد ہی دارارقم اسلام اور دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا جہاں پر نہ صرف لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا جاتا تھا بلکہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس بھی کیا جاتا تھا ابن سعد کی روایت ہے:

كان النبى عليه وسلم صلى الله يسكن فيها في اول الاسلام وفيها يدعو الناس الى الاسلام فاسلم فيها قوم كثير (11)

''رسول اللہ ﷺ ابتدائے اسلام میں ہی اس مکان (دارِ ارقمؓ) میں رہتے تھے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور بہت سے لوگوں نے یہاں اسلام قبول کیا''۔

ابنِ جریر طبری بھی مکی عہد نبوت میں دارِ ارقم کو دعوتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیتے ہیں جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا چنانچہ حضرت ارقمؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(10) ابن ھشام، مباداۃ رسول اللہ ﷺ قومہ، وما کان منھم، ۱/۲۶۳☆ لفظ ''دار'' عموماً بڑے گھروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ''بیت'' یا ''منزل'' بھی اگرچہ عربی الفاظ ہیں مگر ان کی حیثیت ''دار'' سے کمتر ہے۔ دار سے مراد ایسا مکان یا رہائش گاہ ہے جس کی چار دیواری بالکل محفوظ ہو۔ جس میں خواب گاہیں، صحن اور کمرے ہوں۔ (i) ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں ابن جنی کا قول نقل کیا ہے کہ جہاں لوگ محفوظ اور آزادانہ گزر بسر کر سکتے ہوں، اسے ''دار'' کہتے ہیں۔ (ii)

(i) تاج العروس، فصل الباء من باب التاء، ۱۰/۵۲۹

(ii) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، ''لسان العرب''، دار، ۴/۲۹۸، نشر ادب الحوزہ، قم، ایران، 1405ھ

(11) ابن سعد، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم ۳/۲۴۲ المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۳/۵۰۲

Marfat.com

وكان داره على الصفا، وهي الدار التي كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم يكون فيها في اول الاسلام وفيها دعا الناس الى الاسلام فاسلم فيها قوم كثير (12)

''حضرت ارقمؓ کا گھر کوہ صفا پر واقع تھا اور یہی وہ گھر ہے جہاں آغازِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہا کرتے تھے۔ یہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے''

ابن عبدالبر اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں حضرت ارقمؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وفي دار الارقمؓ بن ابي الارقم هذا كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم مستخفيا من قريش بمكة يدعو الناس فيها الى الاسلام في اول الاسلام حتىٰ خرج عنها، وكانت داره بمكة على الصفا فاسلم فيها جماعة كثيرة (13)

''یہ ارقم بن ابی ارقمؓ وہی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قریش سے پوشیدہ مقیم رہتے تھے۔ کھل کر سامنے آنے سے قبل اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ارقمؓ کا یہ مکان مکہ میں کوہ صفا پر واقع تھا، چنانچہ یہاں پر بہت بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا''

دارِ ارقم کے مرکزِ اسلام بننے کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام اب قدرے اطمینان کے ساتھ مشرکین کی نظروں سے اوجھل انجام پانے لگا۔ دعوتِ اسلام کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے بے کس، زیردست اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیا وآخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ ابن الاثیر نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور صہیب رومیؓ کے قبولِ اسلام کے متعلق ایک بڑا دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے۔

---

(12) الطبری، محمد بن جریر، ''تاریخ الامم والملوک''، ۲۳۰/۳، المطبعۃ الحسینیۃ،

(13) ابن عبدالبرؒ، ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب''، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱۳۱/۱، دار الجلیل، بیروت ،1992،

Marfat.com

ایک دن یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے اور دبے پاؤں دارِ ارقم کے دروازہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، حیرت واستعجاب سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں پھر گفتگو کا رازدارانہ انداز شروع ہو جاتا ہے۔عمار بن یاسرؓ خود بیان کرتے ہیں:

''میں نے صہیبؓ سے پوچھا تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟صہیبؓ نے کہا!تم کیوں کھڑے ہو؟ میں نے کہا!میں چاہتا ہوں کہ محمدﷺ کے پاس جاؤں اور ان کی باتیں سنوں،صہیبؓ نے کہا!میں بھی تو یہی چاہتا ہوں''

چنانچہ یہ دونوں حضرات اکٹھے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ان بزرگوں کا اسلام تیس سے کچھ زائد آدمیوں کے بعد ہوا۔(14)

دارِ ارقم نہ صرف ضعفاء اسلام کی جائے پناہ تھی بلکہ یہاں صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کے ساتھ اجتماعی طور پر عبادات،ذکر اللہ اور دعاؤں کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔اس میں وہ دعا خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے جو رسول اللہﷺ نے عمر بن خطابؓ اور (ابوجہل) عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے قبولِ اسلام کیلئے مانگی تھی۔ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ (معاذ اللہ) رسول اللہﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے،راستہ میں اپنی بہن فاطمہ بنتِ خطابؓ کے گھر سورہ طٰہٰ کی تلاوت سنی تو کایا ہی پلٹ گئی،ان کو مائل بہ اسلام دیکھ کر حضرت خبابؓ بن الارت نے انہیں خوشخبری کے انداز میں بتایا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو دارِارقم میں یہ دعا کرتے سنا ہے:

اللّٰھم اید الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب(15) ''اے اللہ!ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطابؓ سے اسلام کی تائید فرما''

چنانچہ حضرت عمرؓ یہاں سے سیدھے دارِارقم پہنچے اور اسلام قبول کرلیا۔

دارِ ارقم ''دارالاسلام'' ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے ''دارالشوریٰ'' بھی تھا۔پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ جیسے اہم معاملات بھی اسی جگہ باہمی مشاورت ہی سے انجام پائے۔ابنِ ہشام کے الفاظ اس مجلس مشاورت کی صاف غمازی

---

(14) اسد الغابہ،تذکرہ عمار بن یاسرؓ ۴۴/۴

(15) ابن ھشام،اسلام عمر بن الخطابؓ، ۳۸۳/۱ الکامل فی التاریخ، ۵۸/۲

Marfat.com

کررہے ہیں:

قال لهم لو خرجتم الی ارض الحبشة فان بهاملكا لايظلم عنده احد،وهی ارض صدق،حتی یجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه(16)

''رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا! اگر تم سرزمینِ حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشکل سے نجات دلا دے جس میں تم گرفتار ہو''

ان الفاظ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ خطاب صحابہ کرامؓ کے کسی اجتماع سے ہی ہوگا جو دارِارقم میں انعقاد پذیر ہوگا۔ اسی طرح ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جمع ہوئے اور باہمی مشاورت سے طے کیا کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا لہذا کوئی ایسا شخص ہو جو یہ فریضہ انجام دے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے یہ ذمہ داری قبول کی اور قریش کو ان کی مجلس میں جاکر قرآن کی طرف دعوت دی۔(17)

اگرچہ یہ تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مجلس مشاورت کہاں پر منعقد ہوئی تاہم گمان یہی ہے کہ یہ مجلس مشاورت دارِارقم ہی میں قائم ہوئی ہوگی، کیونکہ اس کے علاوہ صحابہ کا اجتماع کسی اور جگہ پر مشکل تھا۔

ابتدائی دور کے تذکرہ نگار اور مؤرخین رسول اللہ ﷺ کے دارِارقم میں فروکش ہونے کو اتنا اہم اور انقلابی واقعہ تصور کرتے ہیں کہ واقعاتِ سیرت وتذکرۂ صحابہ میں یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ یہ واقعہ دارِارقم میں داخل ہونے سے قبل کا ہے اور یہ اس کے بعد کا ہے۔ گویا جس طرح عام الفیل اور حلف الفضول جیسے واقعات کے حوالے سے اہلِ مکہ اپنی معاصر تاریخ کے واقعات کا تعین کرتے تھے مسلمان مؤرخین بھی مکی عہد نبوت میں سیرت وتاریخ اسلام کے واقعات کا تذکرہ اور اندراج بھی ہادیٔ اسلام ﷺ کے دارِارقم میں فروکش ہونے کے حوالے سے کرتے ہیں۔ مثلاً مؤرخ ابن الاثیر نے مسعودؓ بن ربیعہ،

---

(16) ابن هشام ،ذكر الهجرة الاولى الى ارض الحبشة ، ۳۵۸/۱

(17) ایضاً، اول من جهر بالقرآن، ۳۵۱/۱

Marfat.com

عامرؓ بن فہیرہ، معمرؓ بن حارث وغیرہ کے تراجم (تذکروں) میں تصریح کی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں منتقل ہونے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ اسی طرح مصعبؓ بن عمیر، صہیبؓ بن سنان، طلیبؓ بن عمیر، عمار بن یاسرؓ، عمر فاروقؓ وغیرہ کے تذکروں میں ابن الاثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ دارِ ارقم میں جا کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ (18)

ابن سعد نے مہاجرین مکہ میں سے اولین وسابقین اسلام کے قبول دینِ حق کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ وہ حضرات کون کون تھے جو دارِ ارقم کو دعوتِ دین کا مرکز بنانے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابنِ سعد نے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کے تذکروں میں یہ بات خصوصیت سے ذکر کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں تشریف فرما ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ، ابوبکرؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، زیدؓ بن حارثہ، عبیدہؓ بن حارث، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، عبداللہؓ بن جحش، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، عبداللہؓ بن مسعود، خبابؓ بن الارت، مسعودؓ بن ربیع، واقدؓ بن عبداللہ، عامرؓ بن فہیرہ، ابوسلمہؓ بن اسد، سعیدؓ بن زید، عامرؓ بن ربیعہ، خنیسؓ بن حذافہ، عبداللہؓ بن مظعون اور حاطبؓ بن عمرو۔ اسی طرح ابن سعد نے ان بزرگوں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھی ہے جو دارارقم کے اندر آ کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت صہیبؓ، عمار بن یاسرؓ، مصعبؓ بن عمیر، عمر بن خطابؓ، عاقلؓ بن ابی بکر، عامرؓ بن ابی بکر، ایاسؓ بن ابی بکر اور خالدؓ بن ابی بکر شامل ہیں۔ (19)

ابن سعد کے اس طرزِ ترتیب سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک دارِ ارقم کو دینِ حق کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز ومحور بنانے کا واقعہ ایک ایسا نقطۂ تغیر ہے جس نے دنیا کی بے مثال اور انقلابی اسلامی تحریک کو ایک نیا رخ عطا کرنے میں ایک محفوظ پناہ گاہ اور بے مثال تربیت گاہ کا کام دیا۔ اس بات پر تمام مؤرخین اور محققین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے قبولِ اسلام تک دارِ ارقم میں ہی مقیم رہے۔ جبکہ بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا تھا۔ البتہ

(18) تفصیل کے لئے ''اسد الغابہ'' میں ان صحابہ کرامؓ کے تراجم ملاحظہ کیجئے۔

(19) ابن سعد، ۳/۱۱۵، ۲۷۳، ۴۲۵

مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ دارارقم میں کب فروکش ہوئے اور کتنا عرصہ دارِارقم مسلمانوں کی پناہ گاہ کا کام دیتا رہا۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے دارِارقم میں قیام کی مدت کے حوالے سے چھ ماہ اور ایک ماہ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں(20) لیکن اگر ماخذ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دارِارقم میں رسول اللہ ﷺ کا قیام کافی مدت تک رہا۔ اگرچہ اس مدت کا تعین تو مشکل ہے اور یہ بتانا بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کب دارِارقم میں پناہ گزین ہوئے تاہم مؤرخین کے بعض نامکمل اشارات سے ہم اس مدت کا اندازہ ضرور کر سکتے ہیں مثلاً ابن الاثیر حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے نکلے ان کا ارادہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا تھا۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ دارِارقم میں جمع تھے، جو کوہِ صفا کے پاس تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ان مسلمانوں میں سے تقریباً چالیس مردوزن کے ساتھ وہاں پناہ گزین تھے جو ہجرت حبشہ کے لئے نہیں نکلے تھے۔ (21)

ابن الاثیر کے اس قول سے واضح ہوتا ہے:

1- حضرت عمرؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا جبکہ ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ ماہ رجب 5ھ نبوی میں پیش آئی۔ (22)

2- دارِارقم میں صرف وہ مسلمان پناہ گزین ہوئے تھے جو کسی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کر سکے۔ لہذا ان باقی ماندہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس تھی نہ کہ اس وقت تک اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد ہی چالیس تھی۔

پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کا فیصلہ دارِارقم ہی میں باہمی مشاورت سے ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اگر حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام اور ہجرتِ حبشہ کے درمیانی عرصہ کو شمار کیا جائے تو وہ بھی ایک سال سے زائد ہی بنتا ہے۔ جبکہ یہ بدیہی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرتِ حبشہ

---

(20) حلیۃ الاولیاء، ۱/۱۹۲-۱۹۵ (21) الکامل فی التاریخ، ۲/۵۸

(22) زاد المعاد، ۲/۱۰۰ تاریخ الامم والملوک، ۱/۹۵

سے کافی پہلے دارِارقم میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی ایک دو سالوں میں ہی رسول اللہ ﷺ دارِارقم میں مقیم ہو گئے تھے۔ مثلاً ابن الاثیر حضرت عمار بن یاسرؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

> ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اپنے اسلام لانے کے بعد) دیکھا تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام، عورتیں اور ابوبکر صدیقؓ تھے''۔ (23)

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ ابتداء میں اسلام قبول کرنے والے سات آدمیوں میں سے ایک تھے۔ (24) جبکہ اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دارِارقم میں جا کر اسلام قبول کیا (25) اس صورت میں تو رسول اللہ ﷺ کا ابتدائے اسلام ہی میں دارِارقم میں قیام پذیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت حمزہؓ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال اور بعض نے اعلانِ نبوت کے چھٹے سال۔ لیکن علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپؓ اعلانِ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر جو فنِ رجال کے امام ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

واسلم فی السنة الثانية من البعثة ولازم نصر رسول الله ﷺ وهاجر معه (26)

''آپؓ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کی''

اگرچہ ابن حجر نے 6ھ نبوی کا قول بھی نقل کیا ہے لیکن ''قیل'' کے ساتھ جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

اسلم فی السنة الثانية من المبعث (27)

''آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے'' ☆

---

(23) اسد الغابہ، تذکرہ عمار بن یاسرؓ ۴/۴۴ (24) ایضا (25) ایضا

(26) الاصابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبد المطلب، ۱/۳۵۴

(27) اسد الغابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبد المطلب، ۲/۴۶

حضرت عمرؓ، نے حضرت حمزہؓ، کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام قبول کیا اور علماء محققین کی یہ رائے بھی بیان کی گئی ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہؓ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمرؓ نے نبوت کے دوسرے سال حضرت حمزہؓ کے تین دن بعد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ اس قول کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ آپؓ سے پہلے انتالیس مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپؓ کے مسلمان ہونے سے چالیس کا عدد پورا ہوا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے:

لقد رایتنی وما اسلم مع رسول اللّٰہ ﷺ الا تسعة وثلاثون وكمّلتهم اربعين(28)	''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لا چکے ہیں اور میں نے ایمان لا کر چالیس کا عدد مکمل کیا''

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اگر محققین کے اس قول کا اعتبار کیا جائے کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ نے نبوت کے دوسرے سال ہی اسلام قبول کر لیا تھا تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہت ابتداء ہی میں دارارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکے تھے۔ کیونکہ اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں حضرات نے دارِارقم میں ہی جا کر اسلام قبول کیا تھا۔

مؤرخین اسلام اور سیرت نگاروں کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے :

1- رسول اللہ ﷺ یہاں آنے والے طالبانِ حق کو دعوتِ اسلام دیتے تھے اور جو یہاں آیا فیضِ ہدایت پا کر ہی نکلا۔

2- دارِ ارقم اہلِ اسلام کے لئے اطمینان قلب اور سکون کا مرکز تھا، بالخصوص

(28) ابن حجر، ابوالحسن، احمد بن علی ''فتح الباری'' کتاب فضائل الصحابہ، مناقب عمر بن الخطابؓ، ۴۸/۷، دارالمعرفۃ، بیروت ☆ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بڑے مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ نبوت کے دوسرے ہی سال مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (i)

(i) محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ''ضیاء النبی''، ۲۵۶/۲۔۲۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء

Marfat.com

نادار، ستائے ہوئے اور مجبور و مقہور اور غلام یہاں آ کر پناہ لیتے تھے۔

3- یہاں پر ذکر اللہ اور وعظ و تذکیر کا فریضہ بھی مسلسل انجام پاتا تھا، رسول اللہ ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ اجتماعی دعائیں بھی فرماتے تھے۔ حضرت خبابؓ کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محسنِ انسانیت یہاں راتوں کو بھی بندگانِ خدا کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں فرماتے تھے۔

4- اس مکان میں مبلغین اسلام کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا تھا، تبلیغ کے آئندہ منصوبے بنتے تھے اور خود مبلغین کی تربیت کا کٹھن کام بھی انجام پاتا تھا۔ دارِارقم کے تربیت یافتہ معلمین میں سے حضرت ابوبکرؓ، خبابؓ بن الارت، عبداللہؓ بن مسعود اور مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

5- دارِارقم مسلمانوں کے لئے دارالاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ''دارالشوریٰ'' بھی تھا۔ جس میں باہمی مشاورت سے آئندہ تبلیغ کے منصوبے بنتے تھے۔ ہجرت حبشہ کا فیصلہ بھی باہمی مشورہ سے یہیں پر طے ہوا، اور اس جگہ کو تاریخ اسلام میں وہی مقام حاصل تھا جو قریش کے ہاں دارالندوہ کو حاصل تھا۔

6- دارِارقم میں رسول اللہ ﷺ کا پناہ گزین ہونا ایک تاریخ ساز مرحلہ تھا اور یہ بھی حلف الفضول، حرب الفجار اور عام الفیل جیسا متہم بالشان واقعہ تھا جس طرح کفار مکہ اپنی معاصر تاریخ کا تعین ان واقعات سے کرتے تھے اسی طرح مسلمان مؤرخین بھی مکی عہد نبوت میں پیش آنے والے واقعات کا تعین دارِارقم میں رسول اللہ ﷺ کے داخل ہونے سے قبل اور بعد کے حوالے سے کرتے ہیں۔

7- حضرت ارقمؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بہت ابتداء ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ انہوں نے بہت ابتداء ہی میں اپنے مکان کو تبلیغی سرگرمیوں کے لئے وقف کردیا ہو اور آپ ﷺ ابتدائی سالوں میں ہی دارارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکے ہوں۔

8- مؤرخین کے مختلف بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کی مدت ایک سال سے بہر حال زائد تھی۔

Marfat.com

9 - کفار مکہ مسلمانوں کے دارِ ارقم میں پناہ گزین ہونے سے پوری طرح واقف تھے۔(29) تاہم دارارقم کی اندرونی سرگرمیوں اور منصوبہ بندیوں سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔

شعبِ ابی طالب

کفار مکہ کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اپنے وحشیانہ جبر وتشدد سے اسلام کی اس تحریک کو موت کی نیند سلا دیں گے، لیکن جب ان کی تمام مساعی اور تدبیروں کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا ہی چلا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ جیسے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور نجاشی کے دربار میں بھی ان کے سفیروں کو ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس چوٹ نے کفار مکہ کو مزید حواس باختہ کر دیا، چنانچہ ان لوگوں نے طویل غور وخوض کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے، چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندانِ بنی ہاشم سے قربت کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا۔(30)

حضرت ابوطالب مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ اور تمام خاندان بنی ہاشم سمیت شعب ابی طالب میں محرم 7 نبوی میں محصور ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان سمیت اس حصار میں تین سال بسر کئے۔ ایام حج میں چونکہ تمام لوگوں کو امن تھا اس لئے حج

---

(29) تمام رؤسا، قریش رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی جائے پناہ سے واقف تھے۔ اسی لئے جب حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ ارادہ قتل سے نکلے تو وہ سیدھے دارارقم کی طرف ہی جا رہے تھے، البتہ بعد میں رخ تبدیل کر کے اپنی بہن کے ہاں چلے گئے۔ (i) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ابوجہل کے ساتھ مڈبھیڑ کا مشہور واقعہ، جس کے نتیجہ میں حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کیا، بھی وہ سنا یعنی دارارقم کے بالکل قریب ہی پیش آیا تھا۔ یقیناً ابوجہل آپ ﷺ کی قیام گاہ سے بھی واقف ہو گا۔ (ii) ویسے بھی مکہ جیسے کم آبادی والے شہر میں تیس چالیس افراد کا کسی جگہ آتے جاتے رہنا ایسی بات نہ تھی جو اہل مکہ سے پوشیدہ رہ سکتی۔

(i) ابن ھشام، اسلام عمر بن الخطابؓ، ۳۸۱/۱

(ii) ایضاً، اسلام حمزہؓ، ۳۲۸/۱

(30) ابن ھشام، خبر الصحیفۃ، ۳۸۸/۱

Marfat.com

کے موسم میں رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب سے باہر نکل کر مختلف قبائل عرب کو دعوت دیتے جبکہ باقی اوقات میں آپ ﷺ اسی گھاٹی میں مسلمانوں کی تربیت فرماتے۔ شعب ابی طالب میں خاندانِ بنی ہاشم کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی کے اشارات بھی ملتے ہیں۔ امام سہیلی نے سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان نقل کیا ہے، سعد بن ابی وقاصؓ خود بھی محصورین میں شامل تھے وہ فرماتے ہیں:

لقد جعت حتی انی وطئت ذات لیلة علی شیٔ رطب ووضعته فی فمی وبلعته وما ادری ماھو الی الان (31)	''میں ایک دن از حد بھوکا تھا رات کو اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ مجھے اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ میں پتہ کرتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں''۔

اسی طرح حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

فلقد رأیتنی سابع سبعة مع رسول اللہ ﷺ مالنا طعام نأکلہ الا ورق الشجر، حتی قرحت أشد اقنا (32)	''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتواں مسلمان تھا اور ہمارے پاس کھانے کے لئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا، حتی کہ ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے''۔

یہ اور اسی نوعیت کی وہ تمام حدیثیں جن میں صحابہؓ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم گھاس اور پتیاں کھا کر گزر بسر کرتے تھے یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے۔ اس نوع کی احادیث سے جہاں محصوری کے اس دور میں صحابہ کرامؓ کی مشکلات کا پتہ چلتا ہے وہاں شعب ابی طالب میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی کا بھی واضح طور پر اشارہ ملتا ہے۔ محصوری کے اس دور میں جس قدر وحی نازل ہوئی یقیناً شعب ابی طالب میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کی تعلیم دی ہوگی اور یہاں صحابہ کرامؓ بھی دینی امور پر تبادلۂ خیال کرتے ہوں گے۔ اس لحاظ سے شعب ابی طالب کو بھی مکی عہد نبوت کا ایک دعوتی مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں

(31) الروض الانف، حدیث نقض الصحیفۃ، ۲۳۲/۱ حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سعدؓ بن ابی وقاص، ۱۳۵/۱-۱۳۶

(32) المسند، حدیث عتبہؓ بن غزوان، ح: ۲۰۰۸۶، ۵۲/۶ الاستیعاب، تذکرہ عتبہؓ بن غزوان، ۱۰۲۶/۳ حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سعدؓ بن ابی وقاص، ۱۳۶/۱

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام عرصہ تین سال تک تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔

2- قبل از ہجرت مدینہ کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز

بیعتِ عقبہ اولی کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام انتہائی سرعت کے ساتھ پھیلا۔ بالخصوص حضرت مصعبؓ بن عمیر کے خوبصورت اور دلکش اسلوب دعوت کی بدولت انصار کے دونوں قبائل اوس و خزرج کے عوام اور اعیان و اشراف جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور ہجرت عامہ سے دو سال قبل ہی وہاں مساجد کی تعمیر اور قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے:

لقد لبثنا بالمدينة قبل أن يقدم علينا رسول الله ﷺ سنتين، نعمر المساجد ونقيم الصلوٰة(33)

"ہمارے یہاں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مدینہ میں مساجد کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے"۔

اس دو سالہ درمیانی مدت میں تعمیر شدہ مساجد میں نماز کی امامت کروانے والے صحابہ کرامؓ ہی معلم کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ اسی دوران مدینہ منورہ میں تین مستقل درس گاہیں بھی قائم ہو چکی تھیں اور ان میں باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چونکہ اس وقت تک صرف نماز ہی فرض ہوئی تھی اس لئے قرآن مجید کے ساتھ عموماً نماز کے احکام و مسائل اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ تینوں درس گاہیں اس طرح اہل مدینہ کی دینی ضروریات کو اس انداز میں پورا کر رہی تھیں کہ شہر مدینہ اور اس کے انتہائی کناروں اور آس پاس کے مسلمان آسانی سے وہاں تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔

پہلی درسگاہ قلبِ شہر میں مسجدِ بنی زریق تھی۔ دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلے پر قبا میں تھی اور تیسری درس گاہ مدینہ کے شمال میں کچھ فاصلے پر "نقیع الخصمات" نامی علاقے میں تھی ان تین مستقل تعلیمی مراکز کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل اور آبادیوں میں قرآن اور دینی احکام کی تعلیم جاری تھی۔ اور ان کے معلم و منتظم انصار کے رؤسا اور بااثر حضرات تھے۔ مکہ مکرمہ میں ضعفاء و مساکین نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام

---

(33) وفاء الوفاء، ۱/۲۵۰۔

Marfat.com

پر لبیک کہا اور سردارانِ قریش کے مظالم اور جبر وتشدد کا نشانہ بنے۔ جبکہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یہاں سب سے پہلے سردارانِ قبائل نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا اور دعوتی سرگرمیوں میں بھر پور حصہ لیا۔ بالخصوص قرآن مجید کی اشاعت اور تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ قبل از ہجرت مدینہ میں جو درس گاہیں تعلیم قرآن کا مرکز تھیں ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

درس گاہِ مسجد بن زریق

مدینہ منورہ میں تعلیم قرآن کا اولین مرکز اور درس گاہ مسجد بنی زریق تھی۔ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

فاول مسجد قرئ فیه القرآن بالمدینه مسجد بنی زریق (34)

''مدینہ میں سب سے پہلے جس مسجد میں قرآن پڑھا گیا وہ مسجد بنی زریق ہے''۔

اس درس گاہ کے معلم حضرت رافع ؓ بن مالک زرقی قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق سے تھے۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا جس میں سورہ یوسف بھی تھی۔ اپنے قبیلے کے نقیب اور رئیس تھے۔ انہوں نے مدینہ واپس آنے کے بعد ہی اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم پر آمادہ کیا۔ اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترے) پر تعلیم دینی شروع کی۔ مدینہ میں سب سے پہلے سورہ یوسف کی تعلیم حضرت رافعؓ ہی نے دی تھی۔ جب مکہ میں سورۃ طٰہٰ نازل ہوئی تو انہوں نے اسے لکھا اور مدینہ لے آئے اور بنی زریق کو اس کی تعلیم دی اور یہاں کے پہلے معلم ومقری یہی تھے۔ بعد میں اسی چبوترہ پر مسجد بنی زریق کی تعمیر ہوئی جو قلب شہر میں مصلی (مسجد غمامہ) کے قریب جنوب میں واقع تھی۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت رافعؓ کی تعلیمی ودینی خدمات اور ان کی سلامتی طبع کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ (35)

---

(34) زاد المعاد، ۱/۱۰۰

(35) اسد الغابہ، تذکرہ رافع ؓ بن مالک، ۲/۱۵۷ فتوح البلدان، ص: ۴۵۹

Marfat.com

اس درس گاہ کے استاد اور اکثر شاگرد قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے۔

قبا کی درس گاہ

دوسری درس گاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلے پر مقام قبا میں تھی، جہاں بعد میں مسجد کی تعمیر ہوئی۔ بیعت عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ جن میں ضعفاء اسلام کی اکثریت تھی۔ مکہ سے ہجرت کر کے مقام قبا میں آنے لگے اور قلیل مدت میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی۔ ان میں حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے، وہی ان حضرات کو تعلیم دیتے تھے۔ اور امامت بھی کرواتے تھے۔ یہ تعلیمی سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری تک جاری تھا۔ عبدالرحمٰنؓ بن غنم کا بیان ہے:

حدثني عشرة من اصحاب رسول اللّٰه ﷺ قالوا: كنا نتدارس العلم في مسجد قبا اذ خرج علينا رسول اللّٰه ﷺ، فقال: تعلّموا ماشئتم ان تعلّموا فلن يأجركم الله حتى تعملوا (36)

"رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تم لوگ جو چاہو پڑھو، جب تک عمل نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اجر و ثواب نہیں دے گا"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا کے مہاجرین میں متعدد حضرات قرآن کے عالم و معلم تھے۔ ان میں حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور وہی امامت کے ساتھ تدریسی خدمت میں بھی نمایاں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے:

لما قدم المهاجرون الاولون العصبة، موضع بقباء، قبل مقدم رسول اللّٰه ﷺ كان سالمؓ مولى ابي حذيفةؓ يؤم المهاجرين الاولين في مسجد قباء وكان اكثرهم قرآنا (37)

"رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت جب عصبہ آئی، جو قبا کی ایک جگہ ہے، مسجدِ قبا میں ان لوگوں کی امامت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ کرتے تھے، وہ ان میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے"۔

---

(36) جامع بیان العلم، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ۲/۶

(37) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب امامۃ العبد والمولی، ح:۶۹۲، ص:۱۱۳

ایضاً کتاب الاحکام، باب استقضاء الموالی واستعمالھم، ح:۷۱۷۵، ص:۱۲۳۶ الاصابہ بتذکرہ سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ ۲/ ۷

Marfat.com

حضرت سالمؓ جنگِ یمامہ میں مہاجرین کے علمبردار تھے،بعض لوگوں کو ان کی قیادت میں کلام ہوا تو انہوں نے کہا:

بئس حامل القرآن انا (یعنی ان اگر میں جنگ سے فرار ہوا تو برا حامل قرآن ہوں گا فررت)

اور غزوہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ بھی زخمی ہو گیا تو بغل میں لے لیا اور جب زخمی ہو کر گر گئے تو اپنے آقا حضرت ابو حذیفہؓ کا حال دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں تو کہا کہ مجھے ان ہی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت ابو حذیفہؓ نے سالمؓ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔(38)

ان تصریحات سے حضرت سالمؓ کے علم وفضل اور قرآن میں ان کے امتیاز کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ وہی قبا کی درسگاہ میں تعلیمی اور تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو قرآن کے جن چار علماء اور قاریوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی ان میں سے ایک حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ بھی تھے۔

یہاں حضرت ابو خثیمہ سعد بن خثیمہ اویسیؓ کا مکان گویا مدرسہ قبا کے طلبہ کے لئے دار الاقامہ تھا۔ وہ اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے نقیب ورئیس تھے، بیعتِ عقبہ کے موقع پر اسلام لائے، مجرد تھے اور ان کا مکان خالی تھا، اس لئے اس میں ایسے مہاجرین قیام کرتے جو اپنے بال بچوں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر آئے تھے یا جن کے آل اولاد نہیں تھی۔ اس وجہ سے ان کے مکان کو ''بیت الاعزاب''یعنی کنواروں کا گھر کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مکان میں فروکش تھے۔ اسی کے قریب حضرت سعد بن خثیمہؓ کا گھر تھا، رسول اللہ ﷺ وقتاً فوقتاً وہاں تشریف لے جاتے اور مہاجرین کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ مکان مسجدِ قبا

---

(38) الاصابہ، تذکرہ سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ، ۲/۷ اسد الغابہ، تذکرہ سالمؓ موالی ابی حذیفہؓ، ۲/ ۲۴۶

Marfat.com

سے متصل جنوبی سمت میں تھا اور یہیں دار کلثوم بن ہدمؓ بھی تھا۔(39)

گویا اس درس گاہ کے استاد اور شاگرد دونوں مہاجرین اولین تھے۔ تاہم مقامی مسلمان بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔

درس گاہ نقیع الخصمات

تیسری درس گاہ مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک میل دور حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان میں تھی۔ جو حرہ بنی بیاضہ میں واقع تھا۔ یہ آبادی بنو سلمہ کی بستی کے بعد "نقیع الخصمات" نامی علاقے میں تھی۔ یہ درس گاہ اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے پر کشش ہونے کے ساتھ اپنی جامعیت اور اپنی افادیت میں دونوں مذکورہ درس گاہوں سے مختلف اور ممتاز تھی۔ بیعتِ عقبہ میں انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے رؤساء نے قبولِ اسلام کے بعد بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ مدینہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کیلئے کوئی معلم بھیجا جائے تو ان کے اصرار پر آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو روانہ فرمایا۔

ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو انصار کے ساتھ مدینہ روانہ فرمایا:

فلما انصرف عنه القوم بعث رسول الله ﷺ معهم مصعبؓ بن عمير وأمره ان يقرئهم القرآن ويعلمهم الاسلام، ويفقههم فى الدين فكان يسمى المقرئ بالمدينة مصعبؓ، وكان منزله على اسعدؓ بن زراره بن عدس ابى امامةؓ (40)

---

(39) ابن ہشام، ہجرۃ الرسول ﷺ، ۱۰۶/۲۔۱۰۷

☆عن عبداللهؓ بن عمرو/ قال سمعت النبى ﷺ يقول:

"استقرؤ القران من اربعة من ابن مسعودؓ و سالمؓ مولىٰ ابى حذيفةؓ و ابىؓ و معاذؓ بن جبل" (i)

(i صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، مناقب سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ، ح:۳۷۵۸، ص:۶۳۲

ایضاً، کتاب المناقب، باب مناقب معاذؓ بن جبل، ح:۳۸۰۶، ص:۶۳۹

المسند، مسند عبداللہؓ بن عمرو، ح:۶۴۸۷، ۳۴۸/۲

(40) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ و مصعبؓ بن عمیر، ۴۷/۲۔۴۸

Marfat.com

''جب انصار بیعت کر کے لوٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہاں لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ مدینہ میں ''معلمِ مدینہ'' کے لقب سے مشہور تھے اور ان کا قیام حضرت ابو امامہ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر تھا''۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر ابتدائی دور میں اسلام لائے۔ ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر خاندان والوں کو ہوئی تو انہوں نے سخت سزا دے کر مکان کے اندر بند کر دیا مگر حضرت مصعب بن عمیرؓ کسی طرح نکل کر مہاجرین حبشہ میں شامل ہو گئے۔ (41) بعد میں جب قریش کے اسلام قبول کرنے کی افواہ پھیلی تو آپؓ مکہ واپس آئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (42)

حضرت اسعدؓ بن زرارہ خزرجی نجاری بیعتِ عقبہ اولیٰ میں اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ اپنے قبیلے کے نقیب تھے، ایک روایت کے مطابق وہ ''نقیب النقباء'' بھی تھے۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان کا انتقال 1ھ میں اس وقت ہوا جب کہ مسجدِ نبوی کی تعمیر جاری تھی۔ قبیلۂ بنو نجار کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لئے کسی نقیب کو مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انتم اخوالی وانا بما فیکم وانا نقیبکم (43) ''تم لوگ رشتے میں میرے ماموں ہو میں ان امور کی اصلاح کے لئے موجود ہوں، جو تمہارے درمیان رونما ہوں اور میں تمہارا نقیب ہوں''۔

ایک قول کے مطابق حضرت اسعدؓ بن زرارہ بیعتِ عقبہ اولیٰ سے قبل ہی مکہ جا کر مسلمان ہو گئے تھے، گویا وہ انصار مدینہ میں پہلے مسلمان تھے۔ (44) یہ دونوں حضرات

---

(41) ایضاً ذکر الھجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشہ، ۳۶۲/۱

(42) ایضاً ذکر من عاد من ارض الحبشۃ لما بلغھم اسلام اھل مکہ، ۴۰۳/۱

(43) ابن ھشام، المواخاۃ بین المھاجرین والانصار، ۱۲۱/۲

(44) اسد الغابہ، تذکرہ اسعدؓ بن زرارہ، ۷۱/۱

Marfat.com

قرآن کی تعلیم اور اسلام کی اشاعت میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔ حضرت مصعب ؓ بن عمیر قرآن کی تعلیم کے ساتھ اوس اور خزرج دونوں قبائل کی امامت بھی کرتے تھے اور جب ایک سال کے بعد بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر اہلِ مدینہ کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کا لقب ''مقرئ المدینۃ'' یعنی معلم مدینہ مشہور ہو چکا تھا۔ (45)

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے جمعہ کی فرضیت سے پہلے ہی مدینہ میں نماز جمعہ کا اہتمام فرمایا۔ نمازِ جمعہ کا اجتماع بنی بیاضہ کی جگہ ''نقیع الخصمات'' میں ہوتا تھا۔ (46) گویا نقیع الخصمات کی یہ درس گاہ صرف قرآنی مکتب اور مدرسہ ہی نہیں تھی بلکہ ہجرت سے پہلے مدینہ میں اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اوس وخزرج کے اس مشترکہ اجتماع کی امامت کیا کرتے تھے۔ (47) اسی لئے نماز جمعہ کے قیام کی نسبت بعض روایتوں میں ان کی طرف کی گئی ہے۔ 48)

اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ہمراہ ابن ام مکتومؓ کو بھی مدینہ روانہ فرمایا تھا لیکن چونکہ حضرت مصعبؓ بن عمیر کو خاص طور پر تعلیم کیلئے بھیجا تھا اسلئے اس درس گاہ کی تعلیمی سرگرمیوں میں ابن ام مکتومؓ کا تذکرہ نہیں آتا۔ ویسے بھی ابن ام مکتومؓ نابینا ہونے کی وجہ سے محدود پیمانے پر ہی تبلیغی ودعوتی خدمات سرانجام دے سکتے تھے۔

''نقیع الخصمات'' کی اس درس گاہ اور اسلامی مرکز کی وجہ سے مدینہ کے یہودیوں کے دینی وعلمی مرکز ''بیت المدارس'' کی حیثیت کم ہو گئی جہاں جمع ہو کر یہودِ مدینہ درس وتدریس، تعلیم وتربیت اور دعا خوانی کے ذریعہ اپنی مذہبی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے۔

اوس وخزرج یہودیوں سے بے نیاز ہو کر اپنے علمی ودینی مرکز سے وابستہ ہو گئے۔ اسلام سے قبل اوس وخزرج میں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت کم تھا اور اس معاملہ میں وہ یہودیوں کے محتاج تھے۔ البتہ چند لوگ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں رافع ؓ بن مالک زرقی، زیدؓ بن ثابت، اسیدؓ بن حضیر، سعدؓ بن عبادہ، ابیؓ بن کعب وغیرہ تھے۔ ان میں سے

---

(45) ابن ھشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر ۴۸/۲ (46) کنز العمال، فضائل ابوامامہؓ ۶۱۰/۱۳

(47) ابنِ ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر، ۴۸/۲

(48) ابنِ ہشام، اول جمعۃ اقیمت بالمدینۃ، ۴۸/۲

Marfat.com

اکثر نے ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا اور وہ اب بڑی سرگرمی سے مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے تھے۔ ''نقیع الخصمات'' کے مرکز سے ان کا خصوصی رابطہ تھا۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبائل میں تدریسی و تعلیمی مجالس برپا رہتی تھیں۔ خاص طور پر بنونجار، بنوعبدالاشہل، بنوظفر، بنوعمرو بن عوف، بنوسالم وغیرہ کی مساجد میں علمی مجالس کا انتظام تھا اور عبادہؓ بن صامت، عتبہؓ بن مالک، معاذؓ بن جبل، عمرؓ بن سلمہ، اسیدؓ بن حضیر اور مالکؓ بن مویرت ان کے امام و معلم تھے۔ (49)

نصابِ تعلیم

ان درس گاہوں کے نصابِ تعلیم کے حوالے سے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت تک عبادات میں صرف نماز فرض ہوئی تھی۔ لہذا یہاں پر زیادہ تر نماز کے احکام و مسائل، قرآن اور اخلاقیات کی تعلیم دی جاتی تھی اور اسی طرح وہ اخلاقیات جن پر بیعتِ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ نے انصار کے مرد و خواتین سب کو بیعت کیا تھا، کی تعلیم دی جاتی تھی۔ عبادہؓ بن صامت اس بیعت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

بایعنا رسول اللّٰہ ﷺ لیلۃ العقبۃ الاولیٰ علی ان لا نشرک باللّٰہ شیئا، ولا نسرق، ولا نزنی، ولا نقتل اولادنا، ولا نأتی ببھتان نفتریہ من بین ایدینا وارجلنا، ولا نعصیہ فی معروف (50)

''ہم نے بیت عقبہ اولیٰ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس چیز پر کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ کسی پر بہتان لگائیں گے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی معروف میں نافرمانی کریں گے''۔

---

(49) یہ معلومات سیر و رجال کی مختلف کتب مثلاً طبقاتِ ابن سعد، سیرتِ ابن ہشام، سیرتِ حلبیہ، وفاء الوفا اور روض الانف وغیرہ میں موجود ہیں۔

(50) ابن ھشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر، ۲/۴۷
المسند، حدیث عبادہ بن صامت، ح۲۲۲۴۸، ۶/۴۴۱

Marfat.com

چنانچہ ان درس گاہوں میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ان ہی اخلاقی امور کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اہل مدینہ کے ساتھ روانہ فرمایا تو ان کو یہ حکم دیا تھا۔

ان یقرء هم القرآن ،ویعلّمهم الاسلام،ویفقّههم فی الدین (51)

''ان کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں، اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں''

اس مدت میں جس قدر قرآن نازل ہو چکا تھا ان درس گاہوں میں اس کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اور عام طور پر آیات و سور زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔ انصار نے بیعت عقبہ میں جن باتوں کا اقرار کیا تھا ان پر عمل کی تلقین وتاکید کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس درس گاہ کے ایک طالب علم حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے:

فما قدم حتی قرأت ﴿سبح اسم ربک الاعلیٰ﴾ فی سور من المفصّل (52)

''رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی میں نے ''طوال مفصل''☆ کی کئی سورتیں یاد کرلی تھیں''۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو انصار نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو بڑے فخر سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! هذا غلام من بنی النجار معه مما انزل اللہ علیک بضع عشرة سورة ، فاعجب ذالک النبی ﷺ (53)

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس لڑکے کا تعلق بنو النجار سے ہے۔ جو کلام آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اس کو اس میں سے دس سے زائد سورتیں یاد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر خوشی کا اظہار فرمایا''۔

یہ درس گاہیں دن رات، صبح وشام کی قید سے آزاد تھیں اور ہر شخص ہر وقت ان سے استفادہ کر سکتا تھا۔

---

(51) ابن ہشام، العقبۃ الاولی ومصعب بن عمیر، ۲/۷۴

(52) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب، مقدم النبی واصحابہ المدینۃ، ح: ۳۹۲۵، المسند، حدیث البراء بن عازب، ح: ۱۸۰۲۱، ۵/۳۶۰

(53) المسند، حدیث زید بن ثابت، ح: ۲۱۱۰۸، ۶/۲۳۸

☆ قرآن مجید کی ساتویں منزل یعنی سورۃ الحجرات سے سورۃ الناس تک کی سورتوں کو ''مفصل'' کہتے ہیں

Marfat.com

خلاصۂ بحث

مکی عہدِ نبوت میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

مکی دور میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں تاہم بعض منتشر معلومات سے اس قدر ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ کارِ نبوت کی انجام دہی میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی اور حق کی تبلیغ میں انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح ہر تکلیف اور مصیبت کا بڑی خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں اشاعتِ اسلام کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ نبوی ہدایت کے مطابق صحابہ کرامؓ اپنے اپنے خاندان اور اہلِ خانہ کو اسلام کی دعوت دیتے تھے جس کے نتیجہ میں کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ حضرت عمارؓ بن یاسر اسلام لائے تو تمام گھر والوں کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی۔ جس کے نتیجے میں ان کے تمام اہل خانہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح حضرت طلیبؓ بن عمیر کی دعوت پر ان کی والدہ اروئیؓ بنت عبدالمطلب نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ام الخیر بھی ان کی کوششوں سے ہی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگوں کو اپنے ذاتی کردار اور محاسن سے متاثر کر کے اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جیسا کہ ابوبکرؓ کی شخصی خوبیوں کی وجہ سے لوگ ان کی مجلس میں آتے تو آپ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور جب ایک دفعہ آپؓ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تو ابن دغنہ یہ کہہ کر آپؓ کو واپس لے آیا:

ان مثلک لا یخرج ولا یخرج، فانک تکسب المعدوم وتصل الرحم، وتحمل الکل، وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق فانالک جار، وارجع واعبد ربک ببلدک (54)

(54) صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر فی عہد رسول اللہ وعقدہ، ح ۲۲۹۷
ایضا کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، ح ۳۹۰۵

Marfat.com

"اے ابوبکر! تیرے جیسے آدمی کو نہیں نکالا جانا چاہئے آپ تو مفلس اور نادار کے لئے مال کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں ان کی مدد کرتے ہیں میں آپؓ کو پناہ دیتا ہوں۔ آپؓ اپنے شہر لوٹ جایئے اور آزادی سے اپنے رب کی عبادت کیجئے"۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ واپس لوٹ آئے اور آپؓ کی دعوت پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ابن ہشام نے پچاس سے زائد صحابہ کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے ابوبکرؓ کی دعوت اور تحریک پر اسلام قبول کیا۔ (55)

مکی عہد نبوت میں تبلیغ اسلام کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام سرزمینِ مکہ تک محدود نہ رہا بلکہ بہت جلد جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں اسلام کی گونج سنائی دینے لگی۔ صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے قبیلہ غفار، قبیلہ ازدشنوءۃ، قبیلہ دوس اور یثربی قبائل اوس وخزرج کے علاوہ کئی دیگر قبائل میں بھی اسلام پھیل گیا، بلکہ ہجرت حبشہ کی بدولت اب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اہل حبشہ کے لئے بھی کسی تعارف کی محتاج نہ رہی تھی۔ ہجرتِ مدینہ کے وقت مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد یثرب اور دیگر کئی قبائل میں موجود تھی۔

اسلام کی اس عالمگیر اشاعت میں یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ان مبلغ صحابہ کرامؓ کی کوششیں بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے دعوتِ اسلام کے پھیلاؤ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوذر غفاریؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، طفیلؓ بن عمرو دوسی، ضمادؓ بن ثعلبہ ازدی، جبکہ قریشی صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، ابوعبیدہؓ، زبیرؓ، جعفرؓ، سعیدؓ بن زید، طلحہؓ اور مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا ہر صحابی داعی اور مبلغ تھا۔

مکی دور میں اسلام کے فروغ میں ان مراکز کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے جہاں صحابہ کرامؓ تعلیم قرآن اور عبادت و ریاضت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ ہجرت سے قبل مکہ میں دارِ ارقمؓ، بیت فاطمہ بنت خطابؓ اور شعب ابی طالب وغیرہ کو مسلمانوں کی تعلیمی اور علمی

---

(55) ابن ہشام، ذکر من اسلم من الصحابۃ بدعوۃ ابی بکرؓ، ۱/ ۲۸۷۔ ۲۹۷

Marfat.com

سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے دعوتی وتبلیغی مراکز میں دارِارقمؓ کو اس وجہ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ یہ جگہ نہ صرف کمزور مسلمانوں کی جائے پناہ تھی بلکہ یہاں ان کا تزکیۂ نفس بھی کیا جاتا تھا۔

مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ میں بھی ہجرت سے قبل چند دعوتی وتبلیغی مراکز کا سراغ ملتا ہے۔ قبا، مسجد بنی زریق اور نقیع الخضمات کی درس گاہیں قبل از ہجرت مدینہ کے اہم دعوتی وتبلیغی مراکز تھے، جہاں پر سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ اور مصعبؓ بن عمیر جیسے معلمین انصار کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

ہجرت سے قبل مدینہ میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت اور فروغ میں ان انصار صحابہ کرامؓ کا کردار بھی بڑا اہم ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہٴ ثانیہ کے بعد اپنے اپنے قبیلے اور خاندان کا نقیب مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ان صحابہ میں سے حضرت اسعدؓ بن زرارہ، رافعؓ بن مالک، اسیدؓ بن حضیر، عبادہؓ بن صامت اور سعدؓ بن معاذ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے اسلام کے فروغ میں اپنے علم اور اثر ورسوخ کو پوری طرح استعمال کیا

Marfat.com

باب چہارم: مدنی عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

فصل اول: مدنی عہد نبوت میں مبلغین کی تیاری کا باقاعدہ انتظام

مدینہ منورہ آمد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجد نبویؐ کی تعمیر تھی، مسجدِ نبوی کے ایک گوشے میں ایک سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا۔ جس پر وہ مہاجرین صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ آ کر رہنے لگے تھے جو نہ تو کچھ کاروبار کرتے تھے اور نہ ان کے پاس رہنے کو گھر تھا۔ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں سے دین متین کی تعلیمات حاصل کرنے کیلئے آنے والے صحابہ کرام بھی یہاں قیام کرتے تھے۔ گویا صفہ ان غریب اور نادار صحابہ کرام کی جائے پناہ تھی جنہوں نے اپنی زندگی تعلیمِ دین، تبلیغِ اسلام، جہاد اور دوسری اسلامی خدمات کیلئے وقف کر رکھی تھی۔

مدنی عہد نبوت میں مذہبی تعلیم و تربیت کے دو طریقے تھے۔ ایک غیر مستقل، جس میں مختلف قبائل کے آدمی مدینہ آ کر چند دن قیام کرتے اور ضروری مسائل سیکھ کر واپس چلے جاتے اور اپنے اپنے قبائل کو جا کر تعلیم دیتے، ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد رسول اللہ ﷺ انہیں ان کے قبائل میں واپس بھیج دیتے، چنانچہ مالکؓ بن الحویرث کو بیس دن کی تعلیم کے بعد حکم دیا:

ارجعوا الى أهليكم فعلموهم ومروهم وصلوا كما رأيتموني أصلي، وإذا حضرت الصلوٰة فليؤذن لكم احدكم ثم ليؤمكم اكبركم"(1)	"تم اپنے خاندان میں واپس جاؤ اور ان میں رہ کر ان کو امور شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح پڑھانا، اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی اذان دے، پھر تم میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا امامت کرائے"۔

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ح:۶۰۰۸، ص:۱۰۵۱

ایضاً، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین ..... ح:۶۳۱، ص:۱۰۴

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ؟ ح:۱۵۳۵، ص:۲۷۲

سنن نسائی، کتاب الاذان، باب اجتزاء المرء باذان غیرہ فی الحضر، ح:۶۳۶، ص:۸۸

Marfat.com

اسی طرح وفد عبد القیس نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر اسلام کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے ان کو ادائے خمس، نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیمات دیں اور پھر فرمایا:

احفظوه واخبروه من وراء كم (2)

دوسرا طریقہ مستقل تعلیم وتربیت کا تھا اور اس کیلئے صفہ کی درس گاہ مخصوص تھی۔ اس میں وہ لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو علائق دنیوی سے بے نیاز تھے اور انھوں نے اپنے آپ کو دینی تعلیم وتربیت اور عبادت وریاضت کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ مسجد نبوی کی اس درس گاہ کے دو حلقے تھے، ایک درس وتعلیم کا حلقہ اور دوسرا ذکر وفکر اور عبادت وریاضت کا۔ حضرت عبد اللہؓ بن عمرو فرماتے ہیں:

خرج رسول الله ﷺ ذات يوم من بعض حجره، فدخل المسجد، فاذا هو بحلقتين احدهما يقرءون القرآن ويدعون الله، والاخرىٰ يتعلّمون ويعلّمون، فقال النبی ﷺ كل على خير، هولآء يقرءون القرآن ويدعون الله، فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم، وهولاء يتعلّمون و يعلّمون، وانما بعثت معلما، فجلس معهم(3)

"ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں دو حلقے دیکھے۔ ایک حلقہ کے لوگ تلاوت ودعا میں مصروف تھے اور دوسرے حلقے کے لوگ تعلیم تعلم میں، آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اور فرمایا: دونوں بھلائی پر ہیں۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ سے دعا مانگتے ہیں اگر چاہے تو ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو روک لے، اور یہ لوگ سیکھتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔ (پھر آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے کہ) "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں" حلقہ درس وتعلیم میں جا کر بیٹھ گئے"

---

(2) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان ح:۸۷، ص:۲۰
ایضاً، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، ح:۵۳، ص:۱۳

(3) سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء والحث الی طلب العلم، ح:۲۲۹، ص:۳۵
سنن الدارمی، المقدمہ، باب فی فضل العلم والعالم، ح:۳۵۵، ۱۰۵/۱

Marfat.com

اصحابِ صفہ کیلئے اساتذہ کا تقرر

اصحابِ صفہ کے معلم اول تو خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

اقبل ابو طلحةؓ یوما فاذا النبی ﷺ قائم یقرئ اصحاب الصفة علی بطنه فصیل من حجر یقیم به صلبه من الجوع(4)

''ایک دن حضرت ابوطلحہؓ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اصحابِ صفہ کو کھڑے قرآن پڑھا رہے ہیں، آپؐ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا تھا تاکہ کمر سیدھی ہو جائے''۔

رسول اللہ ﷺ جب تعلیم ونصیحت سے فارغ ہوکر تشریف لے جاتے تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہؓ حلقہ میں بیٹھ کر تعلیم کے سلسلہ کو اسی طرح جاری رکھتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ دوبارہ تشریف لاتے تو لوگ خاموش ہو جاتے آپ ﷺ تشریف فرما ہونے کے بعد فرماتے کہ اسی عمل میں مشغول رہیں اور اس کو جاری رکھیں، کبھی کبھار حضرت معاذؓ بن جبل بھی تعلیمی حلقہ سنبھال لیتے تھے۔(5)

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کئی مستقل معلمین بھی اصحابِ صفہ کی تعلیم وتربیت پر متعین تھے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کا بیان ہے:

"علمت ناسا من أهل الصفة القرآن والكتاب فاهدیٰ الیَ رجل منهم قوسا''(6)

''میں نے اصحابِ صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور لکھنے کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ہدیہ میں ایک کمان دی''۔

---

(4) ابو نعیم الاصفہانی ''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء''، ذکر اہل الصفۃ، ۱/ ۳۱۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997۔ (5) کتانی، عبدالحی، علامہ ''نظام الحکومۃ النبویۃ''، (مترجم، مولانا معظم الحق) ص: ۳۲۷، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱۹۹۱

(6) سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب کسب المعلم، ح: ۳۴۱۶، ص: ۴۹۵ المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت ح: ۲۲۱۸۱، ۶/ ۳۲۹ (7) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن سعید بن العاص، ۳/ ۱۷۵ الاستیعاب، تذکرہ عبداللہؓ بن العاص، ۳/ ۳۹۰

Marfat.com

اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن سعید بن العاصؓ جو خوشخط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے اصحابِ صفہ کو لکھنا سکھاتے تھے۔ (7)

اوقاتِ تعلیم

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں سے کوئی آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا۔ (8)

سماک بن حرب نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، میں بہت زیادہ آپ ﷺ کی مجلس میں شریک رہا کرتا تھا، جب تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ مصلیٰ پر رہتے تھے، اور طلوع آفتاب کے بعد اٹھ کر مجلس میں تشریف لاتے تھے، اور مجلس کے درمیان صحابہ زمانہ جاہلیت کے واقعات بیان کر کے ہنستے تھے اور آپ ﷺ مسکرا دیتے تھے۔

اصحابِ صفہ انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیریں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے۔ (9)

اس مصروفیت کی وجہ سے ان میں سے بعض حضرات کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس بنا پر ان کی تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ستر کے قریب اصحابہ صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔

فکانوا اذا جنّهم اللیل انطلقوا الی معلم لهم بالمدینه، فیدرّسون اللیل حتی یصبحوا (10)

"جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ مدینہ میں ایک معلم کے پاس جاتے اور رات بھر پڑھتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی"۔

---

(8) جمع الفوائد، کتاب العلم، ۴۸/۱

(9) المسند، حدیث جابرؓ بن سمرہ، ح: ۲۰۲۳۳، ۶/ ۹۵-۹۶

(10) المسند، مسند انسؓ بن مالک، ح: ۱۱۹۹۴، ۵۹۸/۳

Marfat.com

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ مسجدِ نبوی سے ہٹ کر کوئی اور جگہ تھی جہاں اصحابِ صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گویا اصحابِ صفہ کا سارا وقت درس وتدریس ہی میں بسر ہوتا تھا۔ ابن المسیبؓ نے حضرت ابوھریرہؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"یقولون:ان ابا هريرة قد اكثر، والله الموعد ويقولون مابال المهاجرين والانصار لا يتحدّثون مثل احاديثه؟ وسأخبركم عن ذالك :إن إخواني من الانصار كان يشغل هم عمل ارضهم ،واما إخواني من المهاجرين كان يشغل هم الصفق بالاسواق،وكنت الزم رسول اللهﷺ على ملیء بطنی،فاشهد اذا غابوا، واحفظ اذا نسوا،(11)

"لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ ہی ہمارا اور تمہارا محاسبہ کرنے والا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ انصار ومہاجرین ابو ہریرہؓ کی طرح کثرت سے حدیثیں بیان نہیں کرتے؟ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے اور انصاری بھائی اپنی زمین کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ میں محتاج آدمی تھا، میرا سارا وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزرتا تھا، پس جس وقت یہ موجود نہ ہوتے تھے میں موجود رہتا تھا اور جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے تھے میں محفوظ کر لیتا تھا"۔

حضرت ابوھریرہؓ جو خود بھی اصحابِ صفہ میں سے تھے ان کا یہ بیان گویا اصحابِ صفہ کا ترجمان ہے۔ یہ سب لوگ درس گاہِ نبوت میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے تھے۔ حضرتِ ابوھریرہؓ کے اس بیان کی تصدیق خود حضرت عمرؓ کے اس بیان سے ہوتی ہے:

"كنت انا وجار لي من الانصار في بني امية بن زيد ،وهي من عوالي المدينة،وكنا نتناوب النزول على رسول اللهﷺ،ينزل يوما وانزل يوما،

"میں اور عوالی مدینہ میں قبیلہ امیہ بن زید کا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں باری باری رسول اللہ ﷺ کے یہاں جاتے تھے، ایک دن وہ جاتے اور ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبر

---

(11) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی ھریرہؓ، ح: ۲۴۹۱، ص: ۱۰۹۷

صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، ح: ۱۱۸، ص: ۲۵

Marfat.com

فاذا نزلت جنته بخبر ذالک اليوم من الوحی وغيره، واذا نزل فعل مثل ذالک"(12)

لاتا اور جس دن وہ جاتے وہ بھی اسی طرح کرتے"۔

طریقۂ تعلیم

ابتداء میں مجلس میں طلبہ کے بیٹھنے کا کوئی خاص انتظام اور طریقہ نہ تھا، جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر بیٹھ جاتے تھے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ ایک حلقہ بنوایا اور سب لوگ ایک ساتھ بیٹھنے لگے، جابرؓ بن سمرہ کا بیان ہے:

"دخل رسول الله ﷺ المسجد وهم حلق فقال ﷺ: مالی اراکم عزين"(13)

رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے جہاں صحابہ کرامؓ کے جدا جدا حلقے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم لوگ جدا جدا ہو (یعنی ایک ساتھ بیٹھو)۔

رسول اللہ ﷺ اپنے تمام حاضرین مجلس کو اس طرح تعلیم دیتے تھے کہ عالم، جاہل، شہری، بدوی، عربی، عجمی بوڑھے، بچے، جوان پوری طرح فیض اٹھاتے تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات سامعین کے دل میں اتر جاتی تھی۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے:

انه كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا حتى تفهم عنه، واذا أتى على قوم فسلم عليهم ثلاثا(14)

"رسول اللہ ﷺ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کو تین بار کہتے تھے تاکہ سمجھ لی جائے اور جب کسی جماعت کے پاس جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے تھے"

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ، جو مسجد نبوی کی اس درس گاہ کے معلم تھے، حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب اہل مجلس کے سامنے جلدی جلدی حدیثیں بیان کرنے لگے اس وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ نماز میں مصروف تھیں۔ جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئیں تو ابوھریرہؓ مجلس ختم کر کے جا چکے تھے۔ چنانچہ آپؓ نے عروہ بن زبیرؓ سے فرمایا کہ ابوھریرہؓ

(12) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، ح:۸۹، ص:۲۱

(13) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التحلق، ح:۴۸۲۳، ص:۶۸۲

(14) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعادہ الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ، ح:۹۵، ص:۲۲

مل جاتے تو میں ان کے جلدی جلدی حدیث بیان کرنے پر نکیر کرتی، اس کے بعد فرمایا:

ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یسرد الحدیث سردکم (15)

"رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح حدیث جلد جلد اور مسلسل بیان نہیں فرماتے تھے"۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ لیحدث الحدیث لو شاء العادّ ان یحصیہ أحصاہ (16)

"رسول اللہ ﷺ اس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کر لیتا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ آپ ﷺ بات ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں کہتے کہ سننے والوں کے دل میں بیٹھ جائے، یاد کرنے والے یاد کر لیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ نرم کلامی، شیریں بیانی اور اندازِ تعلیم کے اسی اسلوب کی بدولت بدوی لوگ بھی آپ ﷺ پر فدا ہو جاتے تھے۔ حضرت معاویہؓ بن حکیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا، مجھ سے خلافِ نماز کوئی حرکت سرزد ہوگئی، جس کی وجہ سے تمام نمازی مجھ سے بگڑ گئے اور گھور گھور کر میری طرف دیکھنے لگے، لیکن خود معلمِ انسانیت کا رویہ اور طریقہ تعلیم کیا تھا راوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فبأبی ھو وامی ،مارأیت معلّما قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیما منہ ،فو اللہ ما کھرنی ولا ضربنی ،ولا شتمنی، قال ﷺ :ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس ،انما ھو التسبیح ،والتکبیر وقرأۃ القرآن (17)

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر معلم نہیں دیکھا، خدا کی قسم نہ مجھے جھڑکا، نہ مارا اور نہ ہی سخت سست کہا، بلکہ فرمایا نماز میں انسانی کلام اچھا نہیں ہے۔ اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا ہے"۔

---

(15) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی سرد الحدیث، ح: ۳۶۵۵، ص: ۵۲۴

(16) ایضاً (17) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ، ح: ۱۱۹۹، ص: ۲۱۸

Marfat.com

اصحابِ صفہ میں درس وتدریس کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک شخص قرآن مجید پڑھتا جاتا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں ضعفاء مہاجرین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ عریانیت کے خوف سے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے تھے اور ایک قاری ہم لوگوں کو قرآن پڑھا رہا تھا۔ اس حال میں رسول اللہ ﷺ آ کر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ کو دیکھ کر قاری خاموش ہو گیا، آپ ﷺ نے سلام کر کے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک قاری قرآن پڑھ رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں۔ ہمارا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**الحمد لله الذی جعل من امتی من امرت ان أصبر نفسی معهم**" "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم ہے"۔

یہ کہہ کر آپ ﷺ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تا کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح بیٹھو، اور حاضرین مجلس اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین تم کو بشارت ہو قیامت کے دن نور تام کی، تم لوگ مالداروں سے آدھ دن پہلے جنت میں داخل ہو گے، اور یہ (دنیوی حساب سے) پانچ سو سال ہے۔ **(18)**

اصحابِ صفہ کی دعوتی سرگرمیاں:

ویسے تو ہر مسلمان ہی داعی اور مبلغ ہے اور دعوت وتبلیغ ہی اس امت کا وہ خصوصی وصف ہے جس کی بدولت اس کو "خیر الامم" کے لقب سے ملقب کیا گیا **(19)**

اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دعوتِ دین کیلئے ایک ایسی جماعت تیار کرے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ **(20)** "تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے"۔

چنانچہ ہجرت مدینہ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک باقاعدہ

---

(18) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ح:۳۶۶۶، ص:۵۲۶

(19) آل عمران، ۳:۱۱۰ (20) آل عمران، ۳:۱۰۴

Marfat.com

درسگاہ قائم فرمائی، تاکہ مبلغین کی ایک تربیت یافتہ جماعت تیار کی جائے۔اصحابِ صفہ کی صورت میں جب یہ جماعت تیار ہوگئی تو آپ ﷺ نے ان اصحاب کو، جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے "قراء" کہلاتے تھے،(21) مختلف دعوتی و تبلیغی مہمات پر روانہ فرمایا۔

رجیع کی مہم

صفر ۴ھ میں قبائل عضل وقارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں درخواست کی کہ آپ ﷺ اپنے رفقاء میں سے کچھ آدمیوں کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیجئے تاکہ وہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں، قرآن پڑھائیں اور شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں۔رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ صفہ میں سے مندرجہ ذیل چھ☆ افراد منتخب کئے، مرثدؓ بن ابی مرثد غنوی، خالدؓ بن بکیر لیثی، عاصمؓ بن ثابت، خبیبؓ بن عدی، زیدؓ بن دثنہ، عبداللہؓ بن طارق اور مبلغین کی اس جماعت کا امیر مرثدؓ بن ابی مرثد کو مقرر فرمایا۔

جب یہ لوگ رجیع، جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے، پہنچے تو قبیلہ عضل اور قارہ کے لوگوں نے مسلمانوں سے غداری کی اور قبیلہ ہذیل کو مدد کیلئے پکارا، چنانچہ ان لوگوں نے حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ کو پناہ کا دھوکہ دے کر گرفتار کرلیا، جبکہ باقی صحابہ کو شہید کر دیا گیا۔زیدؓ بن دثنہ اور خبیبؓ بن عدی کو بھی ان لوگوں نے بعد میں مکہ لے جاکر فروخت کر دیا، چنانچہ زیدؓ بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ بن خلف کے عوض قتل کرنے کیلئے خرید لیا، جبکہ خبیبؓ کو حجیر بن ابواھاب تمیمی نے خرید کر قتل کر دیا۔(22)

بئر معونہ کی مہم

صفر ۴ھ میں نجد کے ایک قبیلے عامر بن صعصعہ کے ایک رئیس ابوالبراء عامر بن مالک کو آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، وہ نہ اسلام لایا اور نہ اس نے تردید کی بلکہ کہنے لگا! اے محمد! اگر آپ ﷺ اپنے رفقاء میں سے کچھ لوگوں کو اہلِ نجد کے ہاں بھیج دیں اور وہ وہاں آپ ﷺ کا پیغام پہنچا کر انہیں اسلام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ اہلِ نجد

---

(21) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ح:۴۹۱۷، ص:۸۵۱
المسند، مسند انسؓ بن مالک، ح:۱۱۹۹۴، ۳/۵۹۸

(22) ابن ھشام، ذکر یوم الرجیع، ۳/۱۸۷-۳۰۳، تاریخ الامم والملوک، ۳/۲۹-۳۱ (واقعات ۴ھ)

Marfat.com

آپ ﷺ کے پیغام پر ضرور لبیک کہیں گے۔رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: مجھے اپنے آدمیوں کے متعلق اہلِ نجد سے خوف ہے۔ابو براء نے کہا: میں اس کا ضامن ہوں اس لئے آپ ﷺ ان کو روانہ فرما دیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منذرؓ بن عمرو کی قیادت میں ستر صحابہ، جو سب کے سب درسگاہِ صفہ کے تربیت یافتہ تھے،اس کے ساتھ بھیج دیئے۔ (23)

ابنِ ھشام اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق یہ جماعت چالیس صحابہ پر مشتمل تھی ۔ یہ سب لوگ بئر معونہ پہنچ گئے، جو بنو سلیم کے قریب ایک جگہ تھی ۔ وہاں سے اپنی جماعت کے ایک آدمی حرامؓ بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا خط دے کر قبیلے کے سردار عامر بن طفیل کی طرف بھیجا، لیکن اس نے خط پڑھنے سے قبل ہی قاصد کو قتل کر دیا اور بنو سلیم کے ہمراہ بئر معونہ روانہ ہوا اور باقی مسلمانوں کو بھی قتل کر دیا۔ (24)

تاہم سطور بالا کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لئے ایک ایسی جماعت کی تیاری کو ضروری خیال کیا جس کو دعوتی مشن اپنی جان سے بھی عزیز تھا، رجیع اور بئر معونہ کی دعوتی مہمات میں انتہائی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کو ان واقعات کا انتہائی رنج ہوا۔ اس لئے بعد کے دور میں خالصتاً تبلیغی مہمات بھی حفاظتی نقطۂ نظر سے مسلح کر کے بھیجی گئیں۔

درس گاہِ صفہ کے تربیت یافتہ معلمین و مبلغین کی دعوتی سرگرمیاں اس کے بعد بھی جاری رہیں۔ آپ ﷺ ان لوگوں کو مختلف جہادی مہمات میں افواج کے ہمراہ بطور مبلغ روانہ فرماتے ،اس کے علاوہ قبائل عرب کی طرف سے آنے والے وفود کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی آپ ﷺ اصحابِ صفہ سے مدد لیتے تھے۔

---

(23) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ح: ۴۹۱۷، ص: ۸۵۱

☆ امام بخاری نے ان اصحاب کی تعداد دس بیان کی ہے۔ (i) امام سہیلی نے بھی دس کے قول کو ہی ترجیح دی ہے جن میں سے چھ مہاجر اور چار انصار صحابہ تھے۔ (ii) جب کہ ابن الاثیر نے ان مبلغین کی تعداد چھ بیان کی ہے۔ (iii)

(i) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، ح: ۴۰۸۶، (ii) الروض الانف ، ذکر یوم الرجیع ۱۶۷/۲، (iii) اسد الغابہ، تذکرہ عبد اللہؓ بن طارق، ۵/ ۲۵۸

(24) ابن ھشام، حدیث بئر معونہ، ۳/ ۲۰۴-۲۱۰ اسد الغابہ، تذکرہ منذرؓ بن عمرو، ۴/ ۴۱۸

Marfat.com

فصل دوم

عرب قبائل کے لئے مبلغین کا تقرر / قبائلی روساء کا دعوتی کردار

قریش مکہ کو چونکہ مذہبی سیادت حاصل تھی اس لئے عرب میں ان کا ادب واحترام کیا جاتا تھا اور تمام عرب مذہبی معاملات میں ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے تھے۔ کفر و اسلام اور حق و باطل کی جو آویزش جاری تھی اس میں قبائل عرب قریش کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بالآخر جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش سب کے سب مسلمان ہو گئے تو اب قبائل عرب کے لئے بھی اسلام کے حق میں فیصلہ کرنا آسان ہو گیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں:

"ان مكة لما فتحت بادرت العرب باسلامهم فكان كل قبيلة ترسل كبرأها يسلّموا ويتعلّمو ويرجعوا الى قومهم فيدعوهم الى الاسلام" (1)	"فتح مکہ کے بعد تمام عرب نے اسلام کی طرف نہایت تیزی سے قدم بڑھایا۔ ہر قبیلہ اپنے سرداروں کو بھیجتا تھا کہ جا کر اسلام لائیں اور دین کی تعلیم حاصل کریں، واپس آئیں تو اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دیں"۔

فتح مکہ کے بعد تقریباً ایک سال کے عرصہ میں تمام قبائل عرب نے اپنے منتخب افراد کو وفود کی صورت میں مدینہ طیبہ بھیجا تا کہ وہ پوری قوم اور قبیلہ کی طرف سے اسلام کی بیعت کریں۔ فتح مکہ سے قبل رسول اللہ ﷺ کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ جو قبیلہ اور قوم بھی اسلام قبول کرے اسے مدینہ آ کر مستقل رہنے پر آمادہ کیا جائے۔ اس کی بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو لوگ دارالہجرت آ کر دین کی تعلیم حاصل کریں اور مزید یہ کہ دفاعی نقطہ نظر سے بھی مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ ہو۔

چنانچہ فتح مکہ سے قبل رسول اللہ ﷺ جو دعوتی مہمات روانہ فرماتے تھے ان کو یہی نصیحت کی جاتی تھی کہ لوگوں کو دین کی دعوت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو ان کو مدینہ کی طرف ہجرت کی دعوت دیں۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے:

---

(1) فتح الباری، ۲۵۲/۱۰

Marfat.com

''كان رسول الله ﷺ اذا بعث اميرا على سرية او جيش اوصاه بتقوى الله فى خاصة نفسه وبمن معه من المسلمين خيرا، وقال ﷺ! ''اذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم الى احدى ثلاث خصال فايتها اجابوك اليها ، فاقبل منهم وكف عنهم ،ادعهم الى الاسلام ،فان اجابوا فاقبل منهم وكف عنهم ،ثم ادعهم الى التحول من دارهم الى دار المهاجرين،،وأعلمهم انهم ان فعلوا ذالك ،ان لهم ماللمهاجرين وان عليهم ما على المهاجرين ،فان ابوا واختار وادارهم فأعلمهم انهم يكونون كأعراب المسلمين يجرى عليهم حكم الله الذى كان يجرى على المؤمنين ولا يكون لهم فى الفيء و الغنيمة نصيب إلا ان يجاهدوا مع المسلمين ،فان هم ابوا فادعهم الى اعطاء الجزية فان اجابوا فاقبل منهم وكف عنهم ،فان ابوا فاستعن بالله وقاتلهم''(2)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی کو کسی جماعت یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرماتے تو اس کو خاص اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتے اور یہ فرماتے !جب تمہارا مشرک دشمنوں سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دینا۔ان باتوں میں سے جو بات بھی وہ مان لیں تم اسے ان سے قبول کر لینا اور ان سے جنگ نہ کرنا، پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین، ح:۲۶۱۲،ص:۳۷۷ سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب وصیۃ الامام، ح:۲۸۵۸،ص:۴۱۲ المسند ،حدیث بریدۃؓ الاسلمی، ح:۲۲۵۲۱،۴۹۲/۶

اگر وہ اسے منظور کرلیں تو تم ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے رک جاؤ، پھر تم ان کو اپنا علاقہ چھوڑ کر دارالمہاجرین (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتلا دو کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو وہ تمام منافع ملیں گے جو مہاجرین کو ملتے ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اسے نہ مانیں اور اپنے علاقے میں رہنے کو ہی ترجیح دیں تو انہیں بتلا دو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے اور اللہ کے احکام جو تمام مسلمانوں کے ذمہ ہیں وہ ان کے ذمہ ہوں گے۔ انہیں فئے اور مالِ غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو حصہ ملے گا۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو اگر وہ اسے مان لیں تو تم اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اسے بھی نہ مانیں تو اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جنگ کرو"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی یہ تھی کہ نومسلم قبائل اور افراد کو مدینہ کی طرف ہجرت کی ترغیب دی جائے، لیکن فتح مکہ کی صورت میں جب اسلام کو نئی قوت وشوکت نصیب ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی تبدیل فرمائی اور واضح طور پر اعلان فرمادیا گیا:

"لا هجرة بعد فتح مكه" (3) "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے"۔

اب آپ ﷺ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جو لوگ بھی انفرادی طور پر یا وفود کی صورت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کو خود تعلیم ارشاد فرماتے اور بعض اوقات انصار ومہاجرین صحابہ کو حکم دیتے کہ وہ ان لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں اور جب وہ لوگ دین کے بنیادی امور کا علم حاصل کر لیتے تو آپ ﷺ ان وفود، جو عام طور پر رؤساء قبائل پر مشتمل ہوتے تھے، کو واپس اپنے قبائل میں جانے کا حکم دیتے اور ان کو حکم ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ سیکھ چکے ہیں وہ اپنے دوسرے لوگوں کو سکھائیں۔ (4)

---

(3) المسند، مسند صفوانؓ بن امیہ، ح: ۱۴۸۸۲، ۴/۴۰۱

(4) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ح: ۶۰۰۸، ص: ۱۰۵۱

امام بخاریؒ نے ایک جگہ ''وصاہ النبی ﷺ وفود العرب ان یبلغوا من ورائھم'' (5) کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کو آگے دوسروں تک پہنچانا ان وفود کا سب سے اہم فریضہ تھا۔ نیز بعض علاقوں کی طرف آپ ﷺ نے دعوتی مہمات روانہ فرمائیں اور مبلغین کو تلقین کی کہ اگر وہ لوگ اطاعت کا اظہار کریں تو ان کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں اور ان کو کہیں کہ وہ وفد بن کر مدینہ آئیں اور براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے فیضیاب ہوں۔ (6)

چنانچہ 9ھ میں اس کثرت سے وفود آئے کہ مؤرخین نے اس سال کو ''عام الوفود'' کا نام دیدیا۔ ان وفود میں سے بعض سینکڑوں افراد پر بھی مشتمل تھے (7) اور بعض محض ایک، دو اور تین افراد پر مشتمل تھے۔ ان وفود کی تعداد میں بھی کافی اختلاف ہے تاہم یہاں ان میں سے ان چند وفود اور قبائلی رؤساء کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا کردار دعوت وتبلیغ کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔

قبائلی رؤساء کی تعلیم وتربیت کا انتظام

اصحاب صفہ کی منظم اور مستقل تبلیغی جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ ہر قبیلہ اور جماعت میں سے کچھ ایسے لوگ موجود رہیں جو تعلیم وارشاد اور دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو انجام دیتے رہیں۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (8)

''اور سب مسلمان تو سفر کر کے (مدینہ) نہیں آ سکتے تو ہر قبیلہ سے ایک جماعت کیوں نہیں آتی کہ وہ دین کی سوجھ بوجھ حاصل کریں تاکہ جب وہ واپس جائیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں، شاید وہ بری باتوں سے بچ جائیں''

---

(5) صحیح البخاری، کتاب التمنی، ص: ۱۲۵۰ (6) ابن ھشام، اسلام بنی الحارث بن کعب ۲۴۹/۴

(7) وفد بنی تمیم ستر یا اسی افراد پر مشتمل تھا (i) جب کہ وفد بجیلہ میں شامل افراد کی تعداد ایک سو پچاس بیان کی جاتی ہے۔ (i) الاستیعاب، تذکرہ عمروؓ بن اہتم، ۱۱۶۳/۳ (ii) ابن سعد، ۳۴۷/۱ (8) التوبہ، ۱۲۲:۹

Marfat.com

چنانچہ بعض قبائل نے تو خود ہی اپنے نمائندہ افراد کو مدینہ بھیجا اور بعض قبائل مثلاً بنو حارث بن کعب اور ہمدان وغیرہ کو خود آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے وفود بھیجیں۔ چنانچہ اس کے بعد عرب کے تقریباً ہر قبیلہ نے اپنے وفود بارگاہِ رسالتؐ میں بھیجے تاکہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور واپس آ کر خود ان کو اس کی تعلیم دیں۔ تفسیر خازن میں ابن عباسؓ کا قول مروی ہے:

"كان ينطلق من كل حي من العرب عصابة فيأتون النبي ﷺ فيسألونه عما يريدون من امر دينهم ويتفقهون في دينهم"(9)

"عرب کے ہر قبیلے کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے مذہبی امور دریافت کرتا اور دین کا فہم حاصل کرتا"۔

آنے والے وفود اور قبائل عرب کے نمائندہ افراد کی ایسی تعلیم و تربیت کہ وہ واپس جا کر دعوت و تبلیغ کا کام کما حقہ کرسکیں، بڑی اہم ذمہ داری تھی جس کو رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین اور اصحابِ صفہ کی مدد سے عمدہ طریقہ سے انجام دیا، چنانچہ آپ ﷺ وفود عرب میں آنے والے قبائلی عمائدین کی خود تعلیم و تربیت فرماتے اور بعض اوقات انصار و مہاجرین کو حکم ہوتا کہ معزز مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو قرآن و سنت سکھائیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کا بیان ہے:

"كان رسول الله ﷺ يشغل، فاذا قدم رجل مهاجر على رسول الله ﷺ دفعه الى رجل منا يعلمه القرآن"(10)

"کوئی شخص جب ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کو تعلیمِ قرآن کے لئے ہم میں سے کسی کے سپرد کر دیتے"۔

چنانچہ حضرت وردانؓ طائف سے آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ابانؓ بن سعید کے حوالے کیا کہ ان کے مصارف کا بار اٹھائیں اور ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں علامہ ابن حجر کی روایت ہے:

---

(9) تفسیر خازن، تفسیر سورۃ التوبہ، آیت ما کان المؤمنون لینفروا.......... ۴۲۱/۲

(10) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۲۲۲۶۰، ۴۴۳/۶

Marfat.com

"ان النبی ﷺ اسلمه الی ابانؓ بن سعید لیمونه ویعلمه القرآن" (11)

انصارِ مدینہ باہر سے آنے والے حضرات کی مہمان نوازی کے ساتھ اس لگن اور دلسوزی سے ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے کہ وہ لوگ تشکر کے جذبات کے ساتھ واپس جاتے تھے۔ چنانچہ وفد عبدالقیس آیا تو اس اعتراف کے ساتھ واپس گیا۔

خیر اخوان، ألانوا فراشنا، وأطابوا مطعمنا، وباتوا واصبحوا یعلّمونا کتاب ربنا وسنة نبینا" (12)

آنے والی سطور میں ان چند قبائلی رؤساء اور مبلغین کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے قبائل میں دعوت کا فریضہ انجام دیا۔

عمیرؓ بن وہب کی قریشِ مکہ کو دعوت

عمیرؓ بن وہب قریش کے ممتاز سرداروں میں سے ایک تھے۔ یہ ابتدائے اسلام میں اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک تھے۔ ان کا بیٹا وہب بن عمیر غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو چھڑوانے کے بہانے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس سازش کا سوائے صفوان بن امیہ کے کسی کو علم نہ تھا، جو خود اس منصوبے میں شریک تھے۔ لیکن مدینہ پہنچ کر جب وہ اس ارادے سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بذریعہ وحی صفوان بن امیہ کے ساتھ تیار کردہ سازش سے آگاہ کردیا اب عمیر پر حقیقتِ حال واضح ہوچکی تھی۔ اس لئے انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور آپ ﷺ سے عرض کی:

فائذن لی یارسول اللہ ﷺ فالحق بقریش فادعوهم الی اللّٰہ والی الاسلام لعل اللّٰہ ان یهدیهم (13)

"یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جاکر اہلِ مکہ کو اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے گا"۔

---

(11) الاصابہ، تذکرہ وردانؓ جدالفرات، ۲۲۳/۳ (12) المسند، حدیث وفد عبدالقیس، ح:۱۵۱۳۱، ۴۵۲/۴ ایضاح ۱۷۳۷۶، ۲۳۵/۵ (13) الاصابہ، تذکرہ عمیرؓ بن وہب، ۱۵۰/۴

Marfat.com

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمیرؓ مکہ میں مسلسل اسلام کی صدا بلند کرتے رہے۔ چنانچہ صفوانؓ بن امیہ سمیت متعدد لوگوں نے آپ کی ترغیب سے ہی اسلام قبول کیا۔(14)

حضرت ضحاکؓ بن سفیان کی بنوکلاب کو دعوتِ اسلام

حضرت ضحاک کی کوششوں سے بنوکلاب کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا۔ 9ھ میں اس قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور آپ ﷺ کو بتایا: ضحاک بن سفیان نے ہمارے درمیان کتاب اور آپ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کیا اور ہمیں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کرلیا۔(15)

ابوامامہؓ باہلی کی اپنی قوم باہلہ کو دعوتِ اسلام

ابوامامہؓ باہلی نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی اپنی قوم کی طرف ہی مبلغ بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ قوم نے جب ان کو دیکھا تو خوش ہو کر کہا: صدیؓ بن عجلان (ابوامامہ کا نام ہے) کو خوش آمدید ہو۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ تم بے دین ہو کر اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف مائل ہو گیا ہوں اور مجھے اللہ اور رسول ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تم پر اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔

چنانچہ اس کے بعد ابوامامہؓ ان کو اسلام کی دعوت دینے لگے، لیکن قوم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان پر بڑی سختی کی۔ ابوامامہؓ نے بڑی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر ان کی دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں پوری قوم مسلمان ہو گئی(16)

حضرت ابوامامہؓ نے اس کے بعد دعوتِ دین کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا جہاں دو چار لوگوں کو دیکھتے ان تک اسلام کا پیغام ضرور پہنچاتے۔ مسلم بن عامر کا بیان ہے:

''جب ہم ابوامامہؓ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث سناتے اور کہتے ان کو

---

(14) اسد الغابہ، تذکرہ عمیرؓ بن وہب، ۱۵۰/۴ (15) ابن سعد، وفدِ کلاب، ۳۰۰/۱

(16) المستدرک، ذکر ابی امامۃؓ الباہلی، ۶۴۱/۳ الاصابۃ، تذکرہ صدیؓ بن عجلان، ۱۸۲/۲

Marfat.com

سنو، سمجھو اور جو سنتے ہو اس کو دوسروں تک پہنچاؤ'' (17)

سلمان بن حبیب محاربی بیان کرتے ہیں: میں حمص کی مسجد میں گیا، دیکھا کہ مکحول اور ابن زیاد زکریا دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مکحول نے کہا کہ اس وقت دل چاہتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوامامہ باہلی کے حضور چلتے، ان کی کچھ خدمت کرتے اور ان سے کچھ حدیثیں سنتے۔ سلمان کہتے ہیں: ہم لوگ اٹھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم لوگوں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اس کے بعد فرمایا: تمہارا میرے پاس آنا تمہارے لئے باعثِ رحمت بھی ہے اور تمہارے اوپر حجت بھی، (یعنی اگر تم حدیث کی خلاف ورزی کروگے) میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس امت کے حق میں جھوٹ اور تعصب سے زیادہ اور کسی چیز کا خوف کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آگاہ رہو جھوٹ اور تعصب سے بچو پھر فرمایا:

"الا وانه أمرنا ان نبلّغكم ذالك عنه ألا وقد فعلنا فأبلغوا عناماقد بلّغنا كم" (18)

"آگاہ رہو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم یہ باتیں تم تک پہنچادیں۔ آگاہ رہو ہم نے پہنچادیں، لہذا اب تم ان باتوں کو جو ہم سے تم نے سنیں ہیں دوسروں تک پہنچا دینا''

حضرت عمروؓ بن مرہ جہنی کی اپنی قوم کے لئے دعوت

حضرت عمروؓ بن مرہ جہنی نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور قرآن مجید کی تعلیم حضرت معاذ بن جبلؓ سے حاصل کی (19) پھر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری قوم میں بھیج دیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی میرے ذریعہ فضل فرمادے جیسے آپ ﷺ کے ذریعہ سے مجھ پر فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت مرحمت فرمائی، انہوں نے قوم کو ان الفاظ میں اسلام کی طرف بلایا:

"يا معشر جهينة! انى رسول رسول الله ﷺ

---

(17) سنن الدارمی، المقدمہ، باب البلاغ عن رسول اللہ ﷺ وتعلیم السنن، ح: ۵۵۰، ۱/۱۴۳

(18) اسد الغابہ، تذکرہ صدیؓ بن عجلان، ۳/۱۶۔۱۷

Marfat.com

الیکم ادعوکم الی الاسلام وآمرکم بحق الدماء وصلة الارحام، وعبادة اللّٰه وحده، ورفض الاصنام وبحج البیت، وصام شهر رمضان شهر من اثنی عشر شهرا، فمن اجاب فله الجنة ومن عصی فله النار''(20)

''اے قبیلہ جہینہ! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا قاصد ہوں اور تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اور میں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم خون کی حفاظت کرو، صلہ رحمی کرو، ایک اللہ کی عبادت کرو، بتوں کو چھوڑ دو، بیت اللہ کا حج کرو اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے روزے رکھو۔ جو مان لے گا اس کے لئے جنت ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے''۔

حضرت عمروؓ بن مرہ کی مسلسل دعوت اور کوشش سے ان کی قوم نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اپنی قوم کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا استقبال فرمایا، ان کو درازیٔ عمر کی دعا دی اور ان کی قوم کیلئے ایک تحریر لکھ کر دی۔ (21)

رفاعہؓ بن زید جزامی کی اپنی قوم کے لئے بطور مبلغ تقرری

خیبر سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع پر رفاعہؓ بن زید جزامی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک تحریر ان کی قوم کے لئے لکھ دی اور ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ اس خط میں تحریر تھا:

''ھذا کتاب من محمد رسول اللّٰه ﷺ لرفاعةؓ بن زید، انی بعثته الی قومه عامة، ومن دخل فیهم، یدعوهم الی اللّٰه والی رسوله، فمن اقبل منهم ففی حزب اللّٰه وحزب رسوله''(22)

''یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے رفاعہ بن زید کیلئے تحریر ہے کہ میں نے انہیں ان کی عام قوم کی

(19) الاصابہ، ۱۲/۵ (20) البدایہ، ۱۲/۵ کنز العمال، ۶۴/۷
(21) البدایہ، ۱۲/۵ کنز العمال، ۶۴/۷
(22) ابن ہشام، قدوم رفاعہؓ بن زید جزامی، ۲۵۲/۴ اسد الغابہ، تذکرہ رفاعہؓ بن زید، ۱۸۱/۲

Marfat.com

طرف اور ان لوگوں کی طرف جو ان کی قوم میں داخل ہوں، بھیجا ہے، رفاعہ ان سب کو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف دعوت دیں گے، جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا، اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں شمار ہو گا۔

پھر جب رفاعہ بن زید اپنی قوم میں پہنچے تو قوم نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کرلیا۔ (23)

عروہؓ بن مسعود کی ثقیف کو دعوت / عثمانؓ بن ابی العاص کا بطور امیر تقرر

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ماہ رمضان 9ھ میں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے عروہؓ بن مسعود ثقفی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی قوم میں جانے کی اجازت دی جائے تا کہ میں ان کو اسلام کی طرف بلاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ ثقیف تمہیں قتل کر ڈالیں۔ عروہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کے نزدیک باکرہ عورتوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔

چنانچہ وہ اس امید پر کہ قوم ان کی مخالفت نہیں کرے گی بڑے جذبے کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت کیلئے روانہ ہوئے۔ جب وہ اپنے مکان کے بالا خانے پر نمودار ہوئے، قوم کو اسلام کی طرف بلایا اور ان پر اپنا دین ظاہر کیا تو انہوں نے ہر طرف سے ان پر تیروں کا مینہ برسا دیا جس سے آپؓ شہید ہو گئے لیکن حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی کی یہ قربانی رائیگاں نہ گئی، جلد ہی قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ چھ افراد پر مشتمل ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرلیا اور مدینہ میں ٹھہر کر اسلام کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے ایک تحریر لکھ دی اور عثمان بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر کیا۔

ابن ھشام نے ان کے تقرر کی یہ حکمت بیان کی ہے: ان لوگوں میں انہیں اسلام کو ٹھیک طور پر سمجھنے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا سب سے زیادہ شوق تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی یہ کہتے ہوئے ان کے تقرر کی سفارش کی:

---

(23) ایضاً (24) ابن ھشام، امر وفد ثقیف و اسلامھا ۹۴/۴

تاریخ الامم والملوک، ۱۴۱/۳ (واقعات 9ھ)

"یارسول اللہ ﷺ انی قد رأیت هذا الغلام منهم من احرصهم علی التفقه فی الاسلام، وتعلم القرآن"(24)

"یارسول اللہ ﷺ! میں اس لڑکے کو ان لوگوں میں تفقہ فی الدین، مسائل دینی اور قرآن سیکھنے کا سب سے زیادہ حریص پاتا ہوں"۔

وفد بنوتمیم

بنوتمیم کا وفد بڑی شان وشوکت سے 9ھ میں مدینہ آیا وفد میں قبیلہ کے تقریباً تمام بڑے رؤساء مثلاً اقرع بن حابس، عمرو بن اہتم، نعیم بن یزید، قیس بن حارث، عطارد بن حاجب زبرقان بن بدر اور عیینہ بن حصن وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ اپنے خطیب اور شاعر ساتھ لے کر آئے تھے۔ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

"کان فی وفد تمیم سبعون او ثمانون رجلا ثم اسلموا القوم وبقوا بالمدینة مدة یتعلمون القرآن والدین"(25)

"قبیلہ بنوتمیم کے ستر یا اسی افراد وفد کی صورت میں حاضر ہوکر اسلام لائے اور مدینہ میں ایک مدت تک دین اسلام اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے"۔

اسی وفد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مقدسہ نازل فرمائی تھی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ(26)

"وہ لوگ جو آپ ﷺ کو حجروں کے عقب سے پکارتے ہیں ان میں سے بیشتر ناسمجھ ہیں"۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کہا! اے محمد ﷺ! ہم تمہارے پاس مفاخرہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اس لئے ہمارے شاعر اور خطیب کو اجازت دو" چنانچہ بنوتمیم کی طرف سے عطارد بن حاجب نے تقریر کی اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ثابتؓ بن قیس نے اس کا جواب دیا۔ اسی طرح زبرقان بن بدر نے فخریہ اشعار پڑھے تو ابنِ اسحاق کے بقول رسول اللہ ﷺ نے حسانؓ بن ثابت کو بلوا بھیجا تو انہوں نے ان کا جواب دیا۔ دوطرفہ مفاخرہ کے بعد اقرع بن حابس یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے:

---

(25) الاستیعاب، تذکرہ عمروؓ بن اہتم، ۳/۱۱۶۴ (26) الحجرات، ۴۹:۴

Marfat.com

"باپ کی قسم! یہ آدمی (نبی کریم ﷺ) وہ ہیں جن کو توفیق الٰہی حاصل ہے، ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے، ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے اور ان کے الفاظ ہمارے الفاظ سے شیریں ہیں"

پھر بنو تمیم کے وفد کے تمام افراد اسلام لے آئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین انعامات سے نوازا۔ (27)

ضمامؓ بن ثعلبہ کی بنو سعد بن بکر کو دعوتِ اسلام

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ بنو سعد بن بکر نے ضمامؓ بن ثعلبہ کو بارگاہِ رسالت میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ کر آئیں۔ ضمام بڑے جری انسان تھے، چنانچہ یہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے اور پوچھا: ایکم ابن عبدالمطلب؟ (تم میں عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا! "انا ابنِ عبدالمطلب"۔ (میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔ پھر ضمامؓ بن ثعلبہ نے اسلام کے متعلق کئی سوال کئے، جن کو ابنِ ھشام اور دوسرے مؤرخین نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا!

"فانی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ ﷺ وسأودّی ھذہ الفرائض واجتنب مانھیتنی عنہ، ثم لا ازید ولا انقص" (28)	"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور میں یہ فرائض ادا کرتا رہوں گا اور جن چیزوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ان سے پرہیز کروں گا، پھر میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا"۔

پھر اپنے اونٹ پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو پوری قوم ان کے پاس جمع

(27) ابن ھشام، قدوم وفد بنی تمیم، ۲۲۱/۴

(28) ابن ھشام، قدوم، ضمام بن ثعلبۃ وافدا عن بنی سعد بن بکر، ۲۲۹/۴ المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۲۵۴، ۲۶۴/۱ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب القرأۃ والعرض علی المحدث، ح: ۶۳، ص: ۱۵ الموطأ کتاب قصر الصلوۃ فی السفر، ح: ۱۹۷، ص: ۱۳۰

ہو گئی چنانچہ انہوں نے قوم سے جو پہلی بات کہی وہ یہ تھی:

"بئست اللات و العزی!قالوا:مه یاضمام!اتق البرص،اتق الجذام، اتق الجنون! قال: ویلکم !انهما واللّٰه لا یضران ولاینفعان،ان اللّٰه قد بعث رسولا وانزل علیه کتابا استنقذکم به مما کنتم فیه،وانی اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له وان محمدا عبده ورسوله،وقد جئتکم من عنده بما امرکم به،ومانهاکم عنه،(29)

"لات وعزیٰ کتنے برے ہیں،اس پر قوم نے کہا: ضمام! ٹھہرو، ٹھہرو! برص میں مبتلا ہونے سے ڈرو، جذام میں مبتلا ہونے سے ڈرو اور جنون سے ڈرو" ضمام نے جواب دیا! تمہارا برا ہو، خدا کی قسم! یہ دونوں (لات وعزیٰ) نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ بے شک اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس گمراہی سے نکالا ہے جس میں تم پڑے ہوئے تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہارے پاس ان کی طرف سے وہ لایا ہوں جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے اور وہ لایا ہوں جس سے انہوں نے تمہیں منع کیا ہے"۔

راوی (ابنِ عباس) کا بیان ہے کہ شام ہونے سے قبل ہی اس قبیلے کے ہر مرد وعورت نے

---

(29) ابن هشام، قدوم ضمامؓ بن ثعلبه وافد ابنی سعد بن بکر، ۴/۲۲۹
المسند مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۲۳۷۶، ۱/۲۳۷
اسد الغابہ، تذکرہ ضمامؓ بن ثعلبہ، ۳/۴۳ المستدرک، رجوع ضمامؓ بن ثعلبہ علی قومہ، ۳/۵۴

اسلام قبول کرلیا۔

اکثمؓ بن صیفی کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت اکثمؓ کو ظہورِ اسلام کی خبر ہوئی تو دو آدمیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا کہ تحقیق حال کریں وہ دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (30)

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور فحاشی، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ خدا تم کو نصیحت کرتا ہے شاید تم سمجھو اور سوچو"۔

ان لوگوں نے جا کر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے تمام قوم کی طرف خطاب کر کے کہا

یا قوم! أراه يأمر بمكارم الاخلاق وينهىٰ عن ملائمها فكونوا في هذا الأمر رؤسا ولا تكونوا ادنابا وكونوا فيه اولا ولا تكونوا فيه آخر

"اے میری قوم یہ پیغمبر مکارمِ اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ اور ذمائم اخلاق سے روکتا ہے تم لوگ قبول اسلام میں دم نہ بنو، سر بنو، مقدم بنو، مؤخر نہ ہو"۔

اس کے بعد تا دمِ مرگ اس کوشش میں مصروف رہے، انتقال ہوا تو اہلِ عیال کو تقویٰ اور صلہ رحمی کی وصیت کی۔ (31)

حضرت زیادؓ بن حارث کی اپنی قوم کو بذریعہ خط دعوتِ اسلام

حضرت زیادؓ بن حارث صدائی فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپ ﷺ سے بیعت ہوا۔ مجھے پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر میری قوم کی طرف بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ لشکر واپس بلالیں، میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میری قوم مسلمان بھی ہو جائے گی اور آپ ﷺ کی اطاعت بھی کرے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور اس لشکر کو واپس بلالاؤ۔ میں نے کہا یارسول

---

(30) النحل، ۱۶: ۹۰ (31) اسد الغابہ تذکرہ اکثمؓ بن صیفی، ۱/۱۱۲

Marfat.com

اللہﷺ میری سواری تھکی ہوئی ہے۔حضورﷺ نے ایک آدمی کو بھیج کر لشکر واپس بلوالیا۔ میں نے اپنی قوم کو خط لکھا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا ایک وفد یہ خبر لے کر حضور کی خدمت میں آیا آپﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"یا اخا صداء! "انک لمطاع فی قومک"فقلت: "بل اللہ ھذا ھم للاسلام فقال علیہ وسلم: افلا اؤمرک علیھم؟"قلت!بلی یارسول اللہ علیہ وسلم!قال: فکتب لی کتابا امرنی(32)

"اے صدائی بھائی!واقعی تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے ۔میں نے کہا (اس میں میرا کمال نہیں) بلکہ اللہ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کا امیر نہ بنادوں؟ میں نے کہا بنادیں یارسول اللہ!چنانچہ حضور ﷺ نے میری امارت کے بارے مجھے ایک خط لکھ کر دیا"

فروہؓ بن مسیک کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

فروہؓ بن مسیک 10ھ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔فروہ کا قبیلہ مراد سے تعلق تھا۔قبولِ اسلام کے بعد عرض کیا یارسول اللہﷺ مجھے اجازت ہوتو اپنی قوم کے اہلِ اسلام کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے کافروں سے قتال کروں،رسول اللہﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب یہ چلے تو رسول اللہﷺ نے ایک آدمی بھیج کر ان کو بلوالیا اور فرمایا:

"ادع القوم فمن اسلم منھم فاقبل منه ومن لم یسلم فلا تعجل حتی احدث الیک(33)

"تم اپنی قوم کو اسلام کی ترغیب دینا،جو شخص اسلام لے آئے اس کا اسلام قبول کرلینا اور جو انکار کرے اس کے بارے میں توقف کرنا یہاں تک کہ میں تم کو کوئی حکم بھیجوں"

---

(32)الاصابہ، تذکرہ زیادؓ بن حارث، ۵۵۷/۱ البدایہ، ۸۳/۵

(33)اسد الغابہ،تذکرہ فروہؓ ابن مسیک، ۱۸۱/۴ (34)اسد الغابہ،تذکرہ جرثومؓ بن ناشب،۲۷۷/۱

Marfat.com

ابوثعلبہؓ خشنی کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت ابوثعلبہ جرثوم بن ناشب خشنی کا تعلق قبیلہ قضاعہ کی شاخ خشین سے تھا۔ یہ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوثعلبہ کو ان کے اپنے قبیلہ کی طرف ہی مبلغ بنا کر بھیجا چنانچہ حضرت ابوثعلبہؓ کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں اسلام لے آیا۔ (34) ابن عبدالبر کا بیان ہے:

"وارسله رسول الله ﷺ الی قومه فاسلموا" (35)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا پس ان کی قوم نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔

عامرؓ بن شہر کی قبیلہ ہمدان کو دعوتِ اسلام

عامرؓ بن شہر ایک زمانہ تک بادشاہوں کی صحبت میں رہ چکے تھے اور اپنے قبیلے کے قابل ترین فرد تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر ان کے قبیلہ ہمدان کو ملی تو قبیلہ والوں نے ان سے کہا کہ تم اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس جاؤ اور جس چیز کو تم ہمارے لئے اچھا سمجھو گے اس کو ہم کریں گے اور جس کو برا سمجھو گے اس کو نہ کریں گے۔ چنانچہ عامرؓ بن شہر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی تو کئی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (36)

حارثؓ بن ضرار کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت حارثؓ بن ضرار نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو عقائد اسلام اور زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤں تا کہ ان کو اسلام اور اداءِ زکوٰۃ کی دعوت دوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت حارثؓ بن ضرار واپس اپنی قوم میں آ گئے اور ان کو اسلام کی طرف بلایا تو قوم نے

---

(35) الاستیعاب، تذکرہ ابوثعلبہؓ الخشنی، ۱۶۱۸/۴

(36) اسدالغابہ، تذکرہ عامرؓ بن شہر ہمدانی، ۸۳/۳ (37) ایضاً، تذکرہ حارثؓ بن ضرار، ۳۴۴/۱

Marfat.com

ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت حارثؓ زکوٰۃ اکٹھی کر کے خود مدینہ حاضر ہوئے۔ (37)

عمروؓ بن حسان کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت عمروؓ بن حسان نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تو تمام لوگ مسلمان ہوگئے۔ چنانچہ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کو نہیں چھوڑا جس سے میں نے اسلام پر بیعت نہ لے لی ہو اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لایا ہو سوائے قبیلہ کے خاندان بنی جون کی ایک ضعیفہ یعنی میری والدہ کے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ارفق بھا ''ان کے ساتھ نرمی کرو''۔ (38)

قیسؓ بن نشیہ کی بنی سلیم کو دعوتِ اسلام

حضرت قیس بن نشیہؓ قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان کو اسلام کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا:

"یابنی سیلم !سمعت ترجمة الروم وفارس واشعار العرب والکھان ومقاول حمیر وما کلام محمدً یشبه شیئا من کلامهم فاطیعونی فی محمد فانکم اخواله" (39)	''اے بنو سلیم! میں نے روم وفارس کے تراجم اور عرب، کھان اور حمیر کے بہادروں کے اشعار سنے ہیں لیکن محمد ﷺ کا کلام ان سب سے الگ ہے، پس محمد ﷺ کے معاملے میں میری اطاعت کرو، کیونکہ تم ان کے ماموں ہو''۔

ابنِ اثیر کی روایت کے مطابق حضرت قیس بن غزیہؓ نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تھا۔

"ودعا قومه الی الاسلام" (40)

مالکؓ بن احمر کی اہل فدک کو دعوتِ اسلام

جب رسول اللہ ﷺ تبوک کے مقام پر تشریف لائے تو مالکؓ بن احمر بارگاہِ نبوی

---

(38) ایضا، تذکرہ سمرالابراشیؓ، ۲/۳۶۰ (39) ایضا، تذکرہ قیسؓ بن نشیہ، ۴/۲۲۸

(40) اسد الغابہ، تذکرہ قیسؓ بن غزیہ، ۴/۲۲۳

میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور عرض کیا کہ انہیں تبلیغ دین کے بارے میں ایک اجازت لکھ دیں جس کے ذریعہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر ان کو تحریر لکھ دی۔ (41)

محیصہؓ بن مسعود کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت محیصہؓ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ نے اہلِ فدک کے پاس ارشاد و ہدایت کے لئے روانہ فرمایا، محیصہؓ بن مسعود جوان کے بڑے بھائی تھے وہ ان ہی کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ (42)

مسعودؓ بن وائل کی بنی سلیم کو دعوتِ اسلام

حضرت مسعودؓ بن وائل مشرف بہ اسلام ہوئے تو درخواست کی:

"یارسول اللہ ﷺ! انی احب ان تبعث الی قومی رجلا یدعوھم الی الاسلام"

"یارسول اللہ ﷺ! آپ میری قوم کی طرف کسی آدمی کو روانہ کریں جو ان میں اسلام کی تبلیغ کرے"۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک فرمان لکھ کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خود اپنے قبیلے میں دعوت کا کام کریں۔ (43)

عبداللہؓ بن عوسجہ کی قبیلہ حارثہ بن عمرو کو دعوتِ اسلام

حضرت عبداللہؓ بن عوسجہ البجلی کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا خط دے کر قبیلہ حارثہ بن عمرو بن قریط کے پاس تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجا، چنانچہ عبداللہؓ بن عوسجہ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن یہ لوگ اسلام سے محروم رہے۔ (44)

قیسؓ بن یزید کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

اسی طرح ابن اثیرؒ قیسؓ بن یزید کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی:

---

(41) ایضاً، تذکرہ مالکؓ بن احمر، ۳۷۱/۴

(42) ایضاً، تذکرہ محیصہؓ بن مسعود، ۳۳۴/۴ (43) ایضاً، مسعودؓ بن وائل، ۳۶۰/۴

(44) ایضاً، تذکرہ عبداللہؓ بن عوسجہ، ۲۳۹/۳

"فدعا قومه الی الاسلام فاسلموا"(45)

عمروؓ بن حزم کا بنو حارث بن کعب کی طرف بطور مبلغ تقرر

ربیع الاول 10ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران دعوت و تبلیغ کی خاطر روانہ فرمایا۔ بنو حارث نے اسلام قبول کر لیا، تو خالد بن ولید نے بذریعہ خط کامیابی کی اطلاع بارگاہِ رسالت میں بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے جوابی خط میں ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے ساتھ بنو حارث کا وفد لے کر واپس آ جائیں، چنانچہ حضرت خالدؓ بنو حارث کے وفد سمیت مدینہ حاضر ہو گئے۔ چشمۂ نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہونے کے بعد جب یہ وفد واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے بنو حارث بن کعب پر قیسؓ بن حصن کو امیر مقرر فرمایا اور ان لوگوں کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے عمروؓ بن حزم کو ان کی طرف روانہ فرمایا۔ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ان سے صدقات وغیرہ وصول کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد تھی۔ ابن ھشام لکھتے ہیں:

"وقد كان رسول الله ﷺ قد بعث اليهم بعد ان ولى وفدهم عمروؓ بن حزم ليفقههم فى الدين، ويعلمهم السنة ومعالم الاسلام" (46)	"رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن حزم کو بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تا کہ وہاں جا کر ان میں دین کا فہم پیدا کریں اور انہیں سنتِ رسول ﷺ اور اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ بن جبل کو یمن کے ایک حصہ کا عامل اور قاضی بنا کر بھیجا تو ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ لوگوں میں اسلامی شعور پیدا کریں اور ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔ ابنِ عبدالبر لکھتے ہیں:

"بعثه رسول الله ﷺ قاضيا الى الجند من اليمن يعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام(47)

"رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن مجید اور احکامِ دین کی تعلیم دیں"۔

---

(45) ایضاً، تذکرہ قیسؓ بن یزید، ۲۲۹/۴

(46) ابن ھشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۲۵۰/۴ تاریخ الامم والملوک، ۱۵۷/۳ (واقعات سنہ ۱۰ھ)

(47) الاستیعاب، تذکرہ معاذؓ بن جبل

Marfat.com

خلاصۂ بحث

(قبائل عرب کے لئے مبلغین کا تقرر / قبائلی رؤسا کا دعوتی کردار)

قبائل عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے براہِ راست اللہ تعالیٰ کا پیغام نہ سنایا ہو۔ بالخصوص مکی عہدِ نبوت میں جب قبائل عرب ایامِ حج میں مکہ آتے تو آپ ﷺ ایک ایک قبیلہ اور خاندان کے پاس خود جا کر ان کو اسلام کی دعوت پیش فرماتے ،تاہم وہ لوگ جن کو آپ ﷺ براہِ راست دعوتِ اسلام نہ دے سکے آپ ﷺ نے ان کی طرف اپنے صحابہؓ کو بطور مبلغ روانہ فرمایا۔

مدنی عہدِ نبوت میں آپ ﷺ نے کثرت کے ساتھ قبائل عرب کی طرف دعوتی وتبلیغی مہمات روانہ فرمائیں اور صحابہ کرامؓ کو دعوتِ اسلام کی ذمہ داری سونپی۔ اگرچہ ہر قبیلہ کی طرف بھیجے جانے والے مبلغین اور ان کی سرگرمیوں کا ہمیں تفصیلی ذکر نہیں ملتا تاہم مدنی دور میں جس تیزی سے اسلام پھیلا وہ بذاتِ خود آپ ﷺ کے ان گم نام مبلغین کی انتھک کوششوں کا منہ بولتا ثبوت ہے جن کے بارے میں ماخذ یا تو بالکل خاموش ہے یا ان کے بارے میں چند اشارے اور منتشر معلومات ملتی ہیں، ایسے ہی ایک گمنام مبلغ کے بارے میں حضرت احنفؓ بن قیس کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں بنولیث کے ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا میں تم کو ایک خوشخبری نہ سنادوں؟ میں نے کہا ضرور۔ اس نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری قوم کے پاس بھیجا تھا ۔میں ان پر اسلام کو پیش کرنے لگا اور ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا تو تم نے کہا تھا کہ تم ہمیں بھلائی کی دعوت دے رہے ہو اور بھلی بات کا حکم کر رہے ہو اور وہ (رسول اللہ ﷺ) بھلائی کی دعوت دے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب تمہاری بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> **''اللّٰھم! اغفر للاحنفؒ''** ''اے اللہ! احنفؒ کی مغفرت فرما''۔

Marfat.com

حضرت احنفؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے زیادہ امید ہو۔ (48)

اسی نوعیت کا ایک واقعہ عبد خیرؓ ابن یزید بیان کرتے ہیں:

''میں ملکِ یمن میں تھا وہاں لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچا جس میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس وقت میرے والد کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور میری عمر ابھی کم تھی، جب میرے والد واپس آئے تو میری والدہ سے کہا کہ دیگ کو کتوں کے سامنے بہادو اس لئے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں، پس اس وقت میں اسلام لے آیا۔ دیگ کے بہانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اس میں مردار پکا ہوا تھا''۔ (49)

بنولیث سے تعلق رکھنے والے یہ مبلغ صحابی کون تھے؟ جن کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت احنفؓ بن قیس کی قوم میں دعوت وتبلیغ کیلئے بھیجا تھا اس بارے میں ہمارے پاس کوئی ذریعہ معلومات نہیں ہے۔ اسی طرح ملک یمن میں رسول اللہ ﷺ کا دعوتی خط لے کر جانے والے صحابی کون تھے؟ جن کی سرگرمیوں کا اشارہ حضرت عبد خیرؓ بن یزید کے بیان سے ملتا ہے۔ تاہم اس قسم کی روایات سے یہ رائے ضرور قائم کی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلا تخصیص تمام قبائل عرب کی طرف صحابہ کرامؓ کو دعوت و تبلیغ کیلئے روانہ فرمایا، اگرچہ ان کی دعوتی سرگرمیوں کے بارے میں کتب سیر وتاریخ خاموش ہیں۔

اسی طرح وفود عرب بھی مدنی دور میں دعوت وتبلیغ کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوئے۔ وفود عرب، جو عام طور پر قبائلی رؤسا اور سردارانِ قوم پر مشتمل ہوتے تھے، کو رسول اللہ ﷺ مناسب تعلیم وتربیت کے ساتھ ان کے اپنے ہی قبائل میں دعوت وتبلیغ کیلئے بھیج

(48) اسد الغابہ، تذکرہ احنفؓ بن قیس، ۱/ ۵۵

الاصابہ، تذکرہ احنفؓ بن قیس، ۱/۱۰۰

المستدرک، ذکر احنفؓ بن قیس، ۳/ ۶۱۴

(49) اسد الغابہ، تذکرہ عبد خیرؓ ابن یزید، ۳/ ۲۷۷

Marfat.com

دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ حکمتِ عملی انتہائی کامیاب رہی اور اس کے نتائج انتہائی حوصلہ افزاء رہے۔

عرب کے مخصوص قبائلی اور معاشرتی ماحول میں جہاں سردارِ قوم کا مذہب ہی پورے قبیلے اور خاندان کا مذہب اور دین ہوتا تھا، نومسلم سرداروں نے اشاعتِ اسلام میں اہم کردار ادا کیا، چنانچہ قبائلی رؤسا کو اپنے قبائل میں جو شخصی اثر ورسوخ اور وجاہت حاصل تھی اس کی بناء پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ فردِ واحد کی دعوت پر پورے قبیلے نے اسلام قبول کرلیا، چنانچہ حضرت سعدؓ بن معاذ، ابوثعلبہؓ، زیادؓ بن حارث، ضمامؓ بن ثعلبہ کی دعوت پر ان کے پورے قبیلے نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح حضرت ضمادؓ ازدی نے قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام کی بیعت کی۔

Marfat.com

فصل سوم

نبوی سفراء کا دعوتی کردار

اسلام تمام انسانیت کا دین ہے جس کے مخاطب پوری دنیا کے انسان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء و رسل اس دنیا میں تشریف لائے ان کی رسالت خاص تھی اور ان کی نبوت اپنی قوم اور قبیلے تک محدود تھی۔ اس کی دلیل تحریف شدہ بائبل کے اندر اب بھی موجود ہے۔ مثلاً ایک عورت نے جب حضرت مسیحؑ سے برکت چاہی تو آپ نے فرمایا:

''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا''۔ (1)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے جب بارہ نقیب مقرر فرمائے اور ان کو مختلف علاقوں کی طرف دعوت و تبلیغ کیلئے روانہ فرمایا تو بطور خاص ان کو تلقین فرمائی:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا''۔ (2)

یہ امتیاز صرف رسالتِ محمدی کو ہی حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت روئے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کیلئے ہوئی۔ قرآن مجید اور کتب احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (3)

---

(1) کتاب مقدس، متی، ۱۵:۲۵ (2) ایضاً متی، ۱۰:۶

(3) هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (i)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''وكان النبی يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى الناس عامة'' (ii)

(i) التوبہ، ۹:۳۳ (نیز اس موضوع پر چند مزید آیات ملاحظہ ہوں: الفتح، ۴۸:۲۸، النساء، ۴:۷۹ سبا، ۳۴:۲۸، الانبیاء، ۲۱:۱۰۷، الاعراف، ۷:۱۵۷)

(ii) صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب قولہ تعالیٰ: فلم تجدوا ماء .... ح: ۳۳۵، ص: ۵۸

ایضاً، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ: جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً، ح: ۴۳۸، ص: ۷۶

Marfat.com

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا اور مشرکین مکہ سے محاذ آرائی کا سلسلہ وقتی طور پر بند ہوگیا تو آپ ﷺ نے اسلام کی آفاقی دعوت کو اطراف واکناف عالم میں پھیلانے کا فیصلہ کیا۔ ایک دن رسول اکرم ﷺ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، صحابہ کرامؓ جمع تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"انی بعثت رحمة و کافة فأدوا عنی یرحمکم اللہ و لا تختلفوا علیّ کاختلاف الحواریین علی عیسیٰ بن مریم قالوا: "یارسول اللہ ﷺ و کیف کان اختلافھم" قال ﷺ: "دعا الی مثل مادعوتکم الیه فاما من قرب به فأحب وسلم و أما من بعد به فکره وأبیٰ، فشکا ذالك منهم عیسیٰ الی اللہ فاصبحوا من لیلتهم تلك و کل رجل منهم یتکلم بلغة القوم الذین بعث الیهم فقال عیسیٰ ھذا امر قد عزم اللہ لکم علیه فامضوا(4)

''میں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں تم میری دعوت کو تمام دنیا میں پھیلاؤ اور میرے بارے میں ایسا اختلاف نہ کرو جیسا کہ حواریوں نے عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں کیا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: انہوں نے کیا اختلاف کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عیسیٰؑ نے ان کو وہی دعوت دی تھی جو میں نے تم کو دی ہے۔ جو قریب تھے انہوں نے اس دعوت کو پسند کر کے قبول کرلیا اور جو دور تھے انہوں نے ناپسند کیا اور اسے مسترد کردیا۔ عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی (اس کی سزا ان کو یہ ملی کہ) اس رات سے ان میں ہر شخص صرف وہ زبان بولنے لگا جس کے پاس وہ دعوت

---

(4) ابن ھشام، خروج رسل رسول اللہ ﷺ الی الملوک، ۲۶۲/۴، تاریخ الامم والملوک، ۸۵/۳

Marfat.com

دین کیلئے بھیجا گیا تھا۔اس پر عیسیٰؑ نے فرمایا اب تو اللہ یہی فیصلہ تمہارے متعلق کر چکا ہے،اسی پر عمل کرو"۔

ابن سعد کی روایت ہے: صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے سفراء ان لوگوں کی زبان بولنے لگے جن کی طرف انہیں بھیجا گیا۔(5)

یہ معجزاتی واقعہ حضرت مسیح کے حواریوں سے پیش آیا ہو یا رسول اللہ ﷺ کے سفراء کے ساتھ یا دونوں ہی کی اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس سلسلہ میں مدد کی ہو۔اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ کسی سے اس کی زبان میں خطاب کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسری زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور صحابہ کرامؓ نے یہ زبانیں سیکھی ہیں۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے حکمِ باری تعالیٰ:

"یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ"(6) "اے رسول ﷺ جو تمہارے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دو"۔

کی تکمیل کرتے ہوئے مختلف سفراء کو خطوط دے کر شاہانِ عالم کے پاس بھیجا، تاکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے آخری دین کی طرف بلائیں۔اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے وسیع دینی معلومات اور سفارت کاری کا تجربہ رکھنے والے افراد کا انتخاب فرمایا۔نبوی پیغامات اور دعوتی خطوط کا مطلوبہ افراد تک پہنچانا اگرچہ بذاتِ خود دعوتی و تبلیغی عمل ہے اور اگر اس حوالے سے ماخذ کا مطالعہ کیا جائے تو نبوی سفراء کی تعداد کسی طرح بھی چالیس سے کم نہیں بنتی۔تاہم سطورِ ذیل میں صرف ان سفراء کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیغامات اور دعوتی خطوط سے ہٹ کر بھی اپنے قول و فعل اور عمل سے لوگوں کو متاثر کیا اور اسلام کی طرف بلایا۔

عمروؓ بن امیہ الضمری / رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ شاہِ حبش کے نام

محرم 7ھ میں رسول اللہ ﷺ نے شاہِ حبش کے نام ایک دعوتی مکتوب ارسال فرمایا۔بارگاہِ رسالت کے سفیر عمروؓ بن امیہ الضمری جب شاہِ حبش کے دربار میں پہنچے تو مکتوب گرامی نجاشی کی خدمت میں پیش کیا اور حسب ذیل اثر انگیز تقریر کی:

---

(5) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ ، الرسل بکتبہ ،........ ۲۵۸/۱

(6) المائدہ، ۵:۶۷

Marfat.com

''شاہِ ذی جاہ! میرے ذمہ حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمہ حق کی سماعت۔ کچھ عرصے سے ہم پر آپ کی شفقت ومحبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں۔ ہمیں آپ کی ذات پر اس قدر اطمینان ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ حضرت آدمؑ کی ولادت ہماری طرف سے آپ پر حجت قطعی ہے۔ جس قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدمؑ کو بغیر والدین کے پیدا کر دیا اسی نے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے بطنِ مادر سے پیدا کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل سب سے بڑی شہادت ہے۔ اسی نبی رحمت ﷺ کی پیروی میں خیر و برکت کا ورود اور فضیلت و بزرگی کا حصول ہے۔

شاہِ عالی جاہ! اگر آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہ کیا تو اس نبی امی کا انکار آپ کے لئے وبالِ جان ہوگا جس طرح عیسیٰؑ کا انکار یہود کے حق میں وبالِ جان ثابت ہوا۔ میری طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کیلئے قاصد بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر سرورِ عالم ﷺ کو جو امید آپ کی ذات سے ہے دوسروں سے نہیں۔ آپ سے اس بارے میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور خدا کے درمیان اپنی گذشتہ نیکی اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے''۔

کچھ عرصہ قبل حضرت جعفر طیارؓ کی معجزہ بیانی سے نجاشی اسلام کی دعوت سے واقف ہو چکا تھا۔ نبوی قاصد کی اس پر اثر تقریر نے اس کے سینے میں اسلام کو راسخ کر دیا۔ چنانچہ نجاشی ان سے مخاطب ہو کر بولا: عمروؓ بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے وہی برگزیدہ رسول ہیں جن کی آمد کا ہم اور یہود انتظار کر رہے تھے۔ نجاشی تختِ شاہی سے نیچے اتر آیا، نامۂ مبارک کو ہاتھ میں لے کر تعظیماً آنکھوں سے لگایا۔ (7)

---

(7) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ ۱/۲۵۸ زاد المعاد، ۳/۶۹۸-۶۹۰

Marfat.com

دحیہؓ کلبی / رسول اللہ ﷺ کا گرامی قیصر روم کے نام

قیصر روم کو گرامی نامہ پہنچانے کیلئے دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کا انتخاب ہوا۔ حضرت دحیہؓ نے ہرقل کو رسول اللہ ﷺ کا یہ دعوتی خط اس وقت پیش کیا جب وہ ایرانیوں کو فیصلہ کن شکست دینے کے بعد اظہارِ تشکر کے طور پر بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ اگرچہ ہرقل پر اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی، تاہم حکومت اور بادشاہت کے لالچ نے اس کو اسلام سے محروم رکھا۔ لیکن حضرت دحیہؓ کی دعوت پر اسقف ضغاطر نے اسلام قبول کر لیا اور رومیوں کے سامنے جو گرجے میں جمع تھے اپنے اسلام کا اظہار کرنے کے بعد ان کو بھی اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے ان کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اس افسوس ناک واقعہ کے بعد حضرت دحیہ قیصر کی طرف سے ملنے والے تحائف کے ہمراہ واپس تشریف لے آئے۔ (8)

حاطبؓ بن ابی بلتعہ / مقوقس ☆ شاہِ مصر کے نام مکتوبِ گرامی

بارگاہِ رسالت سے مصر کی سفارت کیلئے حاطبؓ بن ابی بلتعہ مامور ہوئے۔ وہ مسافت طے کرتے ہوئے اسکندریہ پہنچے اور مقوقس مصر کے سامنے مکتوب گرامی پیش کیا۔ ابن الاثیر کی روایت ہے کہ مقوقس نے حضرت حاطب کو اپنے پاس بلوایا اور ان کے درمیان حسب ذیل مکالمہ ہوا:

مقوقس : اخبرنی عن صاحبك أليس هو نبياً ؟

(مجھ سے اپنے صاحب کی حالت بیان کرو کیا وہ نبی نہیں ہیں؟)

---

(8) تاریخ الامم والملوک، ۸۸/۳ (واقعات ،6ھ) اسد الغابہ، تذکرہ ضغاطر، ۴۱/۳

☆ مقوقس اگرچہ دولتِ ایمان سے محروم رہا، تاہم اس نے رسول اللہ ﷺ کے خط اور آپ کے قاصد کا احترام کیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں کچھ تحائف بھیجے جن میں دو لڑکیاں، ماریہؓ اور سیرینؓ جو حقیقی بہنیں تھیں، بطور تحفہ بھیجیں۔ ماریہؓ اور سیرینؓ نے راستے میں ہی حضرت حاطبؓ کی تعلیم و تلقین سے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ماریہؓ حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؑ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جب کہ سیرینؓ کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ بن ثابت کو ھبہ کر دیا۔ (i)

(i) اسد الغابہ، تذکرہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ، ۳۶۲/۱ زاد المعاد، ۶۹۲/۳ ابن سعد، ۲۶۱/۱

Marfat.com

حاطبؓ: بلی! ھو رسول اللہ ﷺ۔

(ہاں! بیشک وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔)

مقوقس: فماله لم يدع على قومه حيث اخرجوه من بلدته؟

(پھر انہوں نے اپنی قوم پر بددعا کیوں نہیں کی جبکہ ان کی قوم نے ان کو ان کے شہر سے نکالا؟)

حاطبؓ: فعيسى ابن مريم! أتشهد انه رسول الله ﷺ فماله حيث اراد قومه صلبه لم يدع عليهم حتى رفعه الله؟

عیسیٰ بن مریم کی نسبت تو آپ خود کہتے ہیں کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر جب ان کو ان کی قوم نے سولی دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کیوں نہ انہیں بددعا دی، یہاں تک کہ ان کو اللہ نے آسمان پر اٹھالیا؟

مقوقس: احسنت! انت حكيم جاء من عند حكيم(9)

(تم نے اچھا جواب دیا تم حکیم ہو اور حکیم کے پاس سے آئے۔)

ابن قیم نے اس کے علاوہ مقوقس اور حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے درمیان ہونے والے ایک اور مکالمہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ حاطبؓ جب مقوقس کے دربار میں پہنچے تو حسب ذیل مکالمہ ہوا:

حاطبؓ: ''(اس زمین پر) تم سے پہلے ایک شخص (فرعون) گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخر و اول کیلئے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعہ لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا لہٰذا دوسروں سے عبرت پکڑو، ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں''۔

مقوقس: ''ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے''۔

حاطبؓ: ''ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا (ادیان) کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو! اس نبیؐ نے لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے، یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ

(9) اسد الغابہ، تذکرہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ، ۳۶۲/۱

Marfat.com

سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کیلئے بشارت دی تھی، اسی طرح حضرت عیسیٰ نے محمد ﷺ کیلئے بشارت دی ہے، اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جیسے تم اہلِ تورات کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو پاجاتا ہے وہ قوم اس کی امت ہو جاتی ہے اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے، اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے، اور پھر ہم تمہیں دینِ مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں"۔

مقوقس: میں نے اس نبی ﷺ کے معاملہ پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ وہ نہ گمراہ جادوگر ہیں نہ جھوٹے کاہن، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے ہیں اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں۔ میں مزید غور کروں گا"۔(10)

عبداللہؓ بن حذافہ سہمی / نامۂ رسول ﷺ شاہِ فارس کے نام

رسول اللہ ﷺ کے قاصد عبداللہؓ بن حذافہ سہمی جب فارس پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ کا دعوتی مکتوب شاہِ فارس خسرو پرویز کے سامنے پیش کیا۔ (11) شاہِ فارس رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کے آزادانہ لہجے، اس کے بے باکانہ ایجاز اور صاف گویانہ انداز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا، پھر طیش میں آ کر نبوی مکتوب کو چاک کر دیا اور غضبناک لہجے میں گرج کر بولا:

"یکتب الی ھذا وھو عبدی"(12) "ہمارے غلام کی یہ جرأت کہ ہمارے نام اس طرح خط لکھا"۔

یزید بن ابی حبیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حرکت کا علم ہوا تو فرمایا:

"اسی طرح اس کی حکومت کے پرزے پرزے ہو جائیں گے"۔

پھر کسریٰ نے والیِ یمن باذان کو لکھا کہ اس شخص کو گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے۔

---

(10) زادالمعاد، ۳/۶۹۱-۶۹۲ (11) تاریخ الامم والملوک، ۳/۹۰ (واقعات 6ھ)

(12) تاریخ الامم والملوک، ۳/۹۰ (واقعات 6ھ) (13) ایضاً

(13)

رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت عبداللہؓ بن حذافہ یہ ساری صورتحال دیکھ رہے تھے چنانچہ وہ نہایت تحمل، متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اہلِ دربار سے یوں مخاطب ہوئے:

''اے اہلِ فارس! عرصۂ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس خدا کی کتاب ہے اور نہ کوئی اللہ کا رسول تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت پر تمہیں گھمنڈ ہے وہ خدا کی زمین کا بہت مختصر ٹکڑا ہے۔ دنیا میں اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں''۔

اور پھر بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا!

''آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں، ان میں جس نے آخرت کو اپنا منتہائے مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر بامراد گیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا۔ افسوس کہ میں نجات وفلاح کے جس پیغام کو لے کر آیا ہوں، آپ نے اسے حقارت سے دیکھا، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ حق کی آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی''۔ (14)

حضرت عبداللہ بن حذافہ اہلِ دربار کو یہ تنبیہہ کر کے دربار سے چلے آئے۔

شجاعؓ بن وھب الاسدی / رئیس دمشق کے نام گرامی نامہ

شام کے مشہور اور تاریخی شہر دمشق پر حارث غسانی حکمران تھا۔ دمشق کی سفارت شجاعؓ بن وھب الاسدی کے سپرد ہوئی۔ شجاعؓ نے یہ خط منذر کو پڑھ کر سنایا۔ اس نے نہ صرف قبول اسلام سے انکار کر دیا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کرنے کا بھی اعلان کیا۔ اور

---

(14) روض الانف، ۲/۲۵۳

(15) تاریخ الامم والملوک، ۳/۸۸ (واقعات 6ھ)

Marfat.com

آخر موتہ اور تبوک وغیرہ کی لڑائیاں پیش آئیں۔(15)

ابنِ سعد کی روایت ہے کہ جب شجاع ؓ بن وھب ؓ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر دمشق پہنچے تو معلوم ہوا کہ قیصر روم بیت المقدس کی زیارت کیلئے جا رہا ہے اس لئے حارث غسانی اس کے انتظام وانصرام میں مصروف ہے، چنانچہ ان فارغ اوقات میں شجاع ؓ بن وھب نے اہلِ دربار میں دعوت کے کام کو جاری رکھا اور بالآخر ان کی کوششوں سے حارث غسانی کے ایک درباری نے اسلام قبول کرلیا۔(16)

علاءؓ بن الحضرمی / منذر بن ساوی کے نام مکتوبِ گرامی

رسول اللہ ﷺ نے ایک دعوتی خط منذر بن ساوی حاکم بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔ سفارت کی ذمہ داری علاءؓ بن الحضرمی نے ادا کی۔ چنانچہ خود منذر اور اس کی رعایا میں سے بھی کثیر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور بارگاہِ رسالت میں خراج بھیجا۔ ابنِ حبیب کی روایت ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے حاکم بحرین ہی نے خراج بھیجا تھا۔(17)

عمروؓ بن العاص / شاہ عمان کے نام خط

رسول اللہ ﷺ نے ایک خط شاہ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا۔ ان دونوں کے والد کا نام جلندی تھا۔ ایلچی کی حیثیت سے عمروؓ بن العاص کا انتخاب عمل میں آیا ، چنانچہ انہوں نے عمان پہنچ کر دونوں بھائیوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (18)

ابنِ قیم نے عمروؓ بن العاص اور عبد بن جلندی کے درمیان ہونے والا ایک مکالمہ بھی نقل کیا ہے، جس سے عمروؓ بن العاص کی ان دعوتی کوششوں کا حال معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح بڑی کامیابی سے ان دونوں بھائیوں کو اسلام کا قائل کرلیا، چنانچہ جب عمروؓ وہاں پہنچے تو پہلے عبد سے ملے جو زیادہ دوراندیش اور نرم خو تھا اور پھر دونوں کے درمیان حسبِ ذیل مکالمہ ہوا۔

عبد: ''تم کس بات کی دعوت دیتے ہو؟''

---

(16) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ ۲۶۱/۱

(17) ابن حبیب، (م ۲۴۵ھ) محمد، ''کتاب المحبر''، نشر الکتب الاسلامیہ، ص: ۷۷

(18) کتاب المحبر ، ص: ۷۷

عمروؓ: ''ہم ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں، جو تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔

عبد: اے عمروؓ! ''تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتاؤ تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ ہمارے لئے اس کا طرزِ عمل لائق اتباع ہوگا''۔

عمروؓ: ''وہ محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے، لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہوتا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی ہوتی۔ میں خود بھی انہیں کی رائے پر تھا لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی''۔

عبد: ''اچھا مجھے بتاؤ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں''؟

عمروؓ: اللہ عز وجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں، نیکی، صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم وزیادتی، زناکاری، شراب نوشی اور پتھر، بت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں''۔

عبد: ''یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلاتے ہیں''۔

بالآخر دونوں بھائیوں عبد اور جیفر نے اسلام قبول کرلیا۔(19)

---

(19) زادالمعاد ۳/۶۹۳۔۶۹۵

Marfat.com

خلاصۂ بحث

نبوی سفراء کی دعوتی سرگرمیاں

نبویؐ سفراء کی ان دعوتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام روئے زمین کے بیشتر حکمرانوں اور بادشاہوں تک پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے دعوتی خطوط اور صحابہ کرامؓ کی سفارت کاری کے نتیجہ میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر اختیار کیا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اسلام کی طرف مبذول ہوگئی اور ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گئی۔ صحابہ کرامؓ نے شاہانِ عالم کو دعوت دیتے وقت جو اسلوب اختیار کیا اس کی چند جھلکیاں اس فصل کے مطالعہ کے دوران دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

1- رسول اللہ ﷺ کی بعثت عام ہے اور آپ ﷺ کی دعوت ہر قوم، زمانے اور نسل کے لوگوں کیلئے ہے۔

2- داعی اگر مخاطب کے منصب اور مقام و مرتبہ کا پوری طرح لحاظ کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ انجام دے تو ایسی دعوت زیادہ موثر ہوگی اور مخاطب داعی کی بات کو زیادہ توجہ اور انہماک سے سنے گا۔ نبویؐ سفراء کا مخاطب کو "اے بادشاہ" اور "شاہِ ذی جاہ" وغیرہ کے الفاظ سے مخاطب کرنا اسی اسلوبِ دعوت کی طرف اشارہ ہے۔

3- دعوت کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ مخاطب سے بحث و مباحثہ سے حتی الامکان احتراز کیا جائے، لیکن اگر مخاطب بحث پر ہی مصر ہو تو داعی کا فرض ہے کہ وہ دورانِ گفتگو شائستگی کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ لہجے کی شائستگی اور دلیل کے ساتھ بات کرنا ایسا اسلوب دعوت ہے جس سے نہ صرف مخاطب کو لاجواب کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کو اعترافِ حقیقت پر بھی مجبور کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت حاطبؓ نے مقوقس شاہ مصر کو

Marfat.com

مضبوط دلائل سے لا جواب کر دیا تو مقوقس نے حضرت حاطبؓ اور ان کی دعوت کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا:

"انت حكيم جاء من عند حكيم" ''تم حکیم ہو اور حکیم کے پاس سے آئے ہو''۔

4- داعی کا فرض ہے کہ دعوت اور مخاطب کے عقائد وافکار کے درمیان قدر مشترک تلاش کرے اور ان کی درست باتوں کو دعوت کی بنیاد بنائے۔ اگر اس اسلوب دعوت کو اختیار کیا جائے تو مخاطب کو دعوت سے مانوس کرنے میں مدد ملتی ہے۔اور مخاطب اسے سمجھتا ہے کہ جو دعوت پیش کی جا رہی ہے یہ کوئی بالکل ہی نئی اور اجنبی ء چیز نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی نئی چیز کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت حاطبؓ کا مقوقس کو یہ کہنا: ''ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں'' اس اسلوبِ دعوت کی ایک عمدہ مثال ہے۔

Marfat.com

باب پنجم: عہد صحابہؓ میں فروغ اسلام کی عمومی وجوہات

10ھ میں رسول اللہ ﷺ کے وصال سے لے کر تقریباً ایک صدی پر محیط دور کو عہدِ صحابہؓ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، کیونکہ علماء محققین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے ابو طفیل عامر بن واثلہؓ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا اور یہ واقعہ 110ھ کا ہے۔ (1) اس طرح رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں، کہ آپ ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل اپنے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: اللہ کی قسم میرے صحابہؓ میں سے جو لوگ آج زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا۔ (2) یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے 110ھ کے بعد بھی صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے علماء محدثین نے ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کی ہے۔ (3)

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صدی پر مشتمل عہد صحابہؓ کی پہلی نصف صدی میں ہی اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا اور اسلام کا پھریرا شرق سے غرب تک لہرانے لگا۔ عہدِ صحابہؓ میں اسلام کی ہمہ گیر ترقی کی کئی وجوہات ہیں۔ اسلام کے فروغ میں خلفاء راشدین کا کردار بالخصوص بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی معاشرے میں صحابہ کرامؓ کو جو مذہبی سیادت حاصل تھی اس کی وجہ سے بھی اسلام کو وسعت وعمومیت حاصل ہوئی۔ اور صحابہ کرامؓ اپنے مقام ومرتبہ سے دعوتِ دین کے فروغ میں پوری مدد لیتے تھے، نیز اس قسم کے بھی کئی واقعات ملتے ہیں کہ کئی لوگوں نے محض صحابہ کرامؓ کے حسنِ اخلاق اور کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ آنے والی سطور میں عہدِ صحابہؓ میں فروغِ اسلام کی وجوہات کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

فروغِ اسلام میں خلفاء راشدینؓ کا خصوصی کردار

جمہوری ممالک کی طرح اسلام میں خلیفہ کا کام صرف یہی نہیں کہ وہ لوگوں کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ کا انتظام کرے بلکہ اس کے اولین فرائض میں سے پہلا اور

---

(1) اسد الغابہ، تذکرہ ابو طفیل عامرؓ بن واثلہ، ۹۷/۳

(2) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ذکر العشاء والعتمۃ........ ح: ۵۶۴، ص: ۹۴

(3) الاصابہ، مقدمہ، ۸/۱

Marfat.com

اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دینی تعلیم وتربیت، دین اسلام کی اشاعت، تزکیۂ نفس، توجہ الی اللہ اور دینی فکر کو پروان چڑھانے کی طرف پوری پوری توجہ دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (4)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں، زکوٰۃ کے نظام کو رائج کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام کا مقصد صرف اور صرف دین کی خدمت اور اشاعت ہے۔ خلفاء راشدینؓ، جو قرآن مجید کے چشمۂ فیض سے براہِ راست سیراب ہوئے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دامن تربیت میں شعور وآگہی کی منزلیں طے کی تھیں، نے زمامِ اقتدار ہاتھ میں لی تو سب سے زیادہ توجہ اشاعتِ اسلام کی طرف دی۔ فروغ اسلام اور دین کے حوالے سے جو انتظامات خلفاء راشدینؓ نے کئے بعد کے ادوار میں اس کی مثال شاذ ونادر ہی ملتی ہے۔

عہدِ نبوی میں قرآن مجید منظم شکل میں مرتب نہیں ہوا تھا۔ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ پیش آئی، جس میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے کتابی شکل میں جمع کرنے کی فکر ہوئی، چنانچہ انہوں نے صدیق اکبرؓ سے اس معاملہ میں گفتگو کی اور اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر یہی کیفیت آئندہ جنگوں میں بھی رہی تو خدشہ ہے کہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ کو ابتداء میں کچھ تامل ہوا، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ اس عظیم مقصد کے لئے کھول دیا، چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت جو کاتب وحی بھی تھے، ان کو طلب فرمایا اور ان کی ذمہ داری لگائی کہ وہ قرآن مجید کو مختلف جگہوں سے اور لوگوں کے سینے سے جمع کریں۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے قرآن مجید کی ایک ایک آیت کریمہ کو بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا اور اس وقت تک کسی آیت کو صحیفہ میں درج نہیں فرمایا جب تک اس پر دو شہادتیں نہ لیں، اس احتیاط کے ساتھ تمام قرآن کو جمع کر لیا۔

---

(4) الحج ۲۲:۴۱

Marfat.com

یہ مجموعہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بعد عمر فاروقؓ کے پاس محفوظ رہا اور ان کی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف ہوا تو آپؓ نے حضرت حفصہؓ سے نسخہ منگوا کر لغت قریش کے مطابق نقلیں کروا کر بلادِ اسلامیہ میں بھجوادیں اور ہمیشہ کے لئے اختلافِ امت کے دروازہ کو بند کر دیا۔(5)

عہدِ صدیقی میں قرآن مجید کی تعلیم کے کوئی خصوصی انتظامات نہ کئے جا سکے، اس کی بڑی وجہ آپؓ کے عہدِ خلافت کا مختصر ہونا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ آپؓ کا زیادہ وقت مختلف فتنوں کی سرکوبی میں ہی گزر گیا، اس لئے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جا سکی، تاہم عہدِ فاروقیؓ میں قرآن مجید کی وسیع پیمانے پر اشاعت اور تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ عمر فاروقؓ نے سنتِ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مختلف علاقوں کی طرف تربیت یافتہ معلمینِ قرآن کو روانہ فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں۔ عمر فاروقؓ نے عمار بن یاسرؓ اور عبداللہؓ بن مسعود کو کوفہ کی طرف روانہ کرتے وقت اہل کوفہ کے نام لکھا:

> **انی قد بعثت عمار بن یاسرؓ امیرًا وعبداللہ بن مسعودؓ معلمًا ووزیرًا وھما من النجباء من اصحاب رسول اللہ ﷺ من اھل بدر، فاقتدوا بھما واطیعوا واسمعوا قولھما وقد آثرتکم بعبداللہؓ بن مسعود علی نفسی (6)**

"میں نے عمارؓ بن یاسر کو تم پر گورنر اور عبداللہؓ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر روانہ کیا ہے یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر بدری صحابہؓ ہیں ان سے علم سیکھو اور ان کی اقتداء کرو اور میں نے عبداللہؓ بن مسعود کو بھیج کر تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے (کیونکہ

---

(5) فتح الباری، کتاب ابواب فضائل القرآن، ۹/۱۰-۱۶

(6) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن مسعود، ۲۵۸/۳-۲۵۹ المستدرک، مناقب عمار بن یاسرؓ، ۳۸۸/۳

Marfat.com

مجھے ان کی یہاں زیادہ ضرورت تھی)''۔

خلفاء راشدینؓ کی یہ مستقل حکمتِ عملی تھی کہ مختلف اضلاع اور صوبوں کے عمال اور افسر ایسے لوگوں کو مقرر کیا جائے، جو صاحبِ علم ہوں اور حکومتی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم بھی دیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر ہوکر آئے تو اہلِ بصرہ کو خطاب کرتے ہوئے علی الاعلان فرمایا:

بعثنیْ الیکم عمر بن الخطابؓ لأعلمکم کتاب ربکم وسنة نبیکم(7)

''مجھے عمرؓ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہیں کتابِ الٰہی اور تمہارے نبی کی سنت سکھاؤں''

اہلِ بصرہ کی تعلیم وتربیت کیلئے جن دوسرے اصحاب کو بھیجا گیا، ان میں حضرت عمرانؓ بن حصین بھی شامل ہیں، بعد میں عبداللہؓ بن عامر نے ان کو بصرہ کا قاضی مقرر کردیا تھا۔ (8) عہدِ فاروقی میں جب شام اور اس کے ملحقہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان علاقوں کے نومسلموں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے معاذؓ بن جبل، عبادہؓ بن صامت اور ابوالدرداءؓ کو روانہ فرمایا۔ محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے:

جمع القرآن فی زمن النبیﷺ خمسة من الانصار معاذؓ بن جبل وعبادة بن صامت ابیؓ بن کعب وابوایوبؓ وابوالدرداءؓ، وکان عبادةؓ یعلّم اهل الصفة القرآن ولما فتح المسلمون الشام ارسله عمر بن الخطابؓ وارسل معه معاذ بن جبل وابا الدرداءؓ لیعلّموا الناس القرآن بالشام ویفقّهوهم فی الدین واقام عبادةؓ بحمص واقام ابوالدرداءؓ بدمشق ومضی معاذ الی فلسطین ثم

---

(7) سنن الدارمی المقدمہ، البلاغ عن رسول اللہ ﷺ وتعلیم السنن، ۱۴۶/۱

(8) اسد الغابہ، تذکرہ عمرانؓ بن حصین، ۱۳۷/۴

(9) اسد الغابہ، تذکرہ عبادہؓ بن الصامت ۱۰۶/۳

صار عبادةؓ بعد الی فلسطین(9)

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے پانچ آدمیوں معاذ ؓبن جبل، عبادہؓ بن صامت، ابیؓ بن کعب، ابوایوبؓ اور ابوالدرداءؓ نے قرآن کو پورے طور پر یاد کیا۔ اور حضرت عبادہؓ بن صامت ان لوگوں میں سے تھے جو اہلِ صفہ کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے جب شام فتح کیا تو عمر بن خطابؓ نے ان کو اور ان کے ساتھ معاذؓ بن جبل اور ابوالدرداءؓ کو شام روانہ فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ عبادہؓ تو حمص میں ٹھہر گئے اور ابوالدرداءؓ دمشق میں قیام پذیر ہو گئے جبکہ معاذؓ فلسطین چلے گئے، بعد میں حضرت عبادہؓ بھی فلسطین چلے گئے''

شام ہی کے علاقے کی طرف عبدالرحمٰنؓ بن غنم کو تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور انہیں سے شام کے تمام تابعین نے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ (10)

عمر فاروقؓ جب صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں کی طرف دعوت وتبلیغ اور تعلیم قران کے لئے روانہ کرتے تو ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ان کو ان کی ذمہ داری کی نزاکتوں سے بھی آگاہ فرماتے۔ حضرت قرظہؓ بن کعب فرماتے ہیں کہ ہم عراق کے ارادے سے مدینہ سے نکلے تو حضرت عمرؓ بھی ہمارے ساتھ حراء مقام تک چلے اور فرمایا: کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلا؟ ساتھیوں نے کہا: جی ہاں! ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں اس لئے آپؓ ہمارے ساتھ چلے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (یہ وجہ تو خیر ہے ہی لیکن اصل میں میں آپ لوگوں کو ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ) تم لوگ ایسے علاقہ میں جا رہے ہو کہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھی جیسی دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں ان کے سامنے احادیث بیان نہ کرنا ورنہ وہ (قرآن چھوڑ کر) تمہارے ساتھ (احادیث میں) مشغول ہو جائیں گے، بلکہ قرآن کو (احادیث سے) الگ تھلگ رکھو اور رسول اللہ ﷺ کی طرف

---

(10) الذھبی، محمد بن عثمان، ''تذکرۃ الحفاظ''، ترجمہ عبدالرحمٰنؓ بن غنم اشعری، ۱/۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

روایت کم کرو اور اب جاؤ میں تمہارے ساتھ (اجر میں) شریک ہوں۔ (11)

الغرض حضرت عمرؓ نے تمام مفتوحہ ممالک میں قرآن مجید کا درس جاری کیا اور معلم وقاری متعین کر کے ان کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔ چنانچہ یہ امر بھی حضرت عمرؓ کے اولیات میں شمار کیا جاتا ہے کہ انہوں نے معلموں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (12)

حضرت عمرؓ نے معلمین کے علاوہ طلباء قرآن کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی وظائف مقرر فرمائے، چنانچہ ایک دفعہ عمال کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہوں ان کو بھیج دیں کہ ان کے وظائف مقرر کر دیئے جائیں اور انہیں اطرافِ عالم میں لوگوں کو قرآن سکھانے کے لئے بھیجا جائے۔ امراء شام میں سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لکھا کہ ہمارے ہاں حفاظ کی تعداد تین سے زیادہ ہو گئی ہے۔ (13)

اس روایت سے حضرت عمرؓ کے عمال کی تبلیغی کارکردگی کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر تندہی سے دعوتِ اسلام میں مشغول رہے ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں لوگوں کو تعلیم قرآن کی ترغیب دینے کے لئے حفاظِ قرآن کے وظائف مقرر کئے تھے۔ (14)

اسلام کے دورِ اول میں قرآن مجید کی حفاظت اور صحت کے لئے چند امور نہایت ضروری تھے، اول یہ کہ نہایت وسعت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور قرآن کے اتنے حفاظ پیدا کر لئے جائیں کہ اس میں تغیر و تبدل کا احتمال نہ رہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے بعض سورتوں کا سیکھنا ہر مسلمان پر لازمی قرار دے رکھا تھا۔ حضرت مسورؓ بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے سنا: سورۃ البقرہ، النساء، المائدہ، الحج، اور النور ضرور سیکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اعمال فرض کئے ہیں، وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں۔ (15)

---

(11) الحاکم، ابو عبداللہ: ''المستدرک علی الصحیحین''، کتاب العلم، ۱۰۲/۱، دار المعرفۃ، بیروت، جامع بیان العلم، باب ذکر من ذم الاکثار من الحدیث ...... ۱۲۰/۲ (12) شبلی نعمانی، ''الفاروق''، ص: ۲۶۶، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور،

(13) کنز العمال، ۲۱۷/۱ (14) ایضاً، ۲۳۰/۱

(15) کنز العمال، ۲۲۴/۱

آپؐ نے نماز میں قرآت ے لئے بھی کم ازکم ہر مسلمان کے لئے چھ سورتوں کا یاد کرنا لازمی قرار دیا، آپؐ نے فرمایا: ہر مسلمان کے لئے کم ازکم چھ سورتیں سیکھنا ضروری ہیں دو سورتیں نماز فجر کے لئے دو مغرب اور دو عشاء کی نماز کے لئے۔ (16)

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ نے بعض حالتوں میں قرآن مجید کی جبری تعلیم کا بھی انتظام فرمایا، چنانچہ ایک شخص جس کا نام ابوسفیان تھا، کو چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا کہ قبائل میں گھوم پھر کر ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن مجید یاد نہ ہو اس کو سزا دے۔ (17)

اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید کے الفاظ اور اعراب کو بھی پوری صحت اور اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا جائے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی صحیح قرآت کا تاکیدی حکم جاری کیا، اس حکم نامے کے الفاظ یہ ہیں۔

تعلّموا اعراب القرآن كما تعلّمون حفظه (18) ''قرآن کے اعراب بھی اس طرح سیکھو جس طرح اس کو حفظ کرنا سیکھتے ہو''

قرآن وحدیث کی تعلیم کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ کے مقرر کردہ معلمین اور مبلغین فقہ کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ عمر فاروقؓ کی یہ مستقل حکمتِ عملی تھی کہ عمال اور افسر ایسے ہی لوگوں کو متعین کیا جائے جو عالم ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی ہوں۔ ایک دفعہ مجمع عام میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انی اشهد كم على امر الامصار انى لم ابعثهم الا ليفقّهوا الناس فى دينهم (19) ''میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے افسروں کو اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو مسائل اور احکام دینیہ سمجھائیں''

قاضی ابو یوسف حضرت عمر فاروقؓ کی اسی حکمت عملی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(16) کنز العمال، ۲۱۷/۱

(17) الفاروق، ص: ۲۲۷

(18) کنز العمال، ۲۲۸/۱

Marfat.com

ان عمر بن الخطابؓ كان اذا اجتمع اليه جيش من اهل الايمان بعث عليهم رجلا من اهل الفقة و العلم(20)

''عمر فاروقؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس مسلمانوں کی کوئی فوج جمع ہو جاتی تو وہ ان پر ایسا امیر مقرر کرتے جو صاحبِ علم اور صاحبِ فقہ ہوتا''

یہی وجہ ہے کہ فوجی افسروں میں ابوعبیدہؓ، سلمان فارسیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذؓ بن جبل جیسے نام ملتے ہیں جو ملکی اور فوجی قابلیت کے ساتھ ساتھ علم، فضل اور فقہ میں بھی ممتاز تھے۔ عیسائیوں اور ایرانیوں کے پاس جو اسلامی سفارتیں گئیں ان لوگوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اسلام کے اصول وعقائد کو ان کے سامنے بیان کیا۔ اس کے علاوہ خلفاء راشدینؓ خود بھی لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے عرفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا تو ان کو تمام مناسکِ حج کی تعلیم بھی دی۔ (21) اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی ایک دفعہ منیٰ میں اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کو امورِ شریعت سے آگاہ کیا۔ (22)

حضرت عمرؓ کا اپنے عمال سے مسلسل رابطہ تھا اور وہ مختلف دینی امور میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپؓ خود بھی ان کو تحریری ہدایات بھیجتے تھے، چنانچہ نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عمال کی طرف ایک خط تحریر کیا، جس میں ان کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا اور نماز کے اوقات تفصیل سے لکھ کر ان کی طرف روانہ فرمائے۔ (23)

حضرت عمر فاروقؓ کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی آپؓ کی جاری کردہ اصلاحات اور طریقہ کار کو جاری رکھا، کیونکہ ان اصلاحات کی تنفیذ میں خود ان کا مشورہ بھی شامل تھا۔ اس حقیقت کا پتہ حضرت عثمان غنیؓ کے ایک حکم نامے سے معلوم ہوتا ہے جو آپؓ نے سرحدی کمانڈروں کے نام لکھا:

''حضرت عمرؓ نے آپ حضرات کے لئے جو ضابطۂ عمل مقرر کیا تھا وہ ہم سے مخفی نہیں بلکہ ہمارے ہی مشورہ سے مقرر ہوا تھا، لہٰذا

---

(21) ابو یوسف، قاضی: ''کتاب الخراج''، ص: ۱۲۸، المطبعة السلفية، قاہرہ، 1396ھ

(22) ایضاً، ص: ۲۰۹ (23) الموطا، کتاب الحج، باب الافاضة، ح: ۴۹۹، ص: ۲۷۲

Marfat.com

بہتر یہ ہے کہ آپ حضرات کی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی
اور تغیر نہ ہو۔ اگر آپ لوگوں نے اس میں کوئی تبدیلی کی تو اللہ تعالیٰ
تمہاری دلی کیفیت میں تبدیلی پیدا کر دے گا اور تمہاری جگہ تم سے
بہتر لوگ لے آئے گا۔ (24)

عرب میں جو بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ بہت کچھ تو خود بخود اسلام کے اثر سے مٹ گئیں اور جو رہ گئیں تھیں ان کو صحابہ کرامؓ نے بالکل مٹا دیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز شاعری کی اصلاح تھی، کیونکہ شعراء لوگوں کی ہجو لکھتے تھے اور اس سے سینکڑوں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جرم قرار دیا اور ہجو گوئی پر شعراء کو سزا دی، چنانچہ ایک بار نجاشی نے تمیمؓ بن مقبل کی ہجو لکھی، انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اور اشعار پر تو کوئی گرفت نہ کی لیکن جب یہ شعر سنا،

اولئك اولاد الهجين واسرة اللّيم ورهط العاجز المتذلّل
یعنی یہ لوگ دوغلے کمینہ خاندان اور عاجز اور ذلیل قبیلہ کے ہیں

تو فرمایا کہ "اب اس شعر پر معاف نہیں رکھ سکتا" چنانچہ اس کو قید کیا اور کوڑے لگائے۔ (25)

حطیہ مشہور ہجو گو شاعر تھا، ایک بار اس نے زبرقانؓ بن بدر کی ہجو کہی جس کا ایک شعر یہ تھا

دع المكارم لا ترحل لبغتيهاواقعد
فانك انت الطاعم الكاسى
فضائل چھوڑ دے اس کے حاصل کرنے کے لئے سفر نہ کر
اور بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھانے اور پہننے والا آدمی ہے۔

زبرقانؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا یہ ہجو ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں"۔ اس پر آپؓ نے حطیہ کو تہ خانہ میں قید کر دیا، اور جب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت زبیرؓ نے سفارش کی تو یہ قول لے کر چھوڑا کہ پھر کسی کی ہجو نہ کہے گا۔ (26)

---

(24) تاریخ الامم والملوک، ۱۰۶/۳ (25) اصابہ، تذکرہ تمیمؓ بن مقبل،
(26) اسد الغابہ، تذکرہ زبرقانؓ بن بدر، ۱۹۵/۲

Marfat.com

ہجو کے علاوہ شعراء اشعار میں اعلانیہ اپنے معشوقوں کے نام لیتے تھے اور ان کے حسن کی تعریف کرتے، جس کو عربی میں تشبیب کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے تمام شعراء کو حکم دیا:
لا یشبب احد بامرأة ''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تشبیب نہ کرے ورنہ اس کو سزا دی جائے گی''
الا جلده (27)

عہدِ خلافتِ راشدہ میں فروغِ اسلام میں جہاں خلفاء راشدینؓ کی ذاتی کوششوں کا دخل ہے وہاں مسلسل فتوحات کو بھی اشاعتِ اسلام کی بڑی وجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یورپ کے نزدیک اس کا سبب تلوار ہی ہے، تاہم تاریخ سے اس کی ایک مثال پیش کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ عہدِ خلافت کی جہادی سرگرمیاں درحقیقت اس جابرانہ نظام اور شخصی حکومتوں کے خلاف تھیں، جنہوں نے لوگوں سے ان کے سوچنے سمجھنے اور آزادانہ اظہارِ رائے کا حق چھین لیا تھا، نہ کہ اس لئے کہ لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کیا جائے، یہی وجہ ہے جونہی لوگ رومی وایرانی نظام کے ظالمانہ شکنجے سے آزاد ہوئے، وہ برضا ورغبت جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ تاہم خلفاء راشدین کی طرف سے سپہ سالاروں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ جنگ شروع کرنے سے پہلے فریق مخالف کو اسلام کی دعوت پیش کریں۔ یہی وجہ ہے روم وایران کے خلاف تمام فیصلہ کن جنگوں سے پیشتر نہ صرف رومی سپہ سالاروں بلکہ خود قیصر روم اور کسریٰ ایران کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدینؓ کو زمین میں جو اقتدار اور اختیار عطا فرمایا تھا انہوں نے نیابتِ الٰہی کا حق ادا کرتے ہوئے فروغِ اسلام کو حکومتی ترجیحات میں پہلے نمبر پر رکھا، قرآن مجید کی نشرواشاعت کا بھرپور انتظام کیا، حدیث وفقہ کی تعلیم کے لئے مختلف علاقوں کی طرف معلمین ومبلغین کو روانہ فرمایا اور مفتوحہ علاقوں میں علماء صحابہؓ کو متعین فرمایا، تاکہ وہ حکومتی امور کے ساتھ ساتھ دعوتی وتبلیغی مشن کو بھی جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دور میں اسلام کو وہ وسعت اور ترقی حاصل ہوئی جس کی بعد کے دور میں مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

صحابہ کرامؓ پر خطبہ حجۃ الوداع کے اثرات

10ھ میں رسول اللہ ﷺ نے میدانِ عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک

(27) اسد الغابہ، تذکرہ حمیدؓ بن ثور ۲، ۵۴

تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جسے ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس خطبہ کو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی جس مشن کی تکمیل کے لئے صرف کی تھی آج اس کے نتائج آپ ﷺ کے سامنے تھے۔خطبہ کے آخر میں آپ ﷺ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟ تو تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ بے شک آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔حاضرین کے اقرار پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری ہمیشہ کے لئے امتِ محمد ﷺ کو سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لیبلغ الشاهد الغائب، فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ من هو أوعی له منه(28)	''جو لوگ حاضر ہیں وہ غائب تک پہنچا دیں، ہوسکتا ہے کہ جس کو (اللہ تعالیٰ کا پیغام) پہنچایا گیا ہے وہ حاضر کی نسبت اس کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو''

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس پیغام کے اولین مخاطب صحابہ کرامؓ تھے اس لئے نبوی فرمان کی روشنی میں صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں صحابہ کرامؓ دعوت و تبلیغ میں رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد اب یہ ذمہ داری براہ راست صحابہؓ پر آن پڑی تھی۔اس لئے صحابہ کرامؓ نے کارِ نبوت کی انجام دہی میں اپنی زندگیاں وقف کردیں۔سیرتِ صحابہؓ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو جو مشن تفویض فرمایا تھا اس کی بجا آوری میں صحابہ کرامؓ نے ہر دستیاب موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔سفر و حضر، آسانی و تنگی ہر حال میں دعوت کے فریضہ کو اولین اہمیت دی۔نہ صرف پوری زندگی بلکہ زندگی کی آخری سانسوں پر دعوتِ دین کی فکر ہی دامن گیر رہی اور دعوتِ دین کا فریضہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک زندگی سے بھی عزیز ترین مشن تھا۔حضرت ابو ذر غفاریؓ، جو گھوم پھر کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے، ان کا قول ہے:

---

(28) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ: رب مبلغ أوعی من سامع، ح:۶۷، ص:۶۱

لو وضعتم الصمصامة علی هٰذه واشار الی فقاه ثم ظننت انی انفذ کلمة سمعتها من النبی علیہ وسلم قبل ان تجیز وا علیّ لانفذتها (29)

''اگر تم لوگ میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے یقین ہو کہ ایک کلمہ بھی جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ادا کر سکوں گا تو قبل اس کے کہ تلوار اپنا کام کرے میں اس کو ادا کروں گا''

دعوت وتبلیغ سے صحابہ کرامؓ کو جو شغف تھا اس کی بنا پر ایک لمحہ بھی فارغ رہنا ان کی طبیعت پر گراں گزرتا تھا، والصبہ الاسدی بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ میں دوپہر کے وقت اپنے گھر میں تھا کہ یکا یک دروازہ سے السلام علیکم کی آواز بلند ہوئی، میں نے جواب دیا اور باہر نکل کر دیکھا تو دروازے پر عبداللہؓ بن مسعود تھے۔ میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! یہ ملاقات کا وقت کیسا؟ فرمانے لگے، آج بعض مشاغل ایسے پیش آئے کہ دن چڑھ گیا اور اب فرصت ملی تو خیال آیا کہ کسی سے باتیں کر کے عہد مقدس کی یاد تازہ کرلوں۔ غرض وہ بیٹھ گئے اور حدیثیں بیان کرنے لگے۔ (30)

زید بن اسلمؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے پاس گیا، تو انہوں نے ہمارا استقبال کرتے ہوئے کہا: ابوعبدالرحمٰن! خوش آمدید اور ان کو تکیہ پیش کیا تو ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا:

انما جئت لاحدثک حدیثا سمعته من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم .... (31)

''میں صرف اس لئے آیا ہوں تاکہ تم سے ایک حدیث بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے.... ''اور پھر ایک حدیث بیان کی۔

صحابہ کرامؓ میں دعوت وتبلیغ کا یہ جوش وخروش سفر وحضر گلیوں اور بازاروں میں غرض ہر جگہ نظر آتا ہے۔ حضرت اسلمؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کے دورہ پر تھے تو میں وضو کا پانی لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا تم یہ پانی کہاں سے لائے ہو۔ میں نے ایسا میٹھا پانی کبھی نہیں دیکھا، بارش کا پانی بھی اس سے

(29) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، ح: ۶۷، ص: ۱۶

(30) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۲۷۴، ۲ / ۲۸

(31) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۲۲۳۸۷، ۲ / ۳۳۰۱ (32) المسند،

Marfat.com

عمدہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں پانی ایک بڑھیا کے گھر سے لایا ہوں۔ وضو سے فارغ ہو کر آپؓ اس بڑھیا کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا: اے بڑی بی اسلام لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس نے اپنا سر کھول کر دکھایا تو اس کے سر کے بال بالکل سفید تھے اور کہنے لگی: میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں اور بس اب مرنے ہی والی ہوں۔ (یعنی اب اسلام لانے کا کیا فائدہ؟) حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا (یعنی ہم نے تیرا پیغام پہنچا دیا)۔(32)

حضرت علیؓ بازاروں گلیوں جہاں بھی موقع ملتا دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ابحر بن جرموز روایت کرتے ہیں:

رأیت علیؓ بن ابی طالب یخرج من الکوفة، و ھو یطوف فی الاسواق، ومعه درة، یأمرھم بتقوی اللہ وصدق الحدیث، وحسن البیع والوفاء بالکیل والمیزان(33)

''میں نے علیؓ بن ابی طالب (کو اپنے عہد خلافت میں) دیکھا کہ وہ کوفہ کے بازاروں میں ہاتھ میں درہ لئے گھومتے تھے اور لوگوں کو پرہیزگاری، سچائی، حسن معاملت اور پورے ناپ تول کی ترغیب دیتے تھے''

دعوت وتبلیغ کا جوش وخروش صحابہ کرامؓ کی طرح صحابیاتؓ میں بھی اسی طرح نظر آتا ہے۔ ابن عبدالبر سمراءؓ بنت نہیک کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

کانت تمرّ فی الاسواق، وتأمر بالمعروف، وتنھی عن المنکر وتضرب الناس علی ذالک بسوط کان معھا(34)

''وہ بازاروں میں گھوم پھر کر بھلائی کا حکم دیتی تھیں اور برائی سے روکتی تھیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا تھا جس سے وہ لوگوں کو منکر کے ارتکاب پر مارتی تھیں''

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ صرف انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ

---

(33) الاستیعاب، تذکرہ علیؓ، ۳/۱۱۱۲۔

(34) الاستیعاب، تذکرہ سمراءؓ بنت نہیک، ۴/ ۸۶۳

Marfat.com

جماعتوں اور گروہوں کی صورت میں بھی دعوت وتبلیغ کیلئے نکلتے تھے۔حضرت مغیرہ بن عبداللہؓ یشکری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ،وہ کہتے ہیں کہ میں کسی ضرورت سے بازار گیا تو میں نے یکا یک وہاں ایک جماعت کو دیکھا،میں اس جماعت کے قریب گیا تو ان لوگوں نے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کئے۔(35)

صحابہ کرامؓ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح زندگی بھر وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے اسی طرح زندگی کی آخری سانسوں میں بھی اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئے۔حضرت ابوالدرداءؓ پوری زندگی دعوت وتبلیغ میں مشغول رہے۔ ہزاروں طلباء نے ان سے کسب فیض کیا،جب وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے ایک شاگرد یوسف بن عبداللہ کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کردو۔اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا ایک طوفان امنڈ آیا گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے،اندر اطلاع کی گئی تو فرمایا: مجھ کو یہاں سے باہر لے چلو۔باہر آکر اٹھ بیٹھے اور پھر تمام مجمع کو مخاطب کر کے وضو اور نماز کے متعلق ایک حدیث بیان کی۔(36)

عمواس کے طاعون میں جب حضرت معاذؓ بن جبل بستر مرگ پر تھے تو زبان مبارک سے تبلیغ حق کا سلسلہ بھی جاری تھا۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ،جو وصال کے وقت آپؓ کے خیمہ میں موجود تھے،ان سے فرمایا: خیمے کا پردہ اٹھادو میں ایک حدیث بیان کروں گا جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور اس حدیث کو میں نے اب تک اس لئے مخفی رکھا تھا کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے۔اس کے بعد آپؓ نے ایک حدیث بیان کی۔(37)

عبیداللہ بن زیاد حضرت معقلؓ بن یسار کی عیادت کو آیا۔آپؓ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔فرمانے لگے میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے،آپ ﷺ کا فرمان ہے:

---

(35) اسد الغابہ،تذکرہ عبداللہ یشکریؓ،۲۷۵/۳

(36) المسند،حدیث ابی الدرداءؓ،ح:۲۶۹۵۱،۵۹۶/۷

(37) المسند،حدیث معاذؓ بن جبل،ح:۲۱۵۵۵،۳۱۲/۶

(38) صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب استحقاق الوالی الغاش لرعیتہ النار،ح:۳۶۶،ص:۷۳

مامن امیر یلی امر المسلمین ''جو امیر مسلمانوں کا والی بنایا گیا اور پھر ان ،ثم لا یجهد لهم وینصح کی خیر خواہی نہ کی تو وہ ان کے ساتھ جنت الالم یدخل معهم الجنة (38) میں داخل نہ ہوگا''

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا آخری وقت آیا تو ان کی بیوی نے چیخ ماری۔ آپؓ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أما علمت ماقال رسول اللهﷺ؟ قالت: بلی، ثم سکتت،فلما مات ، قیل لها: ای شئ قال رسول اللهﷺ؟ قالت: قال رسول اللهﷺ: لعن من حلق او خرق او سلق(39)

''کیا تمہیں رسول اللہﷺ کا فرمان معلوم نہیں؟ کہنے لگیں: کیوں نہیں اور پھر خاموش ہو گئیں۔ جب ابو موسیٰؓ کا انتقال ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہﷺ کا فرمان کیا تھا؟ (جس کی یاد دہانی آپؓ کو ابو موسیٰؓ نے کروائی تھی) کہنے لگیں کہ رسول اللہﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے مردے کے سوگ میں سر منڈایا، کپڑے پھاڑے یا چیخا چلایا تو اس پر لعنت ہے''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو آخری سانسوں پر بھی یہی فکر دامن گیر رہی کہ کہیں ان کی ذات شریعت کی خلاف ورزی کا سبب نہ بن جائے۔ اس لئے فوراً اصلاح کردی۔ ابو موسیٰ الاشعریؓ کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے لواحقین کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''جب تم لوگ میرا جنازہ لے کر چلو تو ذرا تیزی سے چلنا اور کوئی دھونی دینے والا ساتھ نہ ہو، اور میری قبر میں کوئی ایسی چیز نہ رکھنا جو میرے جسم اور مٹی کے درمیان حائل ہو، اور میری قبر پر قبہ تعمیر نہ

---

(39) المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ، ح:۱۹۱۲۹، ۵/۵۵۳
سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی النوح، ح:۳۱۳۰، ص:۴۵۹

Marfat.com

کرنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں (میت کے سوگ میں) سر منڈانے والے، چیخنے چلانے والے اور کپڑے پھاڑنے والے سے بری ہوں"۔ (40)

اسی طرح حضرت عبادہؓ بن صامت نے مرض الموت میں اپنے بیٹے ولید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! میں تمہیں اچھی اور بری ہر طرح کی تقدیر پر ایمان لانے کی نصیحت کرتا ہوں اور اگر تو تقدیر پر ایمان نہیں لائے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں داخل کرے گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب لکھو"۔ (41)

ان چند روایات سے اس حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حجۃ الوداع کے دن جو ذمہ داری سونپی تھی اس ذمہ داری کو انہوں نے کس تندہی کے ساتھ ادا کیا اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی ان کو اگر کوئی فکر تھی تو یہی تھی کہ وہ دین کی کوئی بات دوسروں تک پہنچا سکیں۔ دعوت و تبلیغ کے مشن سے یہی وہ لگن تھی جس کی بدولت عہد صحابہ میں اسلام بڑی تیزی اور کثرت کے ساتھ پھیلا۔

صحابہ کرامؓ کا مذہبی مقام و مرتبہ

صحابہ کرامؓ چونکہ براہِ راست چشمۂ نبوت سے فیض یاب ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے علم و عرفان کا وافر حصہ وصول کیا تھا، اس لئے اطراف و اکنافِ عالم سے تشنگانِ علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے، علم و عرفان کے متلاشیوں کا ہجوم ہر لمحہ ان کے گرد جمع رہتا تھا۔ دعوت و تبلیغ کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنے اس علمی مقام و مرتبہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا چنانچہ جو شخص بھی سچے جذبے کے ساتھ ان کے پاس پہنچا فیضِ ہدایت پا کر ہی لوٹا۔ اگر صحابہ کرامؓ کے علمی اثرات کا اندازہ لگانا ہو تو ان تابعین کی طویل فہرست پر نظر ڈالی جا سکتی ہے، جو بذاتِ خود اپنے دور کے امام گزرے ہیں۔ سیرتِ صحابہ میں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ جو لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنی ذات کی طرف بلانے کی بجائے ہمیشہ اسلام کی طرف بلایا۔ نتیجتاً ہر طرف دین ہی کا چرچا ہونے لگا۔

---

(40) المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ، ح: ۱۹۰۵۳، ۵/۵۴۰

(41) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۲۲۱۹۷، ۶/۴۳۲

Marfat.com

حضرت ابوادریس خولانی ؒ کا بیان ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا۔ دیکھا کہ ایک جوان، جس کے دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں، لوگوں کا پیشوا ہے۔ لوگ اگر کسی چیز سے اختلاف کرتے ہیں تو اس کی سند پکڑتے ہیں اور وہ جو کہہ دیتا ہے اس پر رک جاتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا معاذؓ بن جبل۔ (42)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا علمی مقام ومرتبہ یہ تھا کہ تلامذہ کے علاوہ معتقدین کا ایک بڑا مجمع ہر وقت حاضر رہتا تھا۔ شفیق کا بیان ہے: ''ہم لوگ مسجد میں بیٹھ کر عبداللہؓ بن مسعود کے مکان سے برآمد ہونے کا انتظار کرتے تھے''۔ (43)

حضرت قزعہ کا بیان ہے۔

''میں حضرت ابوسعید الخدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فتویٰ دے رہے تھے۔ اور لوگ ان پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ میں نے انتظار کیا۔ جب بھیڑ بھاڑ چھٹی تو میں نے خود اپنا سوال پیش کیا''۔ (44)

ایک بار شفیا اصبحیؒ مدینہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: ''ابوہریرہؓ ''۔ وہ درس دے چکے تو انہوں نے تنہا جا کر ایک حدیث کی درخواست کی۔ (45)

عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ لوگ دور دراز سے سفر کرکے تحصیل علم کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہ جہاں جس طرف جاتے شائقین علم کا مجمع ان کے گرد جمع ہو جاتا۔

عن الشیخ من النخع قال: دخلت مسجد ایلیاء فصلیت رکعتین فجاء رجل فصلی قریبا منی فمال الناس فاذا هو عبداللهؓ بن عمرو بن العاص (46)

---

(42) الموطا، کتاب الشعر، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ، ح: ۱۷۷۱، ص: ۵۸۴

(43) المسند، مسند عبداللہ بن مسعودؓ، ح: ۳۵۷۱، ۱/ ۲۲۳

(44) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب الصوم فی السفر، ح: ۲۴۰۶، ص: ۳۴۹

(45) جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ، ح: ۲۳۸۲، ص ۵۴۲

(46) المسند، مسند عبداللہ بن عمروؓ، ح: ۶۸۲۶، ۲/ ۲۰۵

''ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ایک شخص پہلو میں آ کر کھڑا ہوا۔نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے ۔دریافت سے معلوم ہوا کہ عبداللہؓ بن عمرو بن العاص ہیں''

حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں رہتے تھے۔اور جب درس دینے کے لئے مسجد میں آتے تو ان کے ساتھ طلبہ کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے۔(47) حضرت ابوسعید الخدریؓ حدیث روایت کرتے تھے تو سامنے آدمیوں کی دیوار کھڑی ہو جاتی تھی۔ (48) حضرت سبیع بن خالد کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں ایک تجارتی مقصد سے آیا، مسجد میں جا کر دیکھا کہ جوق در جوق لوگ ایک مشہور اور نمایاں شخص کے گرد بیٹھے ہیں۔میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حجازی آدمی ہے۔میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہے؟ لوگوں نے مجھے آنکھیں دکھائیں اور کہا کہ تم ان کو نہیں جانتے؟ یہ حذیفہؓ بن الیمان ہیں، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں۔(49)

حضرت عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے دامن تربیت میں پرورش پائی ان کا بیان ہے کہ لوگ دور دور سے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔اور چونکہ مجھ کو حضرت عائشہؓ سے تقرب حاصل تھا اس لئے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے۔جوان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے اور مجھ کو ہدیہ دیتے تھے اور اطراف ملک سے خطوط بھیجتے تھے۔جب میرے پاس کوئی خط آتا تو میں کہتی کہ اے خالہ فلاں کا خط ہے اور فلاں کا ہدیہ۔آپؓ فرماتیں کہ خط کا جواب لکھ دو اور ہدیہ کا معاوضہ دے دو۔(50)

اس معاملے میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ حکمران طبقہ بھی صحابہ کرامؓ کی اتباع ہی

---

(47) تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ حضرت ابوالدرداءؓ، ۲۴/۱

(48) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب القراۃ فی الظہر والعصر، ح:۱۰۲۱، ص:۱۹۱

(49) ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم باب ذکر الفتن ودلائلھا ح:۴۲۴۴، ص:۵۹۵

(50) ادب المفرد، باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن، ح:۱۱۱۸، ص:۲۸۷

میں عافیت خیال کرتا تھا۔ سالم بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کی طرف حکمنامہ لکھ کر بھیجا:

ان لا تخالف عبدالله بن عمر في شيء من امر الحج "حج کے کسی کام میں عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا" **(51)**

چنانچہ حجاج بن یوسف نے حج کے جملہ مناسک کو ابن عمرؓ کے مشورہ ہی سے ادا کیا۔

ایک بار امیر مکہ حارث بن حاطب نے رویت ہلال کے متعلق خطبہ دیا اور آخر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تم میں ایک ایسا بزرگ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے احکام کا مجھ سے زیادہ عالم ہے **(52)**

بعض اوقات امراء وسلاطین کو ضرورت ہوتی تو وہ صحابہ کرامؓ کو راہنمائی کے لئے طلب کرتے تھے۔ ایک دن زیدؓ بن ثابت ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے دربار سے نکلے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ مروان نے اس وقت ان کو کیوں زحمت دی؟ ان سے دریافت کیا تو فرمایا کہ مجھ سے بعض حدیثوں کے متعلق پوچھنا تھا۔ **(53)**

ایک غلام ایک شخص کے باغ سے کھجور کا پودا چرالایا اور اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا۔ مروان بن الحکم اس وقت مدینہ کا گورنر تھا۔ صاحب باغ نے غلام پر مقدمہ دائر کر دیا، اور مروان نے غلام حراست میں لے لیا اور اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ غلام کا آقا حضرت رافعؓ بن خدیج کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس معاملہ کے متعلق گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ پھل کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ اس نے عرض کی کہ مروان کو بھی اس حدیث کی خبر کر دیجئے وہ گئے اور مروان کے سامنے حدیث بیان کی تو اس نے غلام کو رہا کر دیا۔ **(54)**

---

(51) الموطأ، کتاب الحج، باب الصلوۃ فی البیت وقصر الصلوۃ وتعجیل الخطبہ بعرفۃ، ح: ۹۲۲، ص: ۲۶۶
سنن نسائی، کتاب الحج، باب الرواح یوم عرفۃ، ح: ۳۰۰۸، ص: ۴۱۴

(52) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب شہادۃ رجلین علی رؤیۃ ہلال شوال، ح: ۲۳۳۸، ص: ۳۴۰

(53) المسند، حدیث زیدؓ بن ثابت، ح: ۲۱۰۸۰، ۶/۲۲۳ جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فی الحث علی تبلیغ السماع، ح: ۲۶۵۶، ص: ۶۰۳ **(54)** الموطأ، کتاب الحدود، باب مالا قطع فیہ، ح: ۶۴۷، ص: ۵۱۵
سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب مالا قطع فیہ، ح: ۴۳۸۸، ص: ۶۱۷

ابو سلمہ بن عبدالرحمنؒ سے روایت ہے: اہل جار میں سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے مروان بن حکم سے دریا کے پھینکے ہوئے شکار کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور کہا: تم زیدؓ بن ثابت اور ابو ہریرہؓ کے پاس جاؤ اور ان دونوں سے اس بارے میں پوچھو۔ پھر مجھے بھی آ کر بتانا کہ ان دونوں حضرات نے کیا فرمایا، پس وہ لوگ ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا، تو دونوں حضرات نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ مروان کے پاس آئے اور اس کو بتایا۔ مروان نے کہا کہ میں نے بھی تم سے یہی کہا تھا۔ (55)

مروان بن حکم کے زمانے میں لوگوں کو جار کے غلے کی سندیں ملیں تو لوگوں نے غلے پر قبضہ کرنے سے پہلے آپس میں ان سندوں کو بیچنا شروع کر دیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نیز ایک اور صحابی مروان بن حکم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے مروان! کیا تم سود کو حلال کرتے ہو؟ کہا: میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں، بات کیا ہوئی؟ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ان سندوں سے لوگ خریدتے ہیں اور قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دیتے ہیں۔ مروان نے سپاہیوں کو بھیجا جنہوں نے ایسے لوگوں سے سندیں چھین کر سند والوں کے حوالے کر دیں۔ (56)

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک کوڑھی عورت کے پاس سے گزرے، جو بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی، انہوں نے اس سے فرمایا: اے اللہ کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ دو اور اپنے گھر بیٹھ رہو، وہ گھر جا بیٹھی۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: جنہوں نے تم کو روکا تھا وہ فوت ہو گئے، لہٰذا اب تم بیت اللہ میں طواف کے لئے جا سکتی ہو۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ زندگی میں ان کی اطاعت کروں اور وفات کے بعد نافرمانی کروں۔ (57)

---

(55) الموطأ، کتاب الصید، باب ما جاء فی صید البحر، ح: ۵۶۷، ص: ۳۱۴

(56) الموطأ، کتاب البیوع، باب العینة و مایشبھا، ح: ۱۳۴۷، ص: ۳۹۷

(57) الموطأ، کتاب الحج، باب جامع الحج، ح: ۵۱۱، ص: ۲۸۱

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کے طبقہ عوام پر اثرات

صحابہ کرامؓ اگر چہ دنیوی حیثیت سے ایک فقیر بے نوا تھے لیکن عام اثرات نے ان کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ اس لئے جہاں جاتے تھے نہایت دھوم دھام سے ان کا استقبال ہوتا تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ شام کو گئے تو لوگ عین التمر تک استقبال کو آئے۔ (58)

ایک شخص حج کو جا رہا تھا، اس کی مقام ربذہ میں حضرت ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی اور باہم کچھ سوال و جواب ہوئے۔ یہ شخص مکہ میں چند دن رہا ایک دن دیکھا کہ لوگوں نے ایک شخص کو گھیر لیا ہے۔ بھیڑ کو چیرتے ہوئے وہاں تک پہنچے تو دیکھا کہ وہی بزرگ ہیں جو مقام ربذہ میں ملے تھے، یعنی ابوذرؓ۔ (59)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھ ایک شخص نے اپنا مریض اونٹ فروخت کیا، اس کا دوسرا شریک آیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک بوڑھے شخص کے ہاتھ جو ایسا ایسا تھا اونٹ کو بیچ دیا ہے۔ اس نے کہا: "غضب کیا وہ ابن عمرؓ تھے"۔ وہاں سے دوڑا آیا اور اونٹ کو لے جانا چاہا، مگر ابن عمرؓ نے خود ہی واپس کرنا پسند نہ کیا۔ (60)

ایک بار حضرت بلال کے بھائی نے ایک عرب گھرانے میں شادی کرنا چاہی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر بلالؓ آئیں تو ہم شادی کر سکتے ہیں۔ حضرت بلالؓ آئے تو فرمایا: "میں بلالؓ بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے لیکن اس کی مذہبی اور اخلاقی حالت اچھی نہیں ہے، اس لئے تمہیں نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے"۔ ان لوگوں نے کہا: "تم جس کے بھائی ہو ہم کو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے"۔ (61)

حضرت حارث بن ہشامؓ ایک بار جہاد کی غرض سے شام کو روانہ ہوئے۔ تمام مکہ میں کہرام مچ گیا اور تمام لوگوں نے ان کی مشایعت کی، جب وہ مقام بطحاء میں پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور لوگ ان کے گرد کھڑے ہو کر رونے لگے۔ ابن عبدالبر کا بیان ہے:

---

(58) صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین باب جواز الصلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت ،ح:۱۶۲۰،ص:۲۸۵ (59) الموطا، کتاب الحج، باب جامع الحج، ح:۵۱۳، ص:۲۸۱

(60) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب، شراء الابل الھیم، أو الأجرب، ح:۲۰۹۹، ص:۳۳۷

(61) اسد الغابہ، تذکرہ خالدؓ بن رباح، ۱۰۸/۳

Marfat.com

حرج الی الشام فی زمن عمر بن الخطاب راغباً فی الرباط والجهاد، فتبعه اهل مکة یبکون لفراقه(62)

وہ عمر بن خطابؓ کے دور میں شام کی طرف جہاد کے لئے نکلے تو اہل مکہ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے اور وہ ان کی جدائی کے غم میں روتے تھے۔

بدو نہایت وحشی، خودغرض اور بے تعلق ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی اس شدت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے گرویدہ تھے کہ ایک بار حضرت براءؓ بن عازب اونٹ کی تلاش میں صحرا میں پہنچے تو بدوؤں نے گھیر لیا اور ان کے گرد طواف کرنے لگے۔(63)

مذہبی اور روحانی اثرات

حضرت جندبؓ بن کعب نے ایک جادوگر کو ایک حدیث کے بموجب قتل کر دیا اور اس جرم میں ان کو ولید بن عقبہ بن ابی معیط گورنر کوفہ نے سزائے قید دے دی۔ لیکن جیلر ان کے صوم وصلوٰۃ کی پابندی سے اس قدر متاثر ہوا کہ خود ان کو رہا کر دیا۔(64)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر انہوں نے نماز فجر میں بلند آہنگی کے ساتھ تکبیر کہی۔ تو حضرت عمروؓ بن میمون الازدی پر اس کا جو روحانی اثر ہوا اس کو وہ خود بیان کرتے ہیں:

فالقیت علیه محبتی فما فارقته حتی دفنته بالشام میتاً، ''میں ہمہ تن ان کا عاشق ہو گیا اور اس وقت تک ان کی صحبت سے الگ نہ ہوا جب تک شام میں ان کو دفن نہ کر لیا''

اس کے بعد یہ روحانی اثر ان کو کھینچ کر حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس لایا اور تادم مرگ ان کی خدمت سے الگ نہ ہوئے۔(65)

صحابہ کرامؓ کو جو بھی مذہبی عزت حاصل تھی۔ اس کا اثر تھا کہ لوگ ان کے پاس

(62) استیعاب، تذکرہ حضرت حارثؓ بن ہشام، ۳۰۳/۱

(63) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمہ، ح:۴۴۵۶، ص:۶۲۸

(64) اسد الغابہ، تذکرہ حضرت جندبؓ بن کعب، ۳۰۵/۱

(65) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ عن الوقت، ح:۴۳۲، ص:۷۳

Marfat.com

آ کر طالب دعا ہوتے تھے۔حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کے لئے دعائے برکت کرتی تھیں۔(66)

حضرت جبارؓ بن سلمی نے حالتِ کفر میں شہدائے بیر معونہ میں سے ایک قاری کو نیزہ مارا تو انہوں نے زخم کھانے کے ساتھ ہی نہایت مؤثر اور پر جوش لہجے میں کہا "فزت واللہ" خدا کی قسم میں کامیاب ہوا۔حضرت جبار کو تعجب ہوا کہ میں نے ان کو قتل کر دیا آخر ان کو کامیابی کیونکر ہوئی۔بعد میں معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ شہادت ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے تھے،چنانچہ اسی اثر سے انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔(67)

اگر چہ صحابہ کرامؓ خواتین کو با قاعدہ تعلیم نہ فرماتے تھے لیکن اگر کسی عورت سے کوئی فعل خلاف اسلام سرزد ہو جاتا تو فوراً ٹوک دیتے اور حقیقت حال سے آگاہ کر دیتے۔عبید مولی ابی رہم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ گزر رہے تھے،ایک عورت کو دیکھا جس کے پیراہن سے خوشبو آرہی تھی۔پوچھا تو مسجد سے آئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔پھر پوچھا: خاص طور پر مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی تھی؟۔اس نے کہا: ہاں۔فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

لا تقبل صلوة لامرأة تطيبت لهذا المسجد حتىٰ ترجع فتغتسل غسلها من الجنابة (68) ''اس عورت کی نماز جو خاص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے اس وقت تک مقبول نہ ہوگی جب تک وہ غسل نہ کر ڈالے''

سراپا عمل / کرداریت

دعوت و تبلیغ کا طریقہ کار خواہ کتنا عمدہ ہو، اس وقت تک بے کار اور غیر مؤثر ہے جب تک اس کو مبلغ و داعی کی بلند کرداری، عالی ظرفی اور اخلاقی قوت کا تحفظ حاصل نہ ہو۔انسانی فطرت ہے کہ مدعو پہلے داعی کا کردار اور اس کی شخصیت کا مشاہدہ کرتا ہے، اگر داعی کی شخصیت غیر معتبر اور کردار داغدار ہے تو دعوت و تبلیغ میں اثر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔اور اگر

(66) ادب المفرد، باب الطیرۃ من الجن، ح: ۹۱۲، ص: ۳۱۴

(67) اسد الغابہ، تذکرہ حضرت جبارؓ بن سلمی، ۲۶۵/۱

(68) سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المراۃ للخروج، ح: ۴۱۷۴، ص: ۵۸۶

Marfat.com

داعی کی شخصیت اوصافِ حمیدہ کی حامل ہو اور کردار کی پاکیزگی کا پیکر ہو تو دعوت میں خود بخود تاثیر و مقناطیسی قوت پیدا ہوتی ہے۔

مخاطب کی تعمیرِ سیرت اور تشکیل ذات کیلئے سب سے اعلیٰ نمونہ خود مبلغ و داعی کا ذاتی کردار اور اخلاق ہے۔ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے، کیا وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہے؟ کیا اس کے قول و فعل میں تضاد تو نہیں؟ کیا وہ خود بھی اس دعوت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو مخاطب اور مدعو سب سے پہلے دیکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ داعی کی سیرت ایسی پاکیزہ اور جاذبِ نظر ہو کہ لوگ خود بخود اس کی طرف کھچے چلے آئیں۔ دراصل داعی کا ذاتی کردار ہی مدعو کے ذہنی رویوں کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کامیاب دعوتی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی دعوتی کامیابیوں کے پیچھے ان کی عظیم شخصیات، بلند کردار اور اخلاق کریمانہ کی مضبوط و مستحکم فصیل کھڑی تھی۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی سب لوگوں کے لئے کھلی کتاب کی طرح تھی، جس کی تحریر کا ہر حرف پاکیزہ، روشن، اور نمایاں تھا۔ ہر شخص صحابہؓ کے بے داغ اخلاق و کردار، امانت و دیانت اور عالی ظرفی کا معترف تھا، گویا صحابہ کرامؓ انسانی کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ انہوں نے جس دعوت کی طرف لوگوں کو بلایا پہلے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ایک بار حضرت صفوانؓ بن امیہ ایک بڑے برتن میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے کے بعد فرمایا:

لحا الله قوما يرغبون عن ارقائهم ان يأكلوا معهم (69)   ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار آتی ہے''

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی خدمت میں کسی نے دو چادریں پیش کیں۔ انہوں نے ایک کا ازار بنایا اور ایک غلام کو دے دی۔ گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چادریں خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا فرمایا: سچ ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

(69) ادب المفرد، باب ۱۰۲، هل يجلس خادمه معه اذا اكل، ح: ۲۰۱، ص: ۶۰

Marfat.com

أطعموهم مما تأكلون وألبسوهم مما تكسبون (70) ''جوتم خود کھاتے اور پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ اور پہناؤ''

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن ولید حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو سے حدیث سننے کے لئے آئے۔ دیکھا کہ خود ایک چادر اور معافر کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں، غلام کا بھی یہی لباس ہے۔عبادہ نے عرض کی: عم محترم! بہتر ہو کہ ایک جوڑا مکمل کر لیجئے یا تو آپؓ ان کی معافری لے لیں اور اپنی چادر ان کو دے دیں یا اپنی معافری دے دیں اور ان سے چادر لے لیں۔ حضرت ابوالیسرؓ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ۔ (71)

عرب معاشرے میں غلاموں کے بارے میں جو نفرت پائی جاتی تھی صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے اس کی سختی سے بیخ کنی کی۔ اور غلاموں کو معاشرے میں باعزت مقام دلوایا۔ صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ان کا کردار دوسرے لوگوں کے لئے حجت اور دلیل ہے، اس لئے وہ غیر شرعی امور کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے، بلکہ وہ ان امور میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا ضروری خیال کرتے تھے جن امور میں ان کو مکلّف نہیں بنایا گیا تھا۔

عبداللہ بن قیس بن مخرمہؓ ایک دفعہ مسجد بنی عمرو بن عوف میں نوافل کی ادائیگی کے بعد اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس لوٹ رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوگئی جو پیدل اسی طرف جا رہے تھے۔ انہیں پیدل دیکھ کر وہ خچر سے نیچے اتر آئے اور کہنے لگے: چچا جان! آپ سوار ہو جائیے۔ تو انہوں نے جواب دیا: اے بھتیجے! اگر میں سوار ہونا چاہتا تو میرے پاس بھی سواری موجود تھی، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس مسجد کی طرف نماز کے لئے پیدل ہی جاتے دیکھا، تو مجھے اسی طرح پیدل جانا ہی پسند ہے، جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیدل جاتے دیکھا ہے۔ چنانچہ پھر وہ پیدل ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ (72)

---

(70) ابن سعد، تذکرہ ابوذرؓ، ۲۳۷/۴ (71) صحیح مسلم، ۴۵۰/۲

(72) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۵۹۶۳، ۲۶۸/۲

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کے اس جذبۂ اطاعت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شرعی امور میں ان کی فرمانبرداری کا عالم کیا ہوگا؟ حضرت جثامہؓ ابن مساحق کو حضرت عمرؓ نے قاصد بنا کر ہرقل کے دربار میں بھیجا، خود بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں جا کر ایک چیز پر بیٹھ گیا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرے نیچے کیا چیز ہے؟ یکایک مجھے معلوم ہوا کہ میرے نیچے سونے کی ایک کرسی ہے۔ چنانچہ جب میں نے اسے دیکھا تو میں فوراً اس سے اتر پڑا، ہرقل مسکرایا اور اس نے کہا تم اس کرسی سے کیوں اتر پڑے؟ یہ تو محض تمہاری عظمت کے لئے بچھائی گئی تھی۔ میں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اس قسم کی چیز پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ (73)

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کی عیادت کے لئے اندر داخل ہوئے۔ سہل بن حنیف بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ایک آدمی کو بلایا کہ میرے نیچے سے گدے کو نکال لو۔ سہل بن حنیف نے کہا کہ اسے کیوں نکلواتے ہو؟ فرمایا: اس میں تصویریں ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ سہل نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ماسوائے ان کے جو کپڑے میں نقش ہو؟ فرمایا: کیوں نہیں؟ لیکن میری دلی خوشی یہی ہے۔ (74)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر میں تھے، اسی حالت میں اپنے بھائی قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سنی۔ پہلے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوئے اور یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ''صبر اور نماز سے مدد طلب کرو بے شک یہ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے الْخَاشِعِيْنَ (75) ڈرنے والے ہیں'' (76)

رسول اللہ ﷺ نے شوہر کے علاوہ دوسرے عزیزوں کی وفات پر سوگ کے لئے

---

(73) اسد الغابہ، تذکرہ جثامہؓ ابن مساحق، ۱/ ۲۷۳

(74) الموطأ، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی الصور والتماثیل، ۸۵۷، ص: ۵۹۲

(75) البقرہ، ۲: ۴۵ (76) اسد الغابہ، تذکرہ قثم بن عباسؓ، ۴/ ۱۹۷-۱۹۸

Marfat.com

صرف تین دن مقرر فرمائے ہیں۔صحابیاتؓ نے اس حکم رسول ﷺ پر بڑی شدت سے عمل کیا۔زینبؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتیں ملنے آئیں ،انہوں نے ان کے سامنے خوشبو لگائی اور فرمایا:

واللہ مالی بالطیب من حاجۃ غیرانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:لایحل لامراۃ تؤمن باللّٰہ والیوم الاخر ان تحدّ علی میت فوق ثلاث لیال الا علٰی زوج ،اربعۃ اشھر وعشراً(77)

’’مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتی ہے، جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کہ اس پر چار ماہ اور دس دن ہے‘‘

اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیانؓ نے انتقال فرمایا تو انہوں نے تین روز کے بعد تیل لگایا اور خوشبو ملی اور فرمایا: مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

’’کسی عورت کیلئے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر اپنے خاوند کا چار ماہ دس دن ہے‘‘(78)

---

(77) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا اربعۃ اشھر وعشرا، ح:۵۳۳۵،ص:۹۵۳
ایضا، ح:۱۲۸۲ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ.....ح:۳۷۲۶،ص:۶۴۵
سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنھا زوجھا، ح:۲۲۹۹،ص:۳۳۴
الموطا، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الاحداد، ح:

(78) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا اربعۃ اشھر وعشرا، ح:۵۳۳۴،ص:۹۵۳
، ایضا، ح:۱۲۸۰ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ... ح:۳۷۲۵،ص:۳۳۴، ایضا، ح:۳۷۲۹، ۳۷۳۴

Marfat.com

ام عطیہؓ کا ایک بیٹا کسی جنگ میں شریک تھا۔ بیمار ہو کر بصرہ میں آیا۔ حضرت ام عطیہؓ کو خبر ہوئی تو بڑی تیزی سے مدینہ سے بصرہ آئیں لیکن ان کے پہنچنے سے ایک دن قبل اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہاں آ کر انہوں نے بنو خلف کے قصر میں بودو باش اختیار کر لی اور پھر بصرہ سے کہیں نہ گئیں۔ تیسرے دن خوشبو منگا کر ملی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ (79)

نافع مولیٰ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ کر چلنے لگے اور پوچھا: اے نافع کیا تجھے آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں کہتا: ہاں، پس آپؓ چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی پھر آپؓ نے انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور اپنی سواری کو راستے پر چلانے لگے اور پھر فرمایا:

رأیت رسول اللہ ﷺ وسمع صوت زمارة راع فصنع مثل هذا (80)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا"

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کردار کتنا جاندار تھا اور وہ دینی معاملات میں شرعی امور کا کس قدر خیال رکھنے والے تھے۔ قول و فعل کی اسی مطابقت کی وجہ سے لوگ ان کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ صدیقِ اکبرؓ کے ایک غلام نے ان کو کھانے کی کوئی چیز لا کر دی، جب آپؓ کھا چکے تو غلام نے پوچھا: آپؓ جانتے ہیں کہ وہ کیا شے تھی؟ پوچھا: کیا تھی؟ اس نے کہا: میں جاہلیت میں کہانت کا کام کرتا تھا۔ یہ شے اسی کا معاوضہ تھی۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے سنا تو فوراً قے کر دی اور پیٹ میں جو کچھ تھا وہ نکال باہر پھینکا۔ (81)

کردار کی تاثیر

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا۔ مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا چرچا سن کر گرویدہ اسلام ہو گیا اور دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ تاریخ مقریزی میں ہے:

(81) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فی ایام الجاہلیۃ، ح: ۳۸۴۲، ص: ۶۴۴

(82) مقریزی، تقی الدین احمد بن علی، "امتاع الاسماع"، قاہرہ، ۱/ ۲۲۶

Marfat.com

فخرج شطا فی الفین من ''شطا دوہزار آدمیوں کے ساتھ نکلا اور **اصحابه والحق بالمسلمین** مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوگیا۔وہ **وقد کان قبل ذالک یحب** پہلے نیکی کو دوست رکھتا تھا اور مسلمانوں کے **الخیر ویمیل الی ما یسمعه** محاسن اخلاق کوسن کران کی طرف مائل تھا''

من سیرة اهل الاسلام (82)

صحابہ کرامؓ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور انہوں نے اسلام کو اپنی ذات پر نافذ کر کے اسلامی تعلیمات کے اندر ایک ایسی کشش پیدا کردی تھی کہ لوگ اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے۔صحابہ کرامؓ کے محاسن اخلاق میں مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود قلوب واذھان کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب اسلام کے اصول مساوات اور مسلمانوں کی مساویانہ طرزِ معاشرت کا ایرانیوں کی ناہموار طرزِ معاشرت سے مقابلہ ہوتا تھا،تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہوجاتا تھا،اورحق پسند لوگ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہوجاتے تھے۔چنانچہ ایک بارزہرہ نے رستم سے دورانِ گفتگو اسلام کے جو محاسن بتائے ان میں سے ایک یہ تھا۔

اخراج العباد من عبادة ''بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی **العباد الی عبادة اللّٰه تعالیٰ** غلامی میں داخل کرنا اسلام کا اصلی مقصد ہے''

رستم نے یہ سن کر کہا کہ ایرانیوں نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقہ سافلہ کے پیشے متعین کردیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ اس دائرے سے نکلے تو شرفاء کے حریف بن جائیں گے۔رفیل ابتداء ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا اس پر اس کا یہ اثر ہوا کہ جب رستم چلا گیا تو اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ (83)

ہر مقدمہ میں گواہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو ان کی دیانت نے اس سے مستثنیٰ کردیا تھا۔حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل پر ایک عورت نے غصب کا دعویٰ کیا۔انہوں نے کہا''جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے گا اللہ زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے کا طوق

---

(83) بلاذری، احمد بن یحییٰ، ''فتوح البلدان'' :ص۲۷۴،موسسۃ المعارف، بیروت، 1987ء

(84) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب تحریم الظلم وغصب الارض، ۱۳۴،۳ص: ۴۰۷

Marfat.com

بنائے گا۔ میں نے اس کی زمین کا کوئی حصہ نہیں لیا۔ مقدمہ مروان کی عدالت میں تھا، اس نے کہا اب میں آپؓ سے گواہ نہیں مانگتا۔ (84)

امراء وسلاطین تو پھر بھی مسلمان تھے، صحابہ کرامؓ کے حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ اثرات غیر مسلموں پر پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ زارِ مکہ کو چھوڑ کر نکلے تو راہ میں ابن الدغنہ مل گیا جو عرب میں ''سید القارۃ'' کے خطاب سے ممتاز تھا۔ اس نے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ بولے: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ اب سیاحت کرکے خدا کی عبادت کروں گا۔ اس نے کہا: تم جیسا شخص نہ وطن سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم غریبوں کے لئے مال پیدا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، قوم کی دیت وتاوان کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو، مصائب قومی میں اعانت کرتے ہو۔ میں تمہارا ضامن ہوں۔ چلو اور اپنے ملک میں خدا کی پرستش کرو۔ چنانچہ وہ پلٹے اور چند شرائط کے ساتھ کفار نے ان کو عبادت گزاری کی اجازت دے دی۔ (85)

حضرت نعیمؓ بن عبداللہ النحام نہایت فیاض صحابی تھے اور قبیلہ بنو عدی کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ کفار پر ان کی اس نیکی کا یہ اثر تھا کہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا اور کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان تم پر قربان ہوگی۔ (86)

صحابہ کرامؓ کی حق پسندی / اظہارِ حق

اگر خود امراء، سلاطین اور حکومتی عہدداروں میں حق پسندی کا مادہ موجود نہ ہو تو رعایا کی آزادی، نکتہ چینی اور حقوق طلبی بالکل بیکار ہے، عہد صحابہؓ میں خود خلفاء اور امراء میں حق پسندی کا اس قدر مادہ موجود تھا کہ وہ ہر قسم کی جائز نکتہ چینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے، اس لئے اس جائز، مثبت اور تعمیری تنقید واحتساب کے ہمیشہ عملی نتائج نکلتے تھے۔ اور دوسری طرف عوام الناس میں حق پسندی کا مادہ پیدا ہوتا تھا جو خلافت کے استحکام کے لئے ایک ضروری اور لازمی چیز ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امراء کا احتساب جان جوکھوں کا کام ہے، تاہم

---

(85) صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر الصدیقؓ، ح: ۲۲۹۷، ص: ۳۶۷

(86) اسد الغابہ، تذکرہ حضرت نعیمؓ بن عبداللہ النحام، ۵/ ۳۳

Marfat.com

صحابہ کرام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ انہوں نے اس فریضہ کو بڑی دلیری اور جرأت سے ادا کیا۔ حق کی تائید اور باطل کی تردید کیا ہے؟ اس حقیقت کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ابن عمرؓ کی چھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جو مروان حاکم مدینہ کے ہاں سے نکل رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا: آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم امیر مروان کے ہاں سے آ رہے ہیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: کیا تم نے جو بھی حق بات دیکھی ہے اس کے بارے میں مروان سے بات کی ہے اور اس کی تائید کی ہے؟ اور جو بھی خلاف شریعت امور دیکھے ہیں ان کی تردید کی ہے؟ تو وہ لوگ بولے: نہیں اللہ کی قسم! بلکہ اگر وہ کوئی خلاف شریعت بات بھی کرتا تھا تو ہم کہتے تھے: اللہ تم پر رحمت کرے تم سچے ہو اور جب ہم اس کے ہاں سے نکلے تو ہماری زبان پر یہ الفاظ تھے: اللہ اس کو مارے یہ کس قدر ظالم اور بدکار ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا:

كنا بعهد رسول الله ﷺ نعدّ هذا نفاقاً لمن كان هكذا (87) ”عہدِ رسالت میں ایسا کرنے والے کو ہم منافقین میں شمار کرتے تھے“

حق کی تائید اور باطل کی تردید کے قائم کردہ اس معیار کا صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ لحاظ رکھا اور حکمران وقت کی طرف سے جبر و تشدد کا خوف حق بات کہنے میں کبھی بھی ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ سیرتِ صحابہؓ سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت شیبہؓ نے ان کی مخالفت کی اور کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یوں نہیں؟ میں ایسا ضرور کروں گا۔ حضرت شیبہؓ نے کہا: آپ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے زیادہ محتاج تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔ (88)

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ مروان کے محل میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ مصور تصویر بنا رہا ہے۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

(87) المسند، مسند عبد اللہ بن عمرؓ، ح: ۵۳۵۰، ۲/ ۱۸۱

(88) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی مال الکعبۃ، ح: ۲۰۳۱، ص: ۲۹۴

Marfat.com

''اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو میری طرح مخلوق پیدا کرتا ہے، وہ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کر لے'' (89)

ایک دفعہ مروان حاکم مدینہ نے لوگوں کے سامنے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ قیامت کی پہلی نشانی دجال کا خروج ہے، لوگ عبداللہؓ بن عمروؓ کے پاس آئے اور ان سے مروان کی اس گفتگو کا ذکر کیا۔ عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا: مروان نے غلط کہا ہے، میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور میں اس کو بھولا نہیں ہوں، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، اور چاشت کے وقت دابہ کا نکلنا ہے۔ (90)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیت اللہ کے سایہ میں درسِ حدیث ارشاد فرما رہے تھے۔ لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی اتنے میں عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ آئے اور حلقۂ درس میں شامل ہو گئے، جب روایت بیان کر چکے تو عبدالرحمٰن کی طرف مخاطب ہو کر بولے:

هذا ابن عمك معاويةؓ يأمرنا ان نأكل اموالنا بينا بالباطل ونقتل انفسنا والله يقول: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (91) قال: فسكت ساعة ثم قال: اطعه في طاعة الله واعصه في معصية الله'' (92)

''آپ کا بھتیجا معاویہؓ ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھائیں اور اپنے بھائیوں کو قتل کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے مال باہم ناجائز طور پر نہ کھاؤ بجز اس صورت کے جب تم سے باہم رضا مندی کے ساتھ تجارتی تعلقات ہوں اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر مہربان ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپؓ ایک لمحہ خاموش رہے، پھر فرمایا: اللہ کی اطاعت میں انکی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی فرمانبرداری مت کرو''

---

(89) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان.... ح:۵۵۴۳، ص:۹۴۶

(90) المسند، مسند عبداللہؓ بن عمرو، ح:۶۸۴۲، ۲/۴۱۰ (91) النساء، ۴:۲۹

(92) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفا ببیعۃ الخلیفۃ ... ح:۴۷۷۶، ص:۸۲۸

حضرت قیسؓ بن خرشہ عہد بنو امیہ میں زیاد اور عبید اللہ بن زیاد جیسے ستم کشوں اور ظالموں پر برملا نکتہ چینی کرتے تھے اور ان کی ہر غلط اور خلافِ اسلام حرکت کا سختی سے نوٹس لیتے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے ایک مرتبہ بلا کر کہا: تم خدا اور رسول ﷺ پر افتراء پردازی کرتے ہو۔ کہا: خدا کی قسم، میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا، البتہ اگر تم کہو تو میں اس شخص کا نام بتادوں جو ایسا کرتا ہے؟ ابن زیاد نے کہا بتاؤ؟ فرمایا: جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور وہ تم اور تمہارا باپ ہے۔ (93)

حضرت عبادہؓ بن صامت امیر معاویہؓ کی حکومت کو سرعام تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔ امیر معاویہؓ نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنیؓ کو ان کی شکایت لکھ بھیجی کہ وہ شام کے لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسا رہے ہیں، اس لئے یا تو آپ ان کو اپنے پاس مدینہ بلالیں ورنہ میں شام چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ امیر المؤمنینؓ نے عبادہؓ بن صامت کو مدینہ طلب کرلیا۔ آپؓ سیدھے حضرت عثمانؓ کے گھر چلے گئے اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ لوگوں کی کافی تعداد وہاں جمع تھی، حضرت عثمانؓ کی نظر عبادہؓ بن صامت پر پڑی تو فرمایا: اے عبادہؓ بن صامت کیا معاملہ ہے؟ راست گوئی اور بے باکی کا جذبہ اب بھی وہی تھا، کھڑے ہو کر مجمع سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میں نے ابو القاسم محمد ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

انه سیلی أمور کم بعدی رجال یعرفونکم ماتنکرون ،وینکرون علیکم ماتعرفون ،فلا طاعة لمن عصی الله فلا تعتلوا بربکم(94)

''میرے بعد عنقریب امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے لیکن جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت جائز نہیں، پس تم لوگ اپنے رب کی نافرمانی میں ہرگز آلودہ نہ ہونا''

ایک بار حضرت ابو مریم ازدیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں حاضر ہوئے ان کو ان کا آنا ناگوار گزرا اور بولے کہ ہم تمہارے آنے سے کچھ خوش نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے میں آپ کے سامنے اس کو بیان کرتا

---

(93) اسد الغابہ، تذکرہ قیسؓ بن خرشہ، ۴/۲۱۲

(94) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۲۲۲۶۳، ۶ / ۴۴۴

Marfat.com

ہوں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''خدا جس کو مسلمانوں کا والی بنا دے وہ اگر ان کی حاجتوں ،ضرورتوں اور ناداریوں سے آنکھ بند کر کے پردے میں چھپ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں ،ضرورتوں اور ناداریوں سے آنکھ بند کر کے پردے میں چھپ جائے گا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رعایا کی حاجت کے لئے ایک مستقل شخص کو مقرر کر دیا۔ (95)

مروان بن حکم ،ضحاک ؓ بن قیس کے خلاف جنگ کے لئے نکلا تو اس نے صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ایمن ؓ بن خریم کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ؓ ہماری طرف سے جنگ میں شریک ہوں۔ انہوں نے جواب دیا: میرے والد اور میرے چچا جنگ بدر میں شریک تھے انہوں نے مجھ سے عہد لے لیا ہے کہ کسی ایسے شخص سے نہ لڑنا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔ لہذا اے مروان! اگر تو مجھے جہنم سے نجات کا کوئی پروانہ لا دے تو میں تیرے ساتھ ہو کر لڑوں گا۔ مروان نے کہا: آپ یہاں سے دور ہو جائیں اور پھر ان کی برائی کرنے لگا۔ (96)

مروان بن حکم نے ایک مرتبہ حضرت حویطب ؓ بن عبدالعزیٰ ؓ سے کہا: اے شیخ (بوڑھے) تم بہت دیر سے اسلام لائے، یہاں تک کہ کم عمر لوگ تم سے سبقت لے گئے۔ حضرت حویطب ؓ نے جواب دیا: اللہ ہی کی مدد سے کام چلتا ہے، واللہ میں نے کئی مرتبہ اسلام لانے کا ارادہ کیا مگر تمہارا باپ ہر مرتبہ مجھے اسلام لانے سے باز رکھتا تھا اور مجھے منع کرتا تھا کہ تم اپنی بزرگی اور اپنے باپ دادا کا دین ایک نئے دین کیلئے کیوں چھوڑتے ہو اور کیوں دوسرے کے تابع ہونا چاہتے ہو۔ مروان اپنی بات پر سخت نادم ہوا۔ (97)

حضرت حکم ؓ بن عمرو غفاری نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بصرہ میں

(95 سننِ ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امر للرعیۃ ص: ۲۹۴۸، ص: ۴۲۹

(96) اسد الغابہ، تذکرہ ایمن ؓ ابن خریم، ۱۶۰/۱

(97 اسد الغابہ، تذکرہ حویطب ؓ بن عبدالعزیٰ ۶۷/۲ المستدرک، مناقب حویطب ؓ بن عبدالعزیٰ ۴۹۲/۳

Marfat.com

مستقل سکونت اختیار کر لی۔ان کو حکومت اور عہدے وغیرہ کا کوئی شوق نہ تھا،تاہم حاکم بصرہ زیاد نے ان کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔انہوں نے کفار سے جہاد کیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔زیاد نے ان کو خط لکھا کہ امیر المؤمنین امیر معاویہؓ نے لکھا ہے کہ سونا اور چاندی ان کے لئے رہنے دیا جائے ،لہٰذا غنیمت میں سونا چاندی ملے تو اس کو تقسیم نہ کرنا۔حضرت حکمؓ بن عمر وغفاری نے زیاد کو جواباً لکھا:تم نے جو امیر المؤمنین کی تحریر کا ذکر کیا ہے مجھے معلوم ہوا ہے مگر امیر المؤمنین کی تحریر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کتاب مجھے مل چکی ہے۔اس میں اس کے خلاف حکم ہے۔لہٰذا میں امیر المؤمنین کے حکم کو نہیں مان سکتا اور مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے ،کیونکہ اللہ کی قسم اگر آسمان اور زمین دونوں کسی بندے پر جھک پڑیں اور وہ خدا سے ڈرتا ہو تو ضرور اللہ اس کی نجات کی کوئی صورت نکال دے گا۔(98)

عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید کو ناحق قتل کر دیا ،جس کی وجہ سے لوگوں میں سخت بے چینی اور شورش تھی۔حضرت بشیرؓ بن عقربہ جو وہاں موجود تھے،عبدالملک نے ان کو مخاطب کر کے کہا:اے ابوالیمانؓ!آج مجھے تمہارے کلام کی ضرورت ہے ،لہٰذا تم کھڑے ہو کر کچھ بیان کرو۔لیکن حضرت بشیرؓ نے اس ظلم اور ناانصافی کی حمایت کرنے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص دکھانے سنانے کی غرض سے خطبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ روزِ قیامت دکھانے سنانے کا معاملہ کرے گا''(99)

ایک دن حجاج بن یوسف نے خطبہ پڑھنا شروع کیا نماز میں دیر ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:نماز پڑھ لے ورنہ آفتاب تیرا منتظر نہ رہے گا۔حجاج نے کہا:میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا سر اڑا دوں۔ابن عمرؓ نے جواب دیا:اگر تو ایسا کرے تو کیا بعید ہے کیونکہ تو بے وقوف حاکم ہے۔(100)

---

(98) اسد الغابہ،تذکرہ حکمؓ بن عمر وغفاری،۲/۳۶

(99) اسد الغابہ،تذکرہ بشیرؓ بن عقربہ،۱/۱۹۷

(100) اسد الغابہ،تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ،۳/۲۳۰

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت عمروؓ بن اراکہ اموی حاکم زیاد، جوان دنوں بصرہ کا حاکم تھا، کے ساتھ تخت پر بیٹھے تھے، ایک شخص اس کے سامنے پیش کیا گیا جس نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ زیاد نے کہا: اللہ کی قسم میں تیری زبان کاٹ ڈالوں گا۔ حضرت عمروؓ بن اراکہ نے فوراً اس کو ٹوکتے ہوئے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو مثلہ کی ممانعت کرتے ہوئے اور صدقہ کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔ (101)

زمانۂ حج میں ابن عمرؓ کا پاؤں نیزے کی نوک لگنے سے زخمی ہوگیا۔ حجاج بن یوسف خود عیادت کے لئے آیا اور کہنے لگا: کاش ہمیں اس شخص کے بارے میں پتہ چل جائے جس کا نیزہ لگنے سے آپؓ زخمی ہوئے ہیں، ابن عمرؓ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: یہ سب تمہارا ہی قصور ہے کہ تم نے لوگوں کو ایامِ حج میں حرم کے اندر ہتھیار لانے کی اجازت دی، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ (102)

حضرت امیر معاویہؓ نے ربیعؓ بن زیاد حارثی کو خراسان کا حاکم بنایا۔ انہوں نے بلخ اور اس کے مضافات میں دشمن سے خوب جہاد کیا اور ان پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اسی اثناء میں ان کو زیاد، جو کہ کوفہ اور بصرہ کا حاکم تھا، نے خط لکھا کہ امیر المؤمنین معاویہ کی تحریر آئی ہے وہ تم کو حکم دیتے ہیں کہ سونے چاندی کو مالِ غنیمت میں سے علیحدہ کرلو اور اس کے سوا چیزوں کو تقسیم کردو۔ حضرت ربیعؓ نے اس کے جواب میں لکھا: مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم امیر المؤمنین کے حکم سے پہلے مل چکا ہے (لہٰذا میں اس حکم کو نہیں مانتا) اور انہوں نے اعلان کردیا کہ اپنی غنیمتیں لے لو، پھر انہوں نے خمس نکال کر باقی تمام مال مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ (103)

عبیداللہ بن زیاد مرض الموت میں حضرت معقلؓ بن یسار کی عیادت کیلئے آیا تو انہوں نے ابن زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(101) اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن اراکہ، ۸۴/۴

(102) صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب ما یکرہ من حمل السلاح فی العید والحرم، ح:۹۶۶، ص:۱۵۵
اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ ۲۳۰/۳

(103) اسد الغابہ، تذکرہ ربیعؓ بن زیاد حارثی ۱۶۴/۲

Marfat.com

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہو اور وہ ایسی حالت میں مرے کہ رعیت اس کے ہاتھوں نالاں ہو، اسے جنت کی خوشبو سونگھنا بھی نصیب نہ ہوگی" (104)

کسی اموی امیر نے حضرت علیؓ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تو حضرت زید بن ارقمؓ فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مُردوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے؟ علیؓ کو برامت کہو کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ (105)

عطاء بن یسار سے روایت ہے: امیر معاویہؓ نے چاندی کا ایک پیالہ خریدا، جس کی قیمت میں مالک کو چاندی کے وزن سے کم وبیش روپے دیئے۔ اسلام میں چونکہ یہ ناجائز ہے اس لئے ابودرداءؓ نے امیر معاویہؓ کو فوراً ٹوکتے ہوئے فرمایا:

نهیٰ رسول اللہ ﷺ عن مثل هذا الا مثلاً بمثل (106) "رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے مگر جب برابر برابر ہو"

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف خطبہ دے رہا تھا۔ اس نے اپنے خطبے کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت ہوگیا، ابن عمرؓ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جارہا ہے، اس نے نہ سنا، دوبارہ کہا اس مرتبہ بھی خیال نہ کیا، تیسری مرتبہ پھر کہا، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا: اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جانا۔ لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے، چنانچہ آپؓ یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی اور پھر ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؓ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: ہم لوگ مسجد میں نماز کے لئے آتے ہیں اس لئے جب نماز کا وقت آجائے تو اس وقت تم کو فوراً نماز پڑھنی چاہئے۔ نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے بکا کرو۔ (107)

ایک بار حجاج بن یوسف کے پاس ایک جنگی قیدی آیا تو اس نے ابن عمرؓ کو اس

---

(104) اسد الغابہ، تذکرہ معقلؓ بن یسار، ۳۹۹/۴

(105) المسند، حدیث زید بن ارقمؓ، ح: ۱۸۸۲۸، ۵۰۰/۵

(106) المسند، حدیث ابی درداءؓ، ح: ۲۶۹۸۳، ۲۰۲/۷

(107) ابن سعد، تذکرہ عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، ۱۵۹/۴

Marfat.com

کے قتل کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے یہ کہتے ہوئے صاف انکار کر دیا کہ ہم اس پر مامور ہی نہیں ہیں اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَتّٰی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ "جب تم خوب خونریزی کر چکو تو قیدی بناؤ اس فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ کے بعد صرف دو صورتیں ہیں یا احساناً ان کو آزاد وَاِمَّا فِدَآءً (108) کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو" (109)

تنقید یا تائید اسی وقت سود مند ہوتی ہے جب اس کے پیچھے خلوص اور خیر خواہی کے جذبات کارفرما ہوں، کسی عمل پر گرفت کی جائے یا اس کی تائید کی جائے دونوں کو ذاتی نفع نقصان سے پاک ہونا چاہئے ورنہ ایسی حمایت یا تنقید بے فائدہ ہوگی۔ صحابہ کرامؓ کی طرح صحابیاتؓ کا کردار بھی ہر قسم کے ذاتی مفاد اور غرض سے بالاتر تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں خولہؓ بنت ثعلبہ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ وہیں حضرت عمرؓ کو نصیحت کرنے لگیں:

> "اے عمرؓ! ایک زمانہ تھا جب میں نے تم کو عکاظ کے میلہ میں دیکھا تھا کہ تم بچوں کو ڈنڈا لئے ڈراتے دھمکاتے پھرتے تھے، اس وقت تم بہت چھوٹے تھے اور اسی کم سنی کی وجہ سے لوگ تم کو عمیر کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے بعد (بہت جلد تم جوان ہوگئے اور) لوگ تم کو عمر کہنے لگے۔ اس پر بھی کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ اب تم امیر المؤمنین کہلانے لگے (سوچو! خدا نے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچایا، اس لئے رعایا کے ساتھ اپنی فطری سختی روا نہ رکھو بلکہ) رعایا کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ جس شخص کو خدا کے عذاب کا خوف ہوگا، وہ قیامت کو دور نہیں سمجھ سکتا اور جس کو موت کا کھٹکا لگا ہو (وہ لاابالی زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ) اس کو نیکیوں کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا ہر وقت خدشہ رہے گا"۔

---

(108) محمد، ۴:۴۷ (109) کتاب الخراج ص:۲۱۲

(110) الاستیعاب، تذکرہ خولہؓ بنت ثعلبہ، ۱۸۳۱/۴

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے ساتھ اس وقت جارود عبدی بھی تھے، انہوں نے خولہؓ سے کہا! تم نے امیر المؤمنین پر ضرورت سے زیادہ نصیحت شروع کردی۔ حضرت عمرؓ نے ٹوکا اور فرمایا: انہیں کہنے دو، کیا تمہیں معلوم نہیں یہ خولہؓ بنت ثعلبہ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر ان کی آواز سن لی تھی ☆ پھر عمرؓ کو تو ضرور سننا چاہئے۔ (110)

عبداللہ بن مصعب بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ سے زیادہ مقرر نہ کرو۔ جو اس سے زیادہ مقرر کرے گا میں وہ زائد رقم لے کر بیت المال میں جمع کردوں گا۔ اس پر عورتوں کی صف سے ایک عورت کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی! اے عمرؓ! تمہیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیوں؟ بولی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (111) ''اور اگر تم کسی ایک کو ڈھیر کا ڈھیر مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ مت لو''

حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: ایک عورت نے عمرؓ سے بحث کی اور غالب رہی۔ (112)

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خط لکھا کہ مجھے ایک مختصر سی نصیحت کیجئے جو زیادہ طویل نہ ہو (جسے میں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھوں) حضرت عائشہؓ نے ہر حاکم وقت کو راہنمائی کا کام دینے والا رسول اللہ ﷺ کا فرمان لکھ بھیجا، چنانچہ آپؓ نے ان کو جوابی خط میں لکھا:

سلام علیک امابعد! فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من التمس رضا اللّٰہ بسخط الناس کفاہ اللّٰہ مؤنۃ الناس، ومن التمس رضا الناس بسخط اللّٰہ وکلہ اللّٰہ الی الناس (113)

☆قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ (۵۸:۱) ''اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑتی ہے'' حضرت عمر کا اشارہ اسی فرمانِ الٰہی کی جانب ہے، جس کا نزول خولہ بنت ثعلبہ کے حق میں ہوا۔

(111) النساء، ۴:۲۰

(112) جامع بیان العلم، فصل فی الانصاف فی العلم، ۱/۱۳۱

(113) جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب منہ عاقبۃ من التمس رضا الناس بسخط اللہ، ح:۲۴۱۴، ص:۵۵۰

''آپؓ پر سلامتی، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص لوگوں کو ناخوش کر کے اللہ کی رضا تلاش کرے (لوگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کو انسانوں کے شر سے بچالیتا ہے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کو خفا کر کے لوگوں کی رضا ڈھونڈے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان ہی کے حوالے کر دیتا ہے (اور وہ جس طرح چاہتے ہیں اس پر حکومت کرتے ہیں''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو سولی دینے کے بعد حجاج بن یوسف ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس گیا اور کہا: آپؓ کے صاحبزادے نے اللہ کے گھر میں بے دینی اور الحاد پھیلایا، جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے اس کو دردناک عذاب کی شکل میں چکھائی۔ حضرت اسماءؓ نے بڑی جرأت اور بے باکی سے اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

كذبت كان برّا بالوالدين صوّاما قوّاما، والله لقد اخبرنا رسول الله ﷺ انه سيخرج من ثقيف كذابان الأخر منهما شر من الاول وهو مبير (114)

''تم نے جھوٹ کہا: (وہ بے دین نہیں تھا) وہ تو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا، روزے دار، تہجد گزار تھا (حقیقتاً تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے) اللہ کی قسم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ قبیلۂ ثقیف سے دو جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ان میں سے بھی دوسرا پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ وہ ہلاکت و تباہی مچائے گا۔ (قبیلہ ثقیف کا پہلا جھوٹا مختار بن ابی عبید ثقفی کو تو ہم دیکھ چکے ہیں اور دوسرے تم ہو۔)

مروان بن حکم نے یزید بن معاویہؓ کی ولی عہدی پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے زبردستی بیعت لینا چاہی اور نامناسب انداز گفتگو اختیار کیا تو حضرت عائشہؓ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی جرأت سے فرمایا:

''اے مروان! میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ رسول

---

(114) المسند، حدیث اسماء بنت ابی بکر الصدیق، ح: ۲۶۴۲۷، ۷/۴۹۲

اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن زبیرؓ ۳/۱۶۴

Marfat.com

اللہ ﷺ نے تیرے باپ حکم پر لعنت کی اور اس وقت تو اپنے باپ کی پشت میں تھا''(115)

بنو امیہ کے آغازِ خلافت کا ذکر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے گورنر اپنے خطبوں میں حضرت علیؓ اور ان کے حامیوں پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔ ان کی اس غلط روش پر کوفہ کے ایک صحابی حضرت حجرؓ بن عدی برملا تنقید فرماتے اور ساتھ ہی حضرت علیؓ اور ان کے احباب کی تعریف کرتے تھے، امیر معاویہؓ کے گورنروں نے ان کی زبان بندی کی ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے، اس کے برعکس حجرؓ بن عدی کے ہم خیال لوگوں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ یہ دیکھ کر امیر معاویہؓ نے حجرؓ اور ان کے بعض اصحاب کی گرفتاری کے احکام صادر کردیئے اور جب یہ گرفتار ہوکر ان کے پاس لائے گئے تو ان کے قتل کا فیصلہ کردیا۔ حضرت عائشہؓ کو صورتِ حال کا علم ہوا تو فوراً عبدالرحمٰن بن حارث کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ اس اقدام سے باز آجائیں۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حجرؓ اور ان کے سات ساتھی شہید کئے جاچکے تھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ سخت خفا ہوئیں اور جب امیر معاویہؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے بڑی سختی سے باز پرس کی۔ عبدالمالک بن نوفل روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے یہاں تک فرمایا:

لولا انا لم نغيّر شيئاً الا آلت بنا الامور الى اشدّ مما كنا فيه لغيّرنا قتل حجر (116)

''اگر کسی معاملے کو بدلنے سے موجودہ حالات سے بھی زیادہ خراب حالات کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم حجر کے قتل کے فیصلہ کو بدل کر رکھ دیتے''

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لولا يغلبنا سفهاؤنا لكان لی ولمعاوية رضی فی قتله حجرًا شأن(117)

''اگر سفہاء کے غلبہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو حجرؓ کے قتل کے سلسلے میں میرا اور معاویہؓ کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا''

---

(115) اسد الغابہ، تذکرہ حکم بن ابی العاص، ۳۴/۲ (116) تاریخ الامم والملوک، ۵۶/۶

(117) البدایہ، ۸/ ۵۵،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس معاملے میں محض مصالحت کی خاطر خاموشی اختیار فرمائی کہ کہیں فتنہ وفساد کی آگ پوری امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ ورنہ وہ کوئی سخت قدم اٹھانا چاہتی تھیں۔ اور پھر جب حج کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی تو بڑے سخت لہجے میں پوچھا:

یا معاویة!اقتلت حجرؓ واصحابه وفعلت الذی فعلت أ ما خشیت ان اخبألک رجلا یقتلک ؟ (118)

''اے معاویہؓ!تم نے حجرؓ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہتا تھا۔ کیا تمہیں اس بات کا خوف نہ ہوا کہ میں بھی کسی شخص کو پوشیدہ طور پر تمہارے قتل پر لگا سکتی ہوں؟''۔

مأخذ کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے معذرت کرتے ہوئے بڑی مشکل سے حضرت عائشہؓ کی ناراضی کو ختم کیا۔(119)

---

(118) ایضا

(119) ایضاً

Marfat.com

خلاصۂ بحث (عہدِ صحابہؓ میں فروغِ اسلام کی عمومی وجوہات)

عہدِ رسالت ہی میں اگرچہ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقوامِ عالم کے لئے اجنبی نہ رہے تھے تاہم رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اسلام کی زیادہ تر نشر واشاعت عالمِ عرب میں ہی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد زمامِ اقتدار خلفاء راشدینؓ کے ہاتھ میں آئی اور جوں جوں فتوحات کا دائرہ پھیلتا چلا گیا اسلام نے روم وایران کے ظالمانہ نظام میں جکڑے ہوئے مجبور ومقہور لوگوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لینا شروع کیا۔ تقریباً ایک صدی پر محیط عہدِ صحابہؓ کے نصفِ اول ہی میں اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا۔

عہدِ صحابہؓ میں اسلام کی ہمہ گیر ترقی، وسعت اور عمومیت کی کئی وجوہات ہیں۔ یہ اسلام کی خوش قسمتی ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے فوراً بعد خلفاء راشدینؓ کی صورت میں بہترین سرپرستی حاصل رہی۔ خلافتِ راشدہ میں اسلام کی اشاعت اسلامی ریاست کی پہلی ترجیح تھی۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مختصر دورِ خلافت میں قرآن مجید کی جمع وتدوین کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، نیز فتنۂ ارتداد کے کچلنے سے اسلام کو اندرونی استحکام حاصل ہوا۔ عمر فاروقؓ نے اشاعتِ اسلام کے پروگرام کو نہ صرف منظم انداز میں شروع کیا بلکہ دعوتی تحریک کی مکمل سرکاری سرپرستی بھی فرمائی۔ چنانچہ ایک طرف تو آپ نے مختلف مفتوحہ علاقوں کی طرف معلمین قرآن اور مبلغین کو روانہ فرمایا اور دوسری طرف آپ کی یہ مستقل حکمتِ عملی تھی کہ عامل اور سالارِ لشکر ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو حکومتی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہوں، اس کے علاوہ عمر فاروقؓ نے معلمین اور قراء کی تنخواہیں مقرر کر کے ان کو فکرِ معاش سے آزاد کر دیا تاکہ وہ اپنا مکمل وقت دین کی اشاعت میں صرف کر سکیں۔ نیز آپؓ نے طلباء قرآن کے لئے وظائف مقرر کر کے ان کی پوری حوصلہ افزائی کی۔ چونکہ ان تمام اقدامات میں حضرت عثمان غنیؓ اور علی المرتضیٰؓ کا مشورہ شامل تھا اس لئے دعوت وتبلیغ کی یہ منظم تحریک بعد کے ادوار میں بھی چلتی رہی، جس کی وجہ سے عہدِ خلافت میں اسلام بڑی تیزی سے جزیرہ نمائے عرب

سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا۔

عہدِ صحابہؓ میں اسلام کی حیران کن کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے دعوت وتبلیغ کو اپنی زندگی کا سب سے اہم مقصد بنالیا۔ سیرتِ صحابہؓ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کی جو ذمہ داری صحابہ کرامؓ کے سپرد کی تھی، اس کی تکمیل میں انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ سفر وحضر اور مصائب وآلام سے بے نیاز ہوکر صحابہ کرامؓ نے ہر جگہ دعوت کے فریضہ کو انجام دیا۔ اور یہ مشن زندگی کے آخری لمحات تک بھی پوری تندہی کے ساتھ جاری رہا۔ دعوت وتبلیغ کے مشن سے صحابہ کرامؓ کی اس جذباتی وابستگی کی بنا پر چاردانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہوگیا۔

صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت چونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی تھی اس لئے علم وعرفان، حسنِ اخلاق اور سیرت وکردار کی ساری خوبیاں ان کی شخصیت میں نمایاں تھیں۔ دور دراز سے لوگ طلب علم کے لئے صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ ان کی اس انداز میں تربیت فرماتے کہ ان میں سے ہر فرد اپنی جگہ ایک مبلغ تھا۔ بعد میں صحابہ کرامؓ کے انہیں شاگردوں کے ذریعہ اسلام کی نشرواشاعت میں نمایاں اضافہ ہوا۔

صحابہ کرامؓ چونکہ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے اس لئے لوگ ان کی سیرت وکردار سے متاثر ہوکر بھی مائل بہ اسلام ہوتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اپنے علم اور کردار کی بناء پر معاشرے میں جو تقدس کا درجہ حاصل تھا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ہر جگہ اسلام کے پیغام کو عام کیا اور عہدِ صحابہؓ میں ہر طرف اسلام ہی کا چرچا ہونے لگا۔ ہر قسم کے نتائج سے بے پرواہ ہوکر صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ حق کی تائید کی، جس سے نہ صرف وقت کے حکمرانوں کو اپنے رویے میں تبدیلی کرنا پڑی بلکہ اس طرح کی آزاد تنقید سے صحابہ کرامؓ نے اسلام کو بھی ہر طرح کی تحریف سے محفوظ رکھا۔ عہدِ صحابہؓ میں اسلام کو جو ترقی اور عروج حاصل ہوا، اس کا ایک سبب بجا طور پر صحابہ کرامؓ کی حق پسندی کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

باب ششم: صحابہ کرامؓ کے اختیار کردہ اسلوبِ دعوت کے نمایاں پہلو

فصل اول: انسانی نفسیات کا لحاظ

دعوت و تبلیغ ایک مقدس فریضہ اور کارِ انبیاء ہے، انسانی نفسیات اور فہم و شعور سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل اور دماغ ہے۔ اگر داعی مخاطب کے دل و دماغ کو اور اس کے فہم وشعور کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر باقی کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے دعوت سے بھی پہلے داعی کے لیے اس اسلوب کا تعین ہے کہ مخاطب کے فہم وشعور میں یہ بات کس پیرائے میں پیش کر کے بٹھائی جائے اور اس حوالے سے انسانی نفسیات کے کس پہلو کو پیش نظر رکھا جائے؟ نفسیات دعوت و تبلیغ کا ہی موضوع اور فن ہے۔ مبلغ کا کام انسان سازی ہے اور اس کام میں اس کا علم اور حکمت دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ میں انسانی نفسیات کی کس قدر اہمیت ہے اور داعی کا ماہر نفسیات ہونا کتنا ضروری ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''جس طرح ایک بیج کے نشو و نما پانے کے لیے تنہا بیج کی صلاحیتوں ہی پر نظر نہیں رکھنی پڑتی، بلکہ زمین کی آمادگی و مستعدی اور فصل و موسم کی سازگاری و موافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلمۂ حق کی دعوت میں مجرد حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ حق پیش کیا جا رہا ہے، دعوت کے وقت نفسیاتی نقطۂ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔ زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے بھی موسم ہوتے ہیں اور ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اچھی طرح واقف ہو۔ جس طرح ایک دہقان زمین کی فصلوں اور موسموں کو پہچانتا ہے اور اسی وقت کوئی بیج ڈالتا ہے جب موسم سازگار ہو۔ جو لوگ اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں، خواہ اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے، یا اس خیال سے کہ حق اپنی ذاتی کشش سے

Marfat.com

خود بخود دلوں میں جگہ پیدا کرلے گا، اس کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی اس غلطی کی سزا اپنی دعوت کی ناکامی کی شکل میں پاتے ہیں اور ان کی نیک نیتی ان کی اس بے تدبیری اور غفلت کے نتائج سے ان کو بچا نہیں سکتی، جو مخاطب کی نفسیات کی رعایت کے باب میں ان سے صادر ہوتی ہے۔"(1)

اس سیاق وسباق میں کہا جاسکتا ہے کہ اصل قوتِ محرکہ داعی کی شخصیت ہے، وہ جتنا خود متحرک ہوگا، دوسروں کو بھی اسی نسبت سے متحرک کر سکے گا اور وہ جس قدر تربیت یافتہ ہوگا اسی قدر دوسرے افراد کے لیے بہترین مربی کا کردار ادا کر سکے گا۔ علم نفسیات سے واقفیت کی صورت میں داعی شریعت کے بہت سے احکام کو زیادہ بہتر طور پر پرکھنے اور ان کی حکمتوں کا کماحقہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو سکے گا۔ جس کے نتیجے میں اس کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا جائے گا اور جب خود اسے شرح صدر ہوگا تو دوسرے لوگوں کے سامنے وہ اس کی بہتر دعوت پیش کر سکے گا۔ اگر داعی کو نفسیات کے اس فن سے مناسبت پیدا ہو جائے تو جن افراد و جماعت کو اس نے مخاطب بنانا اور اپنی دعوت پہنچانی ہے۔ اس کے ذریعے اسے ان کی نفسیات اور جذبات ومیلانات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ مخاطب کے اوپر اثر انداز ہونے اور اس کے اندر اپنی بات کے لیے آمادگی پیدا کرنے کے سلسلے میں کن تدابیر کے اپنانے اور کن امور کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے، اسے کیوں کر تیار کیا جائے، کس طرح اس کے اندر نیکی اور بھلائی کے لیے جذبات کو ابھارا جائے اور بدی اور برائی کے محرکات سے اسے دور رکھا اور بچانے کی کوشش کی جائے؟ یہ تمام امور انسانی نفسیات کے جاننے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

اگر داعی لوگوں کی نفسیات، ذوق، مزاج اور ان کے جذبات ومیلانات کی رعایت نہ کر سکے تو اس چیز کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کی باتوں کو سنیں اور ان پر توجہ دیں۔ بلکہ اکثر وبیشتر تو ایسا ہوگا کہ وہ ان کے اندر کوئی دلچسپی اور

---

(1) اصلاحی، امین احسن، "دعوت دین اور اس کا طریق کار"، ص: ۱۳۳، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

Marfat.com

شوق پیدا کیے بغیر انھیں اکتاہٹ اور بیزاری کا شکار بنادے گا اور لوگ اس کے قریب ہونے کی بجائے دور رہنے کو زیادہ پسند کریں گے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تاکید فرمائی:

یسّروا ولا تعسّروا، وبشّروا ولا تنفّروا (2) آسانیاں پیدا کرو لوگوں کے لیے مشکلیں کھڑی نہ کرو، انھیں خوشخبری سناؤ (کہ دین کے قریب آئیں اور اپنی کسی بات یا طرز عمل سے) دین سے متنفر نہ کرو۔

اس فرمان نبویؐ کی یہی معنویت ہے کہ مخاطب کے سامنے بات اس طور پر رکھی جائے کہ اس کے اندر اس دعوت کی طرف رغبت اور میلان پیدا ہو اور اسے دین سے بیزار اور متنفر نہ کیا جائے۔ الغرض انسانی نفسیات کی رعایت کے بغیر دعوت کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کی دعوت کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ انھوں نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ میں انسانی نفسیات کا بھرپور خیال رکھا۔ آنے والی سطور میں صحابہ کرامؓ کی سیرت سے اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

انسانی طبائع کا لحاظ / وقفہ

صحیح بات بھی اگر مسلسل اور بغیر کسی وقفہ کے کہی جائے تو طبیعت اسے معمولی سمجھ کر حقیقی اثر قبول نہیں کرتی، اس لیے دعوت کا کام بغیر کسی وقفہ کے کیے چلے جانا کہ لوگ اس کو معمول کی کاروائی سمجھنے لگیں، درست طریقہ نہیں ہے۔ اس لیے داعی کا انسانی نفسیات کا عالم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ بروقت اندازہ لگا سکے کہ کہیں مخاطب پر اکتاہٹ تو طاری نہیں ہو چکی۔ کیونکہ دعوت جب ذہنی اور روحانی آسودگی کا باعث نہ بنے گی تو غیر مؤثر ہو جائے گی۔ داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ دعوت کے اوقات کو بے ہنگم نہ ہونے دے بلکہ لوگوں کی طلب اور شوق کو برقرار رکھنے کیلئے دعوت کا کام وقفے وقفے سے کرے، اور اس وقت بیان کرے جب لوگوں کی خواہش ہو اور ان کی طبائع دعوت کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوں۔ صحابہ کرامؓ بھی اس وجہ سے کہ

---

(2) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ماکان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ الحسنۃ..... ح:۶۹، ص:۱۷
صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ: یسّروا ولا تعسّروا، ح:۶۱۲۵، ص:۱۰۶۷

Marfat.com

کہیں لوگ اکتا نہ جائیں، لوگوں کے اشتیاق کے باوجود وقفہ کیا کرتے تھے۔

ابو وائلؒ روایت کرتے ہیں:

''کان عبداللہؓ یذکّر الناس فی کل خمیس فقال له رجل: یا ابا عبدالرحمٰنؓ لودِدتُّ انک ذکّرتنا کل یومٍ'' قال: اما انه یمنعنی من ذالک انی اکره ان اُملّکم وانّی اتخوّلکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخوّلنا بها مخافة السامة علینا'' (3)

عبداللہؓ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمنؓ! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انھوں نے فرمایا: میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو نصیحت سنایا کرتے تھے کہ ہم بیزار نہ ہو جائیں''

ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے گھر کے سامنے وعظ سننے کیلئے لوگوں کا ہجوم تھا، یزید بن معاویہ نخعی نے ان کو خبر دی اور لوگوں کی خواہش سے آگاہ کیا، لیکن وہ کافی دیر کے بعد گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا:

'' اِنه لیذکر لی مکانکم فما اٰتیکم کراهیة أن املکم لقد کان رسول اللہ ﷺ یتخوّ لنا بالموعظة فی الأیام کراهیة السآمة علینا''(4)

''مجھے خبر تھی کہ آپ لوگ دیر سے میرا انتظار کر رہے ہیں، لیکن میں اس خوف سے باہر نہیں آیا کہ کثرت وعظ آپ لوگوں کو تھکا نہ دے، رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کی تکلیف کے خیال سے کئی کئی دن کا وقفہ کر کے وعظ فرمایا کرتے تھے''۔

---

(3) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومة، ح: ۷۰، ص: ۱۷
ایضاً، کتاب الدعوات، باب الموعظة ساعة بعد ساعة، ح: ۶۴۱۱، ص: ۱۱۱۳
صحیح مسلم، کتاب صفة المنافقین واحکامھم، باب الاقتصاد فی الموعظة، ح: ۷۱۲۷، ص: ۱۲۲۷

(4) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۰۳۱، ۳۵۷۱ ۶۲۳/۱
صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الموعظة ساعة بعد ساعة، ح: ۶۴۱۱، ص: ۱۱۱۳

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں انسانی نفسیات کے اس پہلو کا ہمیشہ لحاظ کیا۔ صحابہ کرامؓ اس اسلوبِ دعوت کی اہمیت اور اس کی تاثیر سے پوری طرح آگاہ تھے، اس لیے انھوں نے دوسروں کو بھی تلقین کی۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے نامور شاگرد عکرمہؒ کو دعوت وتبلیغ میں اس اسلوب کے اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

حدّث الناس كلّ جمعة مرّة، فإن أبيتَ فمرّتين، فان اكثرت فثلاث مرّات، ولاتملّ الناس هذا القرآنَ فلا ألفينَّكَ تأتي القوم وهم في حديث من حديثهم فتقصُّ عليهم فتقطعُ عليهم حديثهم فتملّهم، ولكن أنصت فاذا أمروكَ فحدِّثهم وهم يشتهونهُ(5)

"لوگوں سے ہفتہ میں ایک بار وعظ کرو، اگر یہ قبول نہیں تو دو بار اور زیادہ سے زیادہ ہفتہ میں تین بار وعظ کرو اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتا نہ دو۔ میں تمھیں اس حال میں نہ دیکھوں کہ تم کسی جماعت کے پاس اس حال میں جاؤ کہ وہ اپنے کاموں میں سے کسی کام میں مشغول ہوں، تم ان کی بات کو قطع کر کے اپنا وعظ شروع کر دو، اس طرح تم ان کو اکتا دو گے، بلکہ تمھیں چاہئے کہ خاموش رہو اور جب لوگ فرمائش کریں اور وہ خواہش سے سنیں"۔

ابن ابی السائبؒ تابعی، مدینہ کے واعظ تھے، پیشہ ور واعظین کی طرح یہ بھی گرمی مجلس کیلئے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے تھے اور اپنے تقدس کے اظہار کیلئے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کیلئے آمادہ رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو، ورنہ میں بزورتم سے باز پرس کروں گی، عرض کیا: اے ام المؤمنینؓ! وہ کیا ہیں؟ آپؓ نے فرمایا:

اجتنب السجع من الدعا، فان رسول اللهﷺ و اصحابه كانوا لا يفعلون ذالك، وقص على الناس فى كل جمعة مرة، فان ابيت فثنتين، فان ابيت فثلاثاً، فلا تملّ الناس هذا الكتاب، ولا

---

(5) المسند، حدیث السیدة عائشہؓ، ح ۲۵۲۹۲، ۳۱۰/۷

Marfat.com

ألفينك تأتي القوم وهم في حديث من حديثهم فتقطع عليهم حديثهم ولكن اتركهم فاذا جرؤك عليه وأمروك به فحدثهم(6)

''دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کیا کرو، اگر یہ منظور نہیں تو دو دن اور اگر اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اکتانہ دو، ایسا نہ کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ شروع کر دو۔ بلکہ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو''

عمومی وضاحت پر اکتفا کرنا / مخاطب کی عزت نفس کا خیال کرنا

اگر داعی غلطی کرنے والے کو براہ راست مخاطب کرنے کی بجائے اشارے کنائے میں اس کی غلطی کو واضح کرتا ہے تو اس صورت میں غلطی کرنے والے کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی، نیز وضاحت کے اس عمومی انداز سے مخاطب کی طرف سے کسی قسم کے منفی ردعمل کا بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا اور شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی اس اسلوب سے مخاطب کے دل میں داعی کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اور وہ اس کی بات کو زیادہ توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتا ہے۔

دعوت کا یہ اسلوب اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب مخاطب کی غلطی عام لوگوں سے پوشیدہ ہو، لیکن اگر اکثر لوگوں کو اس کا علم ہو، اور اسے معلوم ہو کہ اکثر لوگ یہ بات جانتے ہیں، تو اس صورت میں دعوت و تبلیغ کا یہ اسلوب سخت زجر و توبیخ کا حامل اور غلطی کرنے والے کیلئے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کو براہ راست سرزنش کر دی جائے اور یہ اسلوب اختیار نہ کیا جائے۔ اگر بات

---

(6) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، ما یکرہ من السجع فی الدعا، ح ۶۳۳۷، ص ۱۱۰۲

Marfat.com

بھلائی اور خیر خواہی کے جذبے سے کی جائے تو یہ ایسا انداز تربیت ہے کہ جس سے غلطی کرنے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور عام لوگوں کو بھی، بشرطیکہ اسے استعمال کرتے ہوئے حکمت سے کام لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا اور غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب کرنے کی بجائے عمومی وضاحت پر اکتفا کیا، تاکہ مخاطب کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو اور اس کی اصلاح بھی ہو جائے۔ اس اسلوب دعوت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، بعد میں پانی کا ایک برتن طلب کیا، اس سے وضو کرنے کے بعد باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور پھر فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر پانی پینے کو مکروہ جانتا ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (7)

بیت اللہ اگرچہ مکہ مکرمہ میں ہے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس فرمایا کہ خود اہل مکہ میں وہ ذوق و شوق مفقود ہو رہا ہے جو بیرونی زائرین کیلئے نمونہ ہونا چاہئے۔ یقیناً یہ خرابی چند لوگوں کے عمل سے ظاہر ہوئی ہوگی، لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے کسی مخصوص فرد کی بجائے تمام اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یا اھل مکۃ ! ما شا نُ النّا سِ یأتُو نَ شعثاً و انتم مدّھنون؟ اھلّوا، اذا رأیتم الھلال(8) ''اے اہل مکہ! کیا بات ہے کہ لوگ جب تمھارے پاس آتے ہیں تو ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور تم تیل لگاتے ہو؟ تم چاند دیکھ کر احرام باندھ لیا کرو''

ابو نہیک اور عبداللہ بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک لشکر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ تھے۔ ایک عرب نے کسی شخص کو بہت زیادہ مارا پیٹا۔ اس شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس شکایت کی اس پر آپؓ نے کسی فرد واحد کو سرزنش کرنے کی بجائے تمام عربوں کو خطاب

7۔ المسند، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح:۷۹۹ ۱/۱۶۴

(8) الموطا، کتاب الحج، باب ہلال مکۃ و من بھا من غیرھم، ح:۳۸۱، ص:۲۳۰

Marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر العرب ! الم تکونوا شرالناس دینا، وشرالناس داراً ، وشرالناس عیشا؟ فاعزّکم اللّٰه واعطاکم اللّٰه أتریدون ان تاخذوا الناس بعزۃ اللّٰه ؟ واللّٰه لتنتھنّ او لیأخذنّ اللّٰه مافی ایدیکم فلیعطینه غیرکم(9)

اے اہل عرب! کیا تم مذہب کے اعتبار سے برے لوگ نہ تھے؟ گھربار کے لحاظ سے برے نہ تھے؟ اور زندگی کے لحاظ سے بدترین نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں (اسلام کے ذریعے) عزت عطا فرمائی اور نعمتیں بخشیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم لوگوں سے اللہ کے دیئے ہوئے شرفِ انسانی کو چھین لو؟ اللہ کی قسم! تم ایسی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ وہ سب کچھ تم سے واپس لے لے گا جو تمھارے پاس ہے اور اسے غیروں کو عطا کردے گا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قریش کے چند لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو آپؓ نے ان کی تنبیہ کے لئے عمومی اصلاح اور وضاحت پر ہی اکتفاء فرمایا، چنانچہ آپؓ نے اہل مکہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے اہل مکہ! مجھے قریش کے بعض لوگوں کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ وہ ایک کھلونے سے کھیلتے ہیں جسے نرد شیر (پانسہ) کہتے ہیں، اور یہ بہت مشکل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خمر اور میسر، اور میں قسم کھاتا ہوں کہ جو کوئی شخص پانسہ کھیلے اور میرے پاس لایا جائے تو میں اسے اس کے بال اور چمڑے پر سزا دوں گا اور جو اس کو لائے گا اسے مجرم کے بدن کی سب چیزیں دے دوں گا''(10)

ایک دفعہ حضرت عقبہؓ بن عامر گورنر مصر نے مغرب کی نماز میں تاخیر کردی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ان کی طرف گئے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے عقبہؓ! یہ کیسی نماز ہے؟

---

(9) حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سلمان الفارسیؓ، ۱/۲۶۰

(10) ادب المفرد، باب الادب واخراج الذین یلعبون بالنرد...... ح:۱۲۷۵، ص:۳۲۸

Marfat.com

کہنے لگے کہ ایک کام کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ چونکہ عقبہ خود بھی صحابی رسول ﷺ تھے اور گورنر مصر تھے اس لیے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ان کے مقام اور مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

أما واللہ مابی الا ان یظن الناس انك رأیت رسول اللہ ﷺ یصنع ھذا ، أما سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : لاتزال أمتی بخیر او علی الفطرۃ مالم یؤخروا المغرب الی أن تشتبك النجوم(11)

اور اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے لوگ گمان کریں گے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہو گا جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا فطرت پر رہے گی جب تک وہ مغرب کو اتنا مؤخر نہ کرنے لگیں کہ ستارے خوب نمایاں ہو جائیں''

اس قسم کی اور بھی مثالیں سیرتِ صحابہ میں ملتی ہیں جن میں مشترک چیز یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کو شرمندہ نہ کیا جائے۔ غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب نہ کرنے اور اشارہ سے اس کی غلطی واضح کرنے کے اس اسلوب میں بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ غلطی کرنے والے کی طرف سے منفی ردعمل کا خطرہ نہیں ہوتا اس طرح شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کرسکتا۔

☆ اس اسلوبِ دعوت کا قلب انسانی پر گہرا اثر ہوتا ہے اور انسان فوراً اپنی اصلاح کرلیتا ہے۔

☆ اس سے غلطی کرنے والے کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے غلطی کرنے والے کے دل میں داعی اور نصیحت کرنے والے کی قدر و منزلت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ دعوت کا یہ اسلوب اسی وقت مؤثر ہوتا ہے جب مخاطب کی غلطی عام لوگوں سے پوشیدہ ہو، لیکن اگر لوگوں کو اس کا علم ہو تو اس صورت میں اس کو براہ

---

(11) المسند، حدیث ابی ایوب انصاریؓ، ح: ۲۳۰۷۰ ۶/۵۸۶

Marfat.com

راست تنبیہ کر دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اگر سب کے سامنے اس کو تنبیہ کی جائے گی تو یہ سب کے سامنے اس کی رسوائی کا باعث بن جائے گی اور اس صورت میں اس کی طرف سے کسی قسم کا منفی ردِ عمل بھی ممکن ہے۔

مناسب طلب / آمادگی کا ہونا

مناسب طلب اور ذہنی آمادگی کے بغیر دنیا کا کوئی کام بھی انسان خوش اسلوبی اور کامیابی سے انجام نہیں دے سکتا۔ دعوت و تبلیغ کیلئے بھی ذہنی آمادگی اولین شرط ہے۔ جب کوئی شخص کسی مسئلہ کو جاننے کی خواہش کرے، اس کے بارے میں سوال کرے، اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو، اس وقت مسئلہ بتانے سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ پختگی سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سوال کئے بغیر اور جذبۂ شوق کو ابھارے بغیر معلومات دی جائیں تو اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کارِ دعوت میں مشغول ہر شخص کو مخاطب کی ذہنی آمادگی کا لحاظ رکھنا چاہیے، تاکہ اس کی دعوت مؤثر ہو۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب تک مخاطب کی ذہنی آمادگی اور خلوص نیت کا جائزہ نہ لے لیتے اس وقت تک اس کو دعوت نہ دیتے تھے۔

قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو الدرداءؓ دمشق میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص مدینہ سے حاضر ہوا، آپؓ نے اس سے پوچھا: اے بھائی! کس مقصد کیلئے آئے؟ اس نے کہا: میں آپؓ سے صرف حدیث رسول ﷺ سننے حاضر ہوا ہوں، تو فرمایا: کسی اور حاجت یا تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے؟ تو اس نے کہا:

"ما جئتُ الاّ فی طلب هذا الحدیثِ" "میں تو صرف طلب حدیث کیلئے آپؓ کے پاس آیا ہوں"

چنانچہ جب حضرت ابوالدرداءؓ نے اسکے خلوص کو اچھی طرح پرکھ لیا اور حدیث رسول ﷺ کی طلب میں اس کو پوری طرح آمادہ پایا تو اس کے سامنے حدیث بیان کی۔ (12)

---

(12) جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ح: ۲۶۸۲، ص: ۶۰۹
المسند، حدیث ابی الدرداءؓ، ح: ۲۱۲۰۸ ۶/ ۲۵۴

Marfat.com

حارث بن معاویہ الکندی کا بیان ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں سوار ہو کر آئے، چنانچہ جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کس وجہ سے آئے ہیں؟ بولے: تا کہ آپ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کروں۔ فرمایا: وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ بولے:

ربما كنت أنا والمرأة في بناء ضيق فتحضر الصلوة فان صليت انا وهي كانت بحذائي وان صليت خلفي خرجت من البناء " فقال عمرؓ " تستر بينك وبينها بثوب ثم تصلي بحذائك ان شئت، وعن الركعتين بعد العصر، فقال: نهاني عنهما رسول الله ﷺ، قال: وعن القصص فانهم أرادوني على القصص فقال: ما شئت(13)

"بسا اوقات میں اور میری بیوی ایک تنگ مکان میں ہوتے ہیں کہ نماز کا وقت آ جاتا ہے، اگر میں نماز پڑھوں تو وہ میرے سامنے ہوتی ہے اور اگر میں تھوڑا پیچھے ہو کر نماز پڑھوں تو وہ مکان سے باہر نکل جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کر لے پھر تم اپنے سامنے والے حصہ میں اگر چاہو تو نماز پڑھ لو۔ اور جہاں تک عصر کے بعد دو رکعتوں کا سوال ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے۔ حارث الکندی نے کہا کہ لوگ مجھ سے وعظ گوئی کا مطالبہ کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی ہو"۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید جس قدر جلدی پڑھ کر ختم کر لیں اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے ام

(13) المسند، مسند عمر بن الخطابؓ، ح:۱۱۲، ۳۲/۱

Marfat.com

المؤمنین ! لوگ ایک شب میں قرآن دو دو، تین تین بار پڑھ لیتے ہیں؟ فرمایا: ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تمام رات نماز میں کھڑے رہتے تھے لیکن سورہ بقرہ، آل عمران اور نساء سے آگے نہیں بڑھتے تھے (گویا انھیں تین سورتوں تک پہنچتے پہنچتے رات آخر ہو جاتی تھی) جب کسی بشارت کی آیت پر پہنچتے تو خدا سے دعا مانگتے اور جب کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو پناہ مانگتے۔ (14)

مناسب وقت کا انتظار / موقع کی مناسبت

دعوت دین کے ہر کارکن کو اپنے گرد وپیش کا پوری ہوشیاری اور مستعدی سے جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ دعوت کی تخم ریزی کیلئے جیسے ہی کوئی مناسب موقع ہاتھ آئے وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی بہترین مثال ہمیں حضرت یوسفؑ کی سیرت میں ملتی ہے قرآن مجید میں ہے:

''اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی جیل میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا: میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے چڑیاں کھا رہی ہیں۔ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتایئے۔ ہم آپ کو خوب کاروں میں سے سمجھتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو کھانا تمہیں ملتا ہے وہ آئے گا نہیں کہ میں اس کے آنے سے پہلے پہلے تمھیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ میں نے ان لوگوں کے مذھب کو چھوڑا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت سے یہی لوگ منکر ہیں اور میں نے اپنے بزرگوں، ابراھیم، اسحاق اور یعقوب کے مذھب کی پیروی کی۔ ہمیں حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھرائیں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ اے

---

(14) المسند، حدیث السیدۃ عائشہؓ، ح: ۲۴۳۵۴، ۱۲۱/۷

Marfat.com

میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سے رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ ہی سب پر حاوی و غالب؟ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے انکی کوئی دلیل نہیں اتاری ۔ اختیار اور اقتدار صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو یہی دین قیم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلانے کی خدمت انجام دے گا۔ رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے، اس امر کا فیصلہ ہوا جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے''(15)

اس پورے واقعہ میں داعی حق کیلئے جو نقطہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ دونوں آدمی محسوس کرتے ہیں کہ اپنے کردار و اوصاف کی بنا پر حضرت یوسفؑ ہی ایسے فرد ہیں جن کی طرف وہ اپنی غرض کیلئے رجوع کر سکتے ہیں تو حضرت یوسفؑ اس موقع پر یہ نہیں کرتے کہ ان پر اپنی بزرگی کا رعب جمانے کی کوشش کریں، بلکہ وہ ان کے اس التفات کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے سامنے فوراً دعوت حق پیش فرماتے ہیں اور اس کے لیے انھوں نے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ گویا بات سے بات چل نکلی ہے نہ کہ قصداً ایک بات کہنے کیلئے موقع پیدا کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے بھی دعوت و تبلیغ کیلئے بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا۔ سیرت صحابہ سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت شداد بن اوسؓ ایک مریض کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، مریض سے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ حضرت شدادؓ نے دیکھا کہ زمین ہموار ہے اور مریض بیماری کے باوجود اللہ کی رضا پر راضی ہے تو فوراً گویا ہوئے:

(15) سورۃ یوسف ۱۲: ۳۶۔۴۱

Marfat.com

"أبشر بكفارات السيئات و حط الخطايا" "میں تم کو مرض کے کفارۂ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں"

کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی شخص کو آزمائش میں مبتلا کروں اور وہ میری حمد کرے تو وہ گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔ (16)

حضرت طلیبؓ بن عمیر خفیہ دعوت کے مرحلے میں دار ارقم میں ایمان لائے، جب دولت ایمان سے مستفید ہو چکے تو اپنی والدہ ارویؓ بنت عبد المطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کر لی ہے تو ان کی والدہ کہنے لگیں اپنے ماموں زاد بھائی کی امداد واعانت کرنا بڑی اچھی بات اور ایک حق کی ادائیگی ہے، اگر ہم عورتوں میں مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتیں اور ہر مدافعت میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتیں۔ (17) حضرت طلیبؓ بن عمیر نے دیکھا کہ والدہ اسلام کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہیں اور اسلام کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے فوراً کہا:

ايمنعک ان تسلمی و تتبعيه ، فقد اسلم اخوک حمزةؓ؟ فقالت: انتظر ما يصنع أخواتی ، ثم اكون إحداهن قال : فقلت : فانی اسألک بالله الا أتيته وسلمت عليه وصدّقته ، وشهدت ان لا اله الا الله ، قالت : فانی اشهد ان لا اله الا الله ، واشهد ان محمداً رسول الله ﷺ ، ثم كانت تعضد النبی ﷺ بلسانها وتحض ابنها علی نصر ته و القيام بامره (18)

"آپ کو اسلام لانے اور آپ ﷺ کا اتباع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ جبکہ آپ کے بھائی حمزہؓ بھی اسلام لا چکے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: میں یہ انتظار کر رہی ہوں کہ میری بہنیں

---

(16) المسند، حدیث شدادؓ بن اوس، ح: ۱۶۶۶۹، ۱۰۴/۵

(17) الاستیعاب، تذکرہ طلیبؓ بن عمیر، ۷۷۲/۲۔۷۷۳

(18) ایضاً، تذکرہ ارویؓ بن عبد المطلب، ۱۷۷۸/۴

Marfat.com

کیا کرتی ہیں، میں اپنی بہنوں سے باہر نہیں، حضرت طلیبؓ نے عرض کیا: اماں جان! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو سلام کریں آپ کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ حضرت اروئ نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد یہ (اپنے بڑھاپے کے باعث) رسول اللہ ﷺ کے کام میں اپنی زبان کے ذریعے مدد کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی مدد کرنے اور آپ ﷺ کے مقاصد کو پورا کرنے پر ابھارا کرتیں تھیں"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جمع تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے علی الاعلان دعوتِ اسلام کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے منع فرمایا لیکن پھر ابو بکرؓ کے اصرار پر اجازت دے دی، چنانچہ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بیت اللہ میں تشریف لے گئے ابو بکرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی، چنانچہ مشرکین مکہ ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور آپؓ کو خوب مارا، حتیٰ کہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آپؓ کے قبیلہ بنو تیم کے لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے، ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا: رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا کہ حضور ﷺ خیریت سے ہیں، آپؓ دارارقم میں حاضر ہوئے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ لیا مطمئن نہ ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ ! هذه أمي وأنت مبارك فادع لها وادعها الى الاسلام لعل الله ان يستنقذ ها بك من النار فدعا لها رسول الله ﷺ ودعا ها الى الله فاسلمت(19)

"اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میری والدہ محترمہ ہیں، آپ ﷺ ان کیلئے دعا کیجئے اور ان کو اسلام کی طرف بلائیں شائد کہ اللہ آپ کے ذریعہ سے ان کو جہنم سے بچالے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام قبول کرلیا"۔

حضرت ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ ان کی والدہ پر دن بھر کے واقعات کا ایک

---

(19) اسد الغابہ، تذکرہ ام خیرؓ بنت صخر، ۵/۵۸۰ الاصابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر، ۴/۴۴۷

Marfat.com

خاص اثر ہے اور ان کے دل میں اپنے بیٹے اور اس کے مقاصد کیلئے ہمدردی کے آثار موجود ہیں تو انھوں نے ایک سچے داعی کی طرح موقع مناسب سمجھتے ہوئے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔

ایک آدمی نے ابن عباسؓ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: نہیں جو چاہے غسل کرے اور پھر فرمایا کہ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ غسل جمعہ کی ابتداء کیسے ہوئی، دراصل عہد رسالت میں لوگ غریب اور محتاج تھے، وہ اون کے کپڑے پہنتے تھے، دن بھر کھیتوں میں کام کرنے کی وجہ سے پسینہ آتا، جس سے کپڑوں کی بدبو مزید بڑھ جاتی، جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا:

يا ايها الناس ! اذجئتم الجمعة فاغتسلوا، وليمس احدكم من اطيب طيب ان كان عنده (20)	”اے لوگو! جب تم جمعہ کیلئے آؤ تو غسل کرلیا کرو، اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو مل لیا کرے“

ابن عباسؓ اگر چاہتے تو سائل کو صرف یہ کہہ کر رخصت کرسکتے تھے کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے یا نہیں؟ لیکن انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سائل کو غسل جمعہ کے پورے پس منظر اور تفصیل سے آگاہ کردیا۔

اگرچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا ایک مستقل حلقۂ درس موجود تھا تاہم وہ جہاں لوگوں کو جمع دیکھتے یا جہاں موقع کی مناسبت سے کچھ کہنے کی ضرورت ہوتی فوراً لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعریؓ اصفہان کی مہم سے واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک جگہ پڑاؤ کیا، لوگوں کا کافی مجمع تھا موقع مناسب جانتے ہوئے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جو ہم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی۔ لوگوں نے کہا: اللہ آپؓ پر رحم کرے ضرور سنایئے، بولے: رسول اللہ نے فرمایا: قیامت کے قریب ”ہرج“ زیادہ ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل اور جھوٹ، لوگوں نے عرض کیا: اس

---

(20) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۴۱۵، ۱/۴۴۳

سے بھی زیادہ قتل ہوگا جتنا ہم لوگ کرتے ہیں؟ فرمایا اس سے مقصد کفار کا قتل نہیں بلکہ باہمی خونریزی ہے، حتی کہ پڑوسی پڑوسی کو بھائی بھائی کو بھتیجا چچا کو اور چچا بھتیجے کو قتل کرے گا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ کیا عقل و ہوش رکھتے ہوئے؟ فرمایا: عقل و ہوش کہاں؟ عقل و ہوش تو اس زمانہ میں باقی نہ رہے گا، حتی کہ آدمی خیال کرے گا کہ وہ کسی حق بات پر ہے لیکن درحقیقت وہ کسی حق بات پر نہ ہوگا''۔(21)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لوگوں کو یہ خطبہ اس وقت دیا جب وہ لوگ گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ جہاں میدان جہاد کی نسبت ان برائیوں میں مبتلاء ہونے کے امکانات کئی گنا زیادہ تھے، اس لیے آپؓ نے ایک مناسب موقع پر ضروری تعلیم دینا لازمی سمجھا، تاکہ لوگ ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوں اور زبان رسالت سے نکلنے والی وعید کے مستحق نہ بن جائیں۔

ایک دفعہ حضرت ابودرداءؓ دمشق کی جامع مسجد، جہاں آپ کا حلقہ درس قائم تھا، میں اپنے ہاتھ سے شجرکاری کررہے تھے اسی دوران ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا آپؓ کو دیکھ کر بڑے تعجب سے کہنے لگا: آپؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہوکر ایسا معمولی کام اپنے ہاتھ سے کررہے ہیں؟ حضرت ابودرداءؓ نے اس کی حیرت زائل کرتے ہوئے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من غرس غرساً لم یأکل منه آدمی ولا خلق من خلق الله الا کان له صدقة(22) ''جس کسی نے کوئی پودا لگایا اور اس میں سے اگر کسی آدمی یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق نے کھایا تو وہ اس کیلئے صدقہ ہے''

حضرت عائشہؓ موسم حج میں منیٰ میں خیمہ زن تھیں۔ لوگ ملاقات کو آرہے تھے چند قریشی نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ہنستے ہوئے آرہے ہیں، آپؓ نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ ایک صاحب خیمہ کی ڈوری میں الجھ کر ایسے گرے کہ ان کی آنکھ چلی جاتی یا گردن ٹوٹ جاتی، ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آگئی فرمایا: مت ہنسو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

---

(21) المسند، حدیث ابوموسیٰ الاشعریؓ، ح:۱۹۱۳۹، ۵/۴۵۴

(22) المسند، حدیث ابودرداءؓ، ح:۲۶۹۶۰، ۷/۵۹۸

Marfat.com

ما من مسلم یشاك شو كةً فما فوقها، الا كتبت له بها درجة و محيت عنه بها خطیئة(23) ''کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے معمولی مصیبت آئے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے''

تالیف قلب

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل ہے، اور اسی کی بدولت انسانی شخصیت انقلاب سے دوچار ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الا و ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب (24) آگاہ رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے

گویا انسانی جذبات کا مرکز دل ہے اور جب داعی دل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ یقینی طور پر مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے کئی شدید ترین دشمنوں کو محض تالیف قلب کی بنا پر حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔ ☆

صحابہ کرامؓ نے بھی کئی لوگوں کو محض تالیف قلب کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے مائل بہ اسلام کیا چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک صحابی، جو پانی کے ایک چشمے کے مالک تھے، نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کہا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کو سو اونٹ دیے جائیں گے۔ چنانچہ قوم ان کی ترغیب

---

(23) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المومن فیما یصیب، ح:۶۵۶۱، ص:۱۱۲۷

(24) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ح:۵۲، ص:۱۲

Marfat.com

اور تالیف قلب سے مسلمان ہوگئی تو انھوں نے ان میں سو اونٹ تقسیم کر دیے۔ (25)

مدعو کی تعریف وتحریک / حوصلہ افزائی

دعوت کے ہر کارکن کی حیثیت ایک مہربان استاد اور مربی کی سی ہونی چاہیے۔ داعی کا اپنے مخاطبین سے ایسا رویہ جس میں اپنائیت، محبت اور حوصلہ افزائی کا رنگ نمایاں ہو دعوت کی کامیابی میں اولین پتھر کا کام دے سکتا ہے۔ بسا اوقات مدعو کی تعریف وتوصیف اور مناسب حوصلہ افزائی اس کو داعی کے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ اس کے بعد دعوت کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں اس اسلوب کو بھی استعمال کیا، چنانچہ جب لوگ دور دراز سے صحابہ کرامؓ کی خدمت میں طلبِ علم اور مسائلِ دینیہ کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آتے تو وہ نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے۔ ابو ہارون کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابو سعید الخدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؓ یہ کہتے ہوئے ہمارا استقبال کرتے:

---

(25) سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی العرافۃ، ح: ۲۹۳۴، ص: ۴۲۷

☆ غزوۂ حنین میں ملنے والے مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ نے روساء مکہ میں ان کی تالیف قلب کی خاطر تقسیم کر دیا، چنانچہ مکہ کے کئی سرداروں نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا، پھر حق کے خلاف ان کی گردنیں کبھی نہ اٹھ سکیں۔ صفوان بن امیہ جو اسلام کے اور خود رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، کہتے ہیں:

والله لقد اعطانى رسول الله ﷺ ما اعطانى، وانه لا بغض الىّ فما برح يعطينى حتىٰ انه لاحبّ الناس الىّ (i)

"قسم بخدا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں جبکہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو گئے"۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرما دیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جا کر کہا:

يا قوم اسلموا فان محمدا ﷺ يعطى عطاء لا يخشى الفاقة (ii)

"اے قوم! اسلام قبول کر لو، محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر وافلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا"

(i) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخاۂ ﷺ، ح: ۶۰۲۲، ص: ۱۰۲۲ (ii) ایضاً، ح: ۶۰۲۰، ص: ۱۰۲۱

Marfat.com

مرحباً بوصیة رسول الله ﷺ ان النبی ﷺ قال: ان الناس لکم تبعٌ وان رجالا یأتونکم من اقطار الارض یتفقّهون فی الدین واذا اتوکم فاستوصوا بهم خیرًا (26)

خوش آمدید! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس دنیا کے کونے کونے سے دین سیکھنے کے لیے لوگ آئیں گے، ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔

حسن بصری کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کو گئے، جب لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کا گھر بھر گیا تو انھوں نے خاکساری سے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا: ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ لیٹے ہوئے تھے ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا:

انه سیأتیکم اقوام من بعدی یطلبون العلم فرحبوا بهم وحیّوهم وعلّموهم (27)

میرے بعد عنقریب لوگ تمہارے پاس تحصیل علم کے لیے آئیں گے ان کو مرحبا کہنا، تحیت دینا اور علم سکھانا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس جب نوعمر اور جوان طلبا آتے تو آپؓ ان کو اپنے سے مانوس اور قریب کرنے کے لیے فرماتے:

مرحبا بوصیة رسول الله ﷺ! أمرنا رسول الله ﷺ ان نوسع لهم فی المجلس، ونفقّهُهم الحدیث، فانکم خلوفنا والمحدثون بعدنا، وکان مما یقول للحدث: اذا انت لم تفهم الشیٔ استفهمنیه! فانك ان تقوم وقد فهمته احب الیّ من ان تقوم ولم تفهمه (28)

خوش آمدید ہو! ان لوگوں کو جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی، کہ ہم ان کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو حدیث سمجھائیں، کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد ہمارے نائب اور دوسروں کو احادیث سنانے والے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بات سمجھ نہ آئے مجھ سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اٹھ جاؤ۔

---

(26) جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم، ح: ۲۶۵۰، ص: ۶۰۱

سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب الوصاۃ بطلبہ العلم، ح: ۲۴۹، ص: ۳۸

(27) سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب الوصاۃ بطلبۃ العلم، ح: ۲۴۸، ص: ۳۸

(28) کنز العمال، ۵/۲۴۳

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ درس قائم تھا لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی اتنے میں ایک آدمی مجلس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، لوگوں نے اس کو روکنا چاہا لیکن آپؓ نے کمال شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اس کو آنے دو۔ وہ آیا یہاں تک کہ آپؓ کے پاس بیٹھ گیا اور بولا:

أخبرني لشيء حفظته من رسول الله ﷺ، فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه(29) رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔

لوگ مختلف مسائل میں ازواجِ مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مسائل کے پوچھنے میں جھجک اور شرم مانع آتی تھی تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سائلین کی حوصلہ افزائی فرماتیں، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک مسئلہ کے دریافت کرنے میں حیا اور شرم مانع ہوئی تو آپؓ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

لا تستحي ان تسألني عما كنت سائلاً عنه امک التي ولدتک فانما انا امک (30) تو اس بات کو پوچھنے میں شرم مت کر! جو تو اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتا ہے، جس نے تجھے جنا ہے۔ میں بھی تو تیری ماں ہوں۔

دعوت میں ایجاز واختصار

دعوت وتبلیغ کو مؤثر بنانے کے لیے مضامین دعوت کا واضح، دوٹوک اور مختصر ہونا بھی ایک بہترین اسلوب ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دعوتی وتبلیغی خطبات میں فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ ایجاز واختصار کی جھلک بڑی نمایاں ہوتی تھی۔ ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے ہمیں فصیح وبلیغ خطبہ دیا۔ لوگوں نے

---

(29) المسند، مسند عبداللہ بن عمروؓ، ح: ۶۷۶۷، ۳۹۶/۲

(30) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل......، ح: ۷۸۵، ص: ۱۵۳

آپ کے بیان کی خوب تعریف کی ،لیکن آپ کا بیان اس قدر مختصر تھا کہ لوگوں نے خواہش کی کہ کاش آپ مزید بیان فرماتے ؟ تو آپؓ نے فرمایا:

انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ان طول صلاۃ الرجل وقصر خطبته ہے: نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا مئنة من فقهه فأطيلوا الصلوة انسان کی سمجھ کی علامت ہے، پس تم واقصروا الخطبة(31) نماز کو لمبا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو۔

صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں ایجاز واختصار کے اسلوب کو نہ صرف خود اختیار فرمایا بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کی کہ وہ وعظ ونصیحت کو مختصر رکھیں۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کے ہمراہ خطبہ حج کے لیے روانہ ہوا۔ ابن عمرؓ کے صاحبزادے سالم بن عبداللہؒ بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے حجاج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر آج تم سنت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو مختصر خطبہ دینا اور نماز جلدی پڑھانا، حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا کہ اس بارے میں وہ کیا فرماتے ہیں، ابن عمرؓ نے یہ بات دیکھی تو فرمایا: سالم نے ٹھیک کہا ہے(32)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان اور خطبہ بڑا مختصر، جامع اور پر اثر ہوتا تھا۔ حضرت ابوالدرداؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ نے بیان فرمایا اور دونوں حضرات نے اپنے بیان کو مختصر رکھا، ان کے بعد عبداللہؓ بن مسعود کو حکم ہوا کہ کچھ بیان کریں۔ حکم کی تعمیل میں کھڑے ہوئے اور حمد وسلام کے بعد فرمایا:

ایھاالناس! ان اللہ ربنا وان الاسلام دیننا وان ھذا نبینا۔ وأوما بیده الی النبی ﷺ۔ رضینا مارضی اللہ لنا ورسوله والسلام علیکم

اے لوگو! اللہ ہمارا رب اور اسلام ہمارا دین ہے اور آپ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوش ہوں اس

---

(31) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ، ح:۲۰۰۹، ص:۳۴۸۔۳۴۹

المسند، حدیث عمار بن یاسرؓ، ح:۱۷۸۵۳، ۳۲۶/۵

(32) الموطأ، کتاب الحج، باب الصلوۃ فی البیت وقصر الصلوۃ وتعجیل الخطبہ بعرفۃ، ح:۲۲۳، ص:۲۶۶

Marfat.com

سے ہم بھی خوش ہیں، اور تم پر سلامتی ہو۔

اس کے بعد عبد اللہ بن مسعودؓ بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مختصر مگر جامع بیان کی بہت تعریف وتحسین فرمائی اور فرمایا: ''ابن ام عبد نے سچ کہا''۔ (33)

مخاطب کی زبان میں گفتگو

ابلاغ اور تفہیم کے لیے زبان ولسان کی اہمیت مسلم ہے۔ دعوت وتبلیغ میں تاثیر اور قوت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے، جب پیغام کی زبان آسان، نرم اور قابل فہم ہو، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ داعی مدعو کی زبان سے بھی واقفیت رکھتا ہو تو دعوت کا کام مزید آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ ہم زبانی سے انسیت میں اضافہ ہوتا ہے، اجنبیت دور ہوتی ہے اور گفتگو کا مقصد آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس اسلوب کو اختیار فرمایا۔ عرب اگر چہ عربی زبان ہی بولتے تھے لیکن ان کے مختلف قبائل اور علاقوں میں لہجوں کا اختلاف پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے قبائل سے وفود آتے اور اسلام قبول کرتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ان ہی کی زبان اور لہجے میں گفتگو فرماتے۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند سے کعب بن عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا:

عن عاصم الاشعریؓ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لیس من امبر امصیام فی امسفر، اراد لیس من البر الصیام فی السفر (34)

اشعریوں کی لغت میں لام کو میم سے تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لہجہ کو چھوڑ کر مخاطب کے لہجہ کو اختیار فرمایا۔ بلاشبہ اس سے مدعو پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اپنائیت اور قربت پیدا ہوتی ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، تا کہ یہود سے انھیں کی زبان میں گفتگو کی جا سکے اور انھیں کی زبان میں ان کے خطوط کا جواب دیا جا سکے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے:

---

(33) تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ عبد اللہؓ بن مسعود، ۱/۱۵ (34) خطیب بغدادی، ''کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ''، ص:۱۸۳، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، 1357ھ

Marfat.com

فتعلّمت کتابهم مامرت بی خمس عشرة لیلة حتی حذقته، وکنت اقرأ له کتبهم اذا کتبوا الیه، واجیب عنه اذا کتب (35)

ایک ایرانی عورت حضرت ابوھریرہؓ کی خدمت میں استغاثہ لے کر آئی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب مجھ سے میرا بیٹا بھی چھیننا چاہتا ہے اس عورت نے یہ ساری گفتگو فارسی زبان میں کی اور ابوہریرہؓ نے بھی اس سے اسی زبان میں گفتگو کی اور پھر آپؓ نے بچہ عورت کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ (36)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے دوسری قوموں کی زبانیں صرف اس غرض سے سیکھ رکھی تھیں تاکہ مخاطب سے براہ راست تبادلۂ خیال کر کے اس کے مسائل کا حل کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کے بعض اجزا کا ترجمہ بھی دوسری زبانوں میں کیا تاکہ عربی زبان سے ناواقف لوگ اسلام کی حقیقی روح اور تعلیمات سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

روی ان الفرس کتبوا الی سلمانؓ ان یکتب لهم الفاتحة بالفارسية، فکانوا يقرؤن ذالک فی الصلوة حتیٰ لانت السنتهم للعربية (37)

بیان کیا جاتا ہے کہ بعض نومسلم ایرانیوں نے حضرت سلمانؓ کی خدمت میں لکھا کہ ان کے لیے سورۃ الفاتحہ کو فارسی میں نقل کر دیا جائے، چنانچہ وہ لوگ (اسی ترجمہ کو) نماز میں پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ عربی سیکھ گئے۔

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور بڑے فقیہہ نے اپنی کتاب ''النهاية

---

(35) المسند، حدیث زیدؓ بن ثابت، ح: ۲۳۸/۶،۱۱۰۸،

اسد الغابہ، تذکرہ زیدؓ بن ثابت

(36) سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، ح: ۲۲۷۷، ص: ۳۳۰

(37) سرخسی، شمس الدین، ''المبسوط''، کتاب الصلوۃ، ۳۷/۱، دار المعرفۃ، بیروت، 1978ء

محمد بن حسن الشیبانی، ''کتاب الاصل''، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ وما یصنع الامام، ۱۶/۱

Marfat.com

حاشیۃ الھدایۃ'' میں مزید تفصیل درج کی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے یہ کام انجام دیا اور ان کے ترجمے کا ایک جز بھی نقل کیا ہے، ''بنام خداوند بخشایندہ مہربان'' (38) یہ بسم اللہ کا ترجمہ ہے۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے نبوی سفراء کا معجزانہ طور پر انھیں قوموں کی زبان میں گفتگو کرنے لگ جانا بھی دعوت و تبلیغ میں زبان کی یکسانیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ (39)

حضرت عمر فاروقؓ بھی دعوت و تبلیغ میں زبان و بیان کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو محاربات عراق و ایران کے دوران اسلامی لشکر کا داعی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سلیمان فارسیؓ نے ہمیشہ بڑی حکمت، دانائی اور دلسوزی کے ساتھ دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا اور انھوں نے مقبوضہ علاقوں میں فارسی نژاد ہونے کی وجہ سے نومسلموں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ موالیوں اور نومسلموں میں انھیں اس قدر مقبولیت حاصل تھی کہ وہ لوگ انھیں اپنا ہیرو اور بطلِ جلیل تصور کرتے تھے۔

قصص

مخاطب کو دعوت کی طرف متوجہ کرنے کیلئے قصوں اور کہانیوں کی زبان میں بات کرنا انسانی نفسیات کا ایک عمدہ اسلوب ہے کیونکہ قصوں اور کہانیوں کے پیرائے میں اگر بات کی جائے تو مخاطب واقعات کا تسلسل جاننے کیلئے ہمہ وقت داعی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لیے تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ میں قصوں اور کہانیوں کا استعمال دور قدیم سے ہی تمام معاشروں میں ایک معروف چیز رہی ہے، کیونکہ انسان قصہ اور کہانی کی زبان سے جو کچھ سنتا ہے اس سے اثر لیتا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی لوگوں کی اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتی ہے اور ان سے متاثر ہوتی ہے قصص کو بطور ذریعہ تربیت اختیار کیا ہے۔ قرآن حکیم نے انتہائی اختصار کے

---

(38) حمید اللہ، ڈاکٹر، ''صحیفہ ہمام بن منبہ''، ناشر رشید اللہ یعقوب، کلفٹن، کراچی، ص ۱۹۳، ۱۹۹۸ء

(39) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک..... ۲۵۸/۱

Marfat.com

ساتھ قصوں کی دعوتی و تربیتی تاثیر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ(40) "بے شک ان قصوں میں اہل فہم کیلئے بڑی عبرت ہے"

رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی دعوت و تبلیغ میں سابقہ اقوام کے واقعات کو حوالے کے طور پر استعمال کر کے بہت سی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کروائیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے وعظ فرمایا:

"ایک شخص جس کے نامۂ اعمال میں توحید کے سوا اور کوئی نیکی نہ تھی مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر اور چکی میں پیس کر سمندر میں ڈال دینا۔ لوگوں نے اس کی وصیت پوری کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح سے سوال کیا: تو نے اپنی لاش کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ کہنے لگا: اے اللہ! تیرے خوف اور ڈر سے۔ اس جواب پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور وہ شخص بخش دیا گیا"۔ (41)

اس تمثیلی قصے کو بیان کرنے سے عبداللہؓ بن مسعود کا مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ تمام اعمال حسنہ کی روح دراصل خشیتِ الٰہی ہی ہے۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ان کی زوجہ محترمہ فوت ہوگئیں تو محمدؒ بن کعب قرظی تعزیت کیلئے تشریف لائے اور کہا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو فقیہ، عالم، عابد اور مجتہد تھا۔ اسکی ایک بیوی تھی جس کے ساتھ اسے غایت درجہ محبت تھی وہ فوت ہو گئی تو اس آدمی کو بڑا دھچکا لگا اور شدت ملال کے باعث وہ گھر میں بیٹھ گیا، دروازہ بند کر لیا اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اب اس کے پاس کوئی نہیں آ سکتا تھا۔

ایک عورت نے جب یہ بات سنی تو اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے ان سے ایک حاجت ہے جس کے سلسلے میں ان سے میں نے فتویٰ لینا ہے، بالمشافہ پوچھے بغیر بات نہیں بن پڑے گی۔ لوگ تو چلے گئے لیکن وہ عورت دروازے پر جام ہوگئی اور کہا

---

(40) یوسف،۱۲:۱۱۱ (41) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح:۳۷۷۶، ۱/۶۵۸

Marfat.com

کہ مجھے اس کے سوا چارہ نہیں، کسی نے اس عالم سے کہا کہ یہاں ایک عورت ہے جو آپ سے کوئی فتویٰ لینا چاہتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ میں بالمشافہ پوچھوں گی اور لوگ جا چکے ہیں، لیکن وہ دروازہ سے نہیں ٹلتی۔ کہا کہ اسے اندر آنے دو۔ وہ اندر آ گئی اور اس نے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئی ہوں۔ کہا: وہ کیا ہے؟ عورت نے کہا: میں نے اپنی ہمسائی سے کچھ زیور ادھار لیے تھے میں انھیں پہنتی رہی اور مدتوں ادھار دیتی رہی۔ اب اس گھر والوں نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ زیور انھیں لوٹا دوں تو کیا میں ان کی طرف لوٹا دوں؟ کہا: اللہ کی قسم ضرور۔ عورت نے کہا: میرے پاس تو اس زیور کو مدت گذر گئی پھر واپسی کیسی؟ کہا کہ اس صورت میں تو واپس لوٹانے کا اور زیادہ حق ہو گیا کہ اتنی مدت ادھار دیئے رکھا۔ عورت گویا ہوئی کہ حضور والا! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کیا آپ اس چیز پر افسوس کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادھار دی، پھر واپس لے لی، کیا وہ اس کا آپ سے زیادہ حقدار نہیں؟ اس بات نے عالم کی آنکھیں کھول دیں اور اس کی بات سے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ پہنچایا۔ (42)

تشبیہ و تمثیل سے وضاحت

استعارہ، تشبیہ اور تمثیل فصیح و بلیغ کلام کا لازمی عنصر ہیں، جو کلام کا زیب و زینت اور زیور شمار کئے جاتے ہیں، ان کی وجہ سے مفہوم و معنیٰ قریب الفہم ہو جاتا ہے، نازک تشبیہ و تمثیل اور لطیف استعارے سے کلام میں جو زور، قوت اور وسعت پیدا ہوتی ہے وہ کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں۔ تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں ہر مکتبہ فکر اور مختلف رجحانات و خیالات کے افراد سے واسطہ پڑتا ہے، جس میں خواندہ و ناخواندہ، حضروی و بدوی ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، چنانچہ داعی کو ہر ایک کی تفہیم کیلئے اس کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرنا پڑتی ہے، جس سے وہ بات سمجھ جائے اور پیغام کی طرف متوجہ ہو۔ صحابہ کرامؓ دعوت و تبلیغ اور لوگوں کی تربیت میں اس اسلوب کو اختیار کرتے تھے۔ امثال اور تشبیہات ان مجرد معانی کے ادراک میں بہت معاون

(42) الموطأ، کتاب الجنائز، باب جامع الحسبة فی المصیبة، ح: ۳،۲۷ ص: ۱۶۷

Marfat.com

ہوتی ہیں جن کا موجودہ صورت میں سمجھنا دشوار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام مخفی اور معنوی امور کو محسوسات سے تشبیہہ دے کر سمجھاتے تھے۔

یہ ایسا اسلوبِ دعوت ہے جس میں مشکل ترین بات کو بھی عام فہم چیز کی مثال دے کر آسانی سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی اسی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے مشکل اور پیچیدہ خیالات کو معمولی چیزوں کے ساتھ تشبیہہ دے کر نہایت عمدگی کے ساتھ سمجھایا ہے۔ مثلاً قرآن مجید نے کلمۂ طیبہ کی مثال ایک عمدہ اور اعلیٰ نسل کے درخت سے دی ہے، جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی ہیں۔ (43) اسی طرح کلمۂ خبیثہ کی مثال بد ذات درخت سے دی گئی ہے جو بیکار سمجھ کر زمین سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے۔ (44)

یہ دعوت کا ایسا اسلوب ہے جس سے معمولی فہم و فراست رکھنے والا انسان بھی مشکل مسائل کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ زید بن اسلم نے عبداللہ بن ارقمؓ سے کہا: مجھے صدقہ کے اونٹوں میں سے سواری کا ایک اونٹ بتایئے تاکہ میں امیر المؤمنین سے سواری کیلئے مانگ لوں عبداللہ بن ارقمؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ایک موٹا آدمی گرمی کے دنوں میں اپنے تہبند کے نیچے کی جگہ اور چڈے دھو کر تمھیں دے تو کیا تم وہ پانی پی لو گے؟''

زید بن اسلم ناراض ہو کر کہنے لگے: اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ مجھ سے کتنی نامناسب بات کہہ رہے ہیں، عبداللہ بن ارقمؓ نے کہا: صدقہ لوگوں کا میل ہے جس سے وہ اپنے آپ کو دھوتے ہیں''۔ (45)

اس مثال سے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کا مقصد مخاطب کے دل میں مالِ زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں نفرت پیدا کرنا تھا، کیونکہ جو شخص مالِ زکوٰۃ اور صدقات کا حقدار نہ ہو یا اشد ضرورت کے بغیر ہی اس کو حاصل کرنے کا متمنی ہو تو ایسے شخص کیلئے یہ مال گویا گندگی اور قابل نفرت چیز ہے۔

---

(43) ابراہیم، ۱۴: ۲۴ (44) ابراہیم ۱۴: ۲۶

(45) الموطا، کتاب الصدقۃ، باب ما یکرہ من الصدقۃ، ح: ۹۵۳، ص: ۶۱۳

Marfat.com

معدان بن ابی طلحہ الیعمر ی کا بیان ہے: ایک دفعہ حضرت ابو الدرداءؓ نے مجھ سے پوچھا: تمھارا مکان کہاں ہے؟ میں نے کہا: حمص کے قریب ایک گاؤں میں ہے۔ فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس جگہ اذان اور باجماعت نماز نہ ہوتی ہو وہاں شیطان داخل ہو جاتا ہے اور پھر ان کو تنبیہ کے انداز میں ارشاد فرمایا:

علیک بالجماعة فانما "تم جماعت کے ساتھ (شہر میں) نماز پڑھا کرو بے شک **یأکل الذئب القاصية(46)** بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے"

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" یا ایها الناس! اتقوا هذا الشرك "اے لوگو! شرک سے بچو، بے شک یہ فانه اخفى من دبيب النمل"(47) چیونٹی کی چال سے زیادہ غیر محسوس ہے"۔

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو درداءؓ کو خط لکھا تو اس میں علم اور عالم کی عظمت کو تمثیلی اسلوب کے ذریعہ بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا، آپ کے تحریر کردہ خط کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> "علم ایک چشمہ ہے جس پر لوگ آتے ہیں اور اس سے نالیاں نکالتے ہیں اور اللہ اس سے بہتوں کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن اگر حکمت خاموش ہو تو وہ جسم بے روح ہے، اگر علم لٹایا نہ جائے تو وہ مدفون خزانہ ہے۔ عالم کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تاریک راستے میں چراغ دکھاتا ہے تاکہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں اور اس کو دعا دیں" (48)

سوال و جواب / باہمی گفتگو

مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کرنے اور اس کو ذہن نشین کرانے کیلئے ایک

(46) المسند، حدیث ابی الدرداءؓ، ح: ۲۶۹۶۸، ۷/۵۹۹

(47) المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ، ح: ۱۹۱۰۹، ۵/۵۴۹

(48) سنن الدارمی، المقدمۃ، باب البلاغ رسول اللہ ﷺ وتعلیم السنن، ح: ۵۶۳، ۱/۱۴۵-۱۴۶

Marfat.com

مؤثر ذریعہ اور اسلوب باہمی گفتگو اور بات چیت کا بھی ہے، مکالمانہ انداز اور سوال و جواب کا اسلوب مخاطب کے ذہن و فکر کو متوجہ کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ واعظانہ اسلوبِ دعوت کے مقابلہ میں یہ اسلوب اثر انگیزی میں اس سے کہیں بڑھ کر ہے، کیونکہ اس صورت میں متکلم اور سامع کے درمیان براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور حقائق کو ہلکے پھلکے انداز میں مخاطب کے ذہن میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ فروغِ دعوت کیلئے سوال و جواب اور باہمی گفتگو کا اسلوب بہت مؤثر ہے بالخصوص اگر وہ سوال اور بحث کسی پوشیدہ حقیقت کی نقاب کشائی کیلئے ہو تو اس سے نہ صرف سائل بلکہ دوسرے لوگ بھی گمراہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے مثبت اور تعمیری سوالات کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو پورے علمی اور تحقیقی انداز میں جوابات مرحمت فرمائے۔

عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: کیا آپؓ نے غور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''بے شک صفا اور مروہ، اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے''۔ لہٰذا آدمی پر کچھ نہیں ہے جبکہ وہ دونوں کا طواف نہ کرے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اگر بات یہی ہوتی جو تم کہہ رہے ہو تو حکم یوں ہوتا۔ ''فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِھِمَا'' یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مناۃ کیلئے حج کرتے تھے اور مناۃ نامی بت قدید کے بالمقابل تھا اور وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کو برا سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے''۔ (49)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے ابو عبدالرحمٰنؓ! میں

---

(49) الموطأ، کتاب الحج، باب جامع السعی، ح:۴۰۲، ص:۲۵۱

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ، ح:۴۴۹۵، ص:۷۶۴

Marfat.com

نے ایک آدمی کو قرض دیا ہے اور اس سے شرط کی ہے کہ اس سے بہتر چیز لوں گا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: یہ تو سود ہے، کہا: اے ابوعبدالرحمٰنؒ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: قرض تین طرح کا ہے، ایک وہ قرض جو رضائے الٰہی کیلئے ہے، دوسرا وہ کہ دوست کی مدد کی جائے تو یہ دوست کی مدد ہے، تیسرا وہ ہے کہ پاک مال کے بدلے ناپاک مال لے اور یہ سود ہے۔ کہا اے ابوعبدالرحمٰنؒ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: میرے خیال میں دستاویز کو پھاڑ دو۔ اگر وہ تمھارے جیسی چیز دے تو قبول کر لینا۔ اگر گھٹا دے تب بھی لے لینا کہ تمھیں اجر ملے گا۔ اگر تمھاری چیز سے بہتر اپنی خوشی سے دے تو یہ اس نے تمھارا شکریہ ادا کیا اور تمھیں مہلت دینے کا اجر ملے گا۔ (50)

ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک شخص خراسان سے آیا اور عرض کی کہ ہمارا تعلق سرد علاقہ سے ہے۔ اور پھر اس نے شراب کی چند اقسام کا ذکر کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا:

اجتنب ما أسكر من زبيب أو تمر أو ما سوى ذالك ، قال : ما تقول فی نبيذ الجر ؟ قال : نهى رسول الله ﷺ عن نبيذ الجر (51)

”ہر نشہ آور چیز مثلاً منقہ اور کھجور وغیرہ سے بچو۔ آپ مشکیزے کی نبیذ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (روغنی) مشکیزے میں نبیذ بنانے سے منع کیا ہے“۔

علقمہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

”لعن الله الواشمات ، والمتوشمات ، والمتنمصات المتفلجات للحسنِ المغيّرات خلق الله“

---

(50) الموطأ، کتاب البیوع، باب مالا یجوز من السلف، ح:۲۴۷۷، ص:۴۲۰

(51) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۳۰۱۰، ۱/۳۷۷

Marfat.com

ام یعقوب نامی ایک عورت کو پتہ چلا تو آپؓ کے پاس آئی اور کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے یہ بات کہی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ میں لعنت فرمائی ہے۔ اس نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے میں نے یہ چیز اس میں نہیں پائی۔ آپؓ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن میں یہ پڑھا ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (52)

اللہ کے رسول ﷺ جو تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

اس نے کہا: ہاں، آپؓ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ کے اہل خانہ ایسا کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، وہ عورت گئی اور واپس آکر کہا: وہاں میں نے کچھ نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: اگر میری بیوی ایسا کرتی تو میں اسے اپنے پاس نہ رہنے دیتا۔ (53)

ابو الطفیل کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رمل کیا ہے اور یہ سنت ہے۔ بولے: انھوں نے سچ کہا اور جھوٹ کہا، ابو الطفیل نے عرض کیا: انھوں نے سچ کہا اور جھوٹ بھی، یہ کیسے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا:

قد رمل رسول اللهﷺ بالبيت وليس بسنة ، قدر مل رسول الله ﷺ واصحابه والمشركون على جبل قعيقعان ، فبلغه انهم يتحدّثون أن بهم هذلاً ، فأمر بهم أن يرملو اليريهم أن بهم قوة (54)

رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا رمل فرمایا جبکہ یہ سنت نہیں ہے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے بھی رمل کیا جبکہ مشرک قعیقعان پر تھے، پس رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ

---

(52) الحشر، ۵۹: ۷

(53) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۱۱۸، ۳۹۳۵، ۱/۱۵ ۷

(54) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۰۳۰، ۱/۳۸۰

Marfat.com

باتیں کررہے ہیں کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ رمل کریں تاکہ ان کو دکھایا جا سکے کہ مسلمان طاقتور ہیں۔

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے لعان کرنے والے میاں بیوی کے بارے میں سوال کیا کہ کیا ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں پھر لعان کی آیات کے شانِ نزول کو بیان فرمایا اور مسئلے کی تمام جزئیات کا تفصیلی جواب دیا۔ (55)

غلطی کرنے والے سے تبادلۂ خیال کی کوشش کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح اس کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ آدمی سیدھی راہ قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

مصر سے ایک آدمی حج کی نیت سے مکہ آیا۔ اس نے بیت اللہ میں ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ قریش کے لوگ ہیں۔ اس نے کہا: ان میں سب سے بزرگ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمرؓ۔ اس نے کہا: اے ابن عمرؓ میں تمھیں بیت اللہ کی عزت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ عثمانؓ بن عفان یوم احد میں بھاگ گئے تھے؟ ابن عمر نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: کیا آپؓ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر کے دن بھی غائب تھے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: آپ کو پتہ ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی غائب تھے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، تو مصری نے کہا: اللہ اکبر۔

ابن عمرؓ نے فرمایا: ذرا ادھر آؤ تاکہ میں ان چیزوں کی حقیقت بیان کر دوں جن کے بارے میں تو نے سوال کیا ہے، جہاں تک غزوہ احد میں حضرت عثمانؓ کے فرار ہونے کا تعلق ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وہ لغزش معاف کر چکا ہے، اور جہاں تک غزوہ بدر سے غائب ہونے والی بات ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی زوجیت میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ ان کیلئے بھی بدر میں حاضر ہونے والے آدمی

(55) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۴۹۸۹، ۲/ ۱۳۲

Marfat.com

جتنا حصہ اور اجر ہے۔ بیعت رضوان میں آپؓ اس وجہ سے شامل نہ تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اہل مکہ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا اور بیعت رضوان ان کے جانے کے بعد ہوئی تاہم رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر ان کی طرف سے بھی بیعت کی تھی اور فرمایا تھا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر ابن عمرؓ نے اس کو مطمئن کرنے کے بعد رخصت فرمایا۔ (56)

اس اسلوب دعوت کے اہم فوائد یہ ہیں:

☆ مکالمانہ انداز کی اثر انگیزی مسلم ہے اور اس پیرائے میں جو بات بھی کی جائے گی وہ ضرور اثر کرے گی اور تادیر سامع کے دل ودماغ پر اس کے اثرات قائم رہیں گے۔

☆ سوال وجواب کے اسلوب میں گفتگو کا سلسلہ عام طور پر اس وقت ختم ہوتا ہے جب حقائق مخاطب پر پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں اور اس بات کا امکان کم ہی ہوتا ہے کہ گفتگو طرفین کے اطمینان کے بغیر ختم ہو جائے، اس لیے عام طور پر مکالمے کے اختتام پر مخاطب پر حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہوتی ہے۔

☆ اس اسلوب میں داعی اور مخاطب دونوں کی توجہ اور انہماک پورے عروج پر ہوتا ہے، اس لیے اس کی اثر انگیزی تقریر وتحریر کے مقابلہ میں کہیں بڑھ کر ہے۔

☆ مکالمانہ انداز میں داعی کیلئے موقع ہوتا ہے کہ وہ غیر محسوس انداز میں اپنی دعوت کے دائرہ کو پھیلا کر مخاطب کو متاثر کرے۔

جذبۂ تجسس کا ابھارنا

مخاطب کے اندر جذبۂ تجسس کو ابھارنے کے لئے استفہام عربی زبان کا ایک خاص اسلوب ہے، جس کا مقصد محض استفسار اور کسی سے کوئی بات دریافت کرنا ہی نہیں ہوتا، بلکہ یہ مختلف اغراض ومقاصد کیلئے آتا ہے۔ یہ کبھی تنبیہ، استعجاب، اثبات، نفی اور امر وتاکید کیلئے بھی آتا ہے تو کبھی اقرار واستدلال، نیز کسی امر پر مزید غور وفکر کی دعوت دینے کے لئے بھی آتا ہے، جس کا پتہ سیاق وسباق، موقع اور قرینہ سے چلتا

(56) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۵۷۷۲، ۲/۱۰۱

ہے۔ استفہام کے اسلوب سے کلام میں زور وقوت پیدا ہوتا ہے، اس کی تاثیر اور جاذبیت بڑھ جاتی ہے اور کلام کی بلاغت و لطافت دو چند ہو جاتی ہے اور اس اسلوب کو اختیار کرنے سے سامع اور مخاطب ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی بعض اوقات مخاطب کی توجہ حاصل کرنے اور اس کے جذبہ تجسس کو ابھارنے کے لئے اس اسلوب کو اختیار کیا۔

ایک دفعہ حضرت ابو درداءؓ نے لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کرنے اور ان کے جذبہ تجسس کو ابھارنے کے لئے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

الا اخبرکم بخیر اعمالکم ، کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے
وارفعھا فی درجاتکم ، اعمال میں سب سے بہتر ہو، تمہارے درجات
وازکاھا عندملیککم ، **وخیر** میں سب سے بلند ہو، تمہارے مالک کے
لکم من اعطآءِ الذّھب پاس سب سے پاکیزہ ہو، تمہارے لیے سونا
والورقِ وخیر لکم من ان اور چاندی خیرات کرنے سے بہتر ہو اور تم
تلقوا عدوَّکم فتضربوا دشمنوں سے ٹکرا جاؤ اور ان کی گردنیں اتار دو یا
اعناقھم ویضربوا اعناقکم ، وہ تمہاری گردنیں اتار دیں، اس سے بھی بہتر
قالوا: بلیٰ . قال : ذکرُ اللہ ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں، فرمایا:
تعالیٰ(57) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

بسا اوقات صحابہ کرامؓ لوگوں کے اندر جذبۂ تجسس کو ابھارنے کیلئے دیگر انداز بھی اختیار کرتے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: ہاں میں تمھیں بتاتا ہوں اور پھر اس کے بعد قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر بیان کی۔ (58)

ابو یحییٰ مولیٰ ابنِ عقیل انصاری کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ ابنِ عباسؓ اپنے حلقۂ درس میں تشریف فرما تھے۔ آپؓ نے فرمایا: میں قرآن کی ایک ایسی آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ اس کے بارے میں مجھ سے آج تک کسی نے سوال نہیں کیا

---

(57) الموطأ، کتاب القرآن، باب ما جاء فی ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ، ح:۲۴۷، ص:۱۵۱
المسند، حدیث ابی الدرداءؓ، ح:۲۱۱۹۵، ۱/ ۲۵۲

(58) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۲۹۱۴، ۱/ ۵۲۲

Marfat.com

،اور مجھے نہیں معلوم کہ لوگ اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے نہیں پوچھا یا وہ اس آیت کو سمجھے ہی نہیں کہ اس کے بارے میں سوال کریں؟

اتنا کہہ کر ابنِ عباسؓ دوسری گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ ہم لوگوں نے ایک دوسرے کو ملامت کیا کہ ہم نے ان سے اس آیت کے بارے میں کیوں سوال نہ کیا؟ ابو یحییٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: جب وہ کل صبح دوبارہ تشریف لائیں تو میں سوال کروں گا، اور جب وہ اگلے دن صبح تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا اے ابنِ عباسؓ! آپؓ نے کل قرآن کی ایک ایسی آیت کا ذکر کیا تھا جس کے بارے میں آپؓ سے آج تک کسی نے سوال نہیں کیا، وہ کون سی آیت ہے؟ آپؓ ہمیں اس کے بارے میں خبر دیجئے۔ ابن عباسؓ چاہتے تو فوری طور پر اس آیت کی تفسیر بیان فرما دیتے، لیکن آپؓ نے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ لوگوں کے اندر تجسس پیدا ہو کہ وہ کون سی آیت ہے کہ جس کے بارے میں آج تک کسی نے سوال نہیں کیا اور پھر پورا دن لوگ تجسس ہی میں مبتلا رہے اور اگلے دن جب لوگوں نے پوری شعوری توجہ کے ساتھ سوال کیا تو آپؓ نے اس آیت کی تفسیر بیان فرما دی۔

طارق بن شہاب کا بیان ہے: ہم لوگ عبداللہؓ بن مسعود کے گرد بیٹھتے اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے، ایک روز محفل جمی ہوئی تھی کہ ایک شخص ''علیک السلام یا ابا عبدالرحمن'' کہتا ہوا تیزی کے ساتھ اس طرف سے گزرا ،انھوں نے جواب دیا '' صدق اللہ و رسولہ'' یہ کہہ کر داخل حرم ہوئے۔ ہم لوگوں کو اس جواب پر سخت حیرت اور تعجب ہوا۔ باہم مشورہ ہوا کہ ان کے برآمد ہونے کے بعد کون ان سے سوال کرے گا۔ میں نے کہا: میں پوچھوں گا۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو میں نے پوچھا، تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

أن بين يدى الساعة تسليم الخاصة ، وفشو التجارة ، وقطع الأرحام ، وشهادة الزور ، و كتمان شهاده الحق (59)

خاص خاص آدمیوں کو سلام کرنا، تجارت کا ترقی کرنا، اعزہ کے ساتھ بدسلوکی کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور حق کو چھپانا قرب قیامت کی نشانی ہے۔

---

(59) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۳۸۶۰، ۱/ ۴۲۳

Marfat.com

عبداللہؓ بن مسعود نے ایسا انداز اختیار فرمایا کہ سامعین میں تجسس پیدا ہو اور وہ خود سوال کریں۔ انسانی نفسیات یہ ہے کہ اگر اس کے اندر کسی حقیقت کو جاننے کا شوق پیدا ہو جائے اور پھر اس کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے تو وہ اس بات کو کبھی بھولتا نہیں۔ عبداللہؓ بن مسعود نے بھی اپنے طرزِ عمل سے حاضرین میں تجسس پیدا کر دیا اور جب حاضرین نے حقیقت جاننے کیلئے سوال کیا تو اپنے طرزِ عمل کو پوری شرح وبسط سے بیان فرمادیا۔

ایک بار حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے صرف ایک چادر اوڑھ کر، اسے سر کے پیچھے گرہ لگا کر نماز پڑھی، حالانکہ ان کے کپڑے (قریب ہی) تپائی پر پڑے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا:

"آپ ایک چادر میں نماز پڑھتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اس لیے یہ کام کیا ہے تاکہ تجھ جیسا بےعلم دیکھ لے۔ بھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟" (60)

حضرت جابرؓ کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ دو کپڑے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے اور اس کے لیے آپؓ نے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ دیکھنے والوں میں ان کے طرزِ عمل سے تجسس پیدا ہو اور وہ خود سوال کریں، چنانچہ ان کی توقع کے مطابق ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے وضاحت فرمادی کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اس طرح نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس کھڑا تھا کہ آپؓ نے فرمایا: کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے وضو کیا کرتے تھے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے پانی طلب کیا اور وضو کر کے بتایا اور پھر فرمایا:

"**ھکذا کان رسول اللہ یتوضأ**" اس طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ (61)

اس اسلوبِ دعوت کا فائدہ یہ ہے کہ سامع اور مخاطب چونکہ ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے اور اس چیز کو جاننے کی جستجو خود اس کے اپنے اندر پیدا ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے جو چیز بھی اس کے سامنے بیان کی جائے گی وہ اس کے دل و دماغ پر نقش ہو جائے گی۔

---

(60) صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ، ح:۳۵۲، ص:۶۳

ایضاً، باب الصلوۃ بغیر رداء، ح:۳۷۰، ص:۶۵

(61) المسند، مسند عثمانؓ بن عفان، ح:۵۵۵، ۱۲۰/۱

Marfat.com

دعوت میں دلیل اور شائستگی کا لحاظ

اپنے نکتہ کی وضاحت اور اس کے حق میں دلیل دیتے وقت بعض اوقات مباحثہ ضروری ہو جاتا ہے لیکن بحث مباحثہ عمدہ طریقہ سے شائستگی کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ بحث مباحثہ میں شائستگی کے اسلوب کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔(62)

اسی طرح اگر بات دلائل اور براہین کی روشنی میں کی جائے تو وہ زیادہ مؤثر ہوگی، کیونکہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ دلیل سے متاثر ہوتا ہے اور جو بات وہ دلیل کے بغیر ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا اُس کو مضبوط دلیل کے ساتھ تسلیم کر لیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں فریق مخالف کو ہمیشہ مضبوط دلائل ہی سے قائل نہیں کیا بلکہ اپنے دلنشین انداز تخاطب سے بھی مخاطب سے داد تحسین حاصل کی۔ اس اسلوب کی بہترین مثال حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ اور مقوس مصر کے درمیان ہونے والا مکالمہ ہے۔ ابن اثیر کی روایت ہے کہ جب حضرت حاطب رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ لے کر مقوس کے دربار میں پہنچے تو دونوں کے درمیان حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

مقوس: مجھ سے اپنے صاحب کی حالت بیان کرو، کیا وہ نبی ہیں؟

حاطبؓ: ہاں۔ بے شک وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

مقوس: پھر انھوں نے اپنی قوم پر بددعا کیوں نہیں کی؟ جبکہ ان کی قوم نے ان کو انکے شہر سے نکالا۔

حاطبؓ: عیسیٰ بن مریم کی نسبت تو آپ خود کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، پھر جب ان کی قوم نے ان کو سولی دینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کیوں نہ انھیں بددعا دی۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا؟

مقوس: تم نے اچھا جواب دیا۔ تم حکیم ہو اور حکیم کے پاس سے آئے ہو۔(63)

حضرت حاطبؓ نے مقوقس کے ساتھ جو گفتگو کی اور اس میں دلیل کے ساتھ شائستگی کے

---

(62) العنکبوت، ۲۹:۴۶

(63) اسد الغابۃ، تذکرہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ، ۳۶۲/۱

Marfat.com

جس اسلوب کو اختیار کیا اس کے مؤثر ہونے کا اندازہ خود مقوقس کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے کہ ''تم نے اچھا جواب دیا''۔

قسم / گواہی

قسم سے مراد کسی چیز کو اپنے قول و فعل کے حق میں بطور شہادت پیش کرنا ہے۔ قسم اس وقت کھائی جاتی ہے جب کہ قسم کے علاوہ کوئی اور چیز بطور شہادت پیش نہ کی جا سکے۔ اگر کسی چیز کا علم عینی شہادت سے نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں قسم کا سہارا لیا جاتا ہے اور قسم کو بطور گواہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے سے مراد اللہ تعالیٰ کو جو کہ حاضر و ناظر ہے بطور شہادت پیش کرنا ہے۔ اپنی بات میں زور اور قوت پیدا کرنے کیلئے نیز مخاطب کی بھرپور توجہ حاصل کرنے کے لئے داعی قسم اٹھاتا ہے، تاکہ مخاطب داعی کی بات کو معمولی جان کر نظر انداز نہ کر دے۔ دعوت و تبلیغ دین میں صحابہ کرامؓ نے بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حمران مولیٰ عثمانؓ بن عفان کا بیان ہے: حضرت عثمانؓ چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مؤذن آیا اور انھیں نماز عصر کی خبر دی، انھوں نے پانی منگوا کر وضو کیا اور فرمایا:

"واللہ لا حدّثکم حدیثاً، لولا انّه فی کتاب اللہ ما حدّثتکموہ" اللہ کی قسم میں آپ حضرات سے ایسی بات بیان کرتا ہوں کہ اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی تو میں آپ سے بیان نہ کرتا۔

پھر بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ وہ وضو کرتے وقت اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز پڑھے، مگر اس کے دوسری نماز تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ نماز پڑھے۔ (64)

حضرت ابو سعید مقبری نے حضرت ابوھریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں؟ حضرت ابوھریرہ نے فرمایا:" انا ، لعمرُ اللّٰه أخبرُكَ" خدا کی قسم میں تمھیں بتاتا ہوں اور پھر ان کو اپنا ذاتی عمل اور نماز جنازہ کا پورا طریقہ بتایا۔ (65)

---

(64) الموطأ، کتاب الطہارہ، باب جامع الوضوء، ح: ۳۰، ص: ۴۷

(65) الموطأ، کتاب الجنائز، باب مایقول المصلی علی الجنازۃ، ۲۵۸، ص: ۱۶۲

مالک بن اوس بن حدثان نصری کو سو دینار کے درہم کی ضرورت پڑی ان کا بیان ہے کہ مجھے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بلایا۔ ہم دونوں راضی ہو گئے، یہاں تک کہ مجھ سے بیع صرف کر لی کہ وہ دیناروں کو لے کر ہاتھوں میں پلٹنے لگے اور فرمایا: میرے خازن کو غابہ سے آ جانے دو۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا: اللہ کی قسم ان سے جدا نہ ہونا جب تک وصول نہ کر لو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''سونا چاندی کے بدلے سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ، گندم گندم کے بدلے سود ہے، مگر ہاتھوں ہاتھ، کھجوریں کھجوروں کے بدلے سود ہیں، مگر ہاتھوں ہاتھ، جو جو کے بدلے سود ہیں، مگر ہاتھوں ہاتھ۔'' (66)

حضرت علیؓ نے ایک حدیث بیان کی تو عبیدہ نے حضرت علیؓ سے عرض کی: کیا آپؓ نے یہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

ای ورب الکعبة ای ورب الکعبة ای ورب الکعبة (67) ہاں! رب کعبہ کی قسم، ہاں! رب کعبہ کی قسم، ہاں! رب کعبہ کی قسم۔

مالک بن اوس بن الحدثان روایت کرتے ہیں:

کان عمرؓ یحلف علی ایمان ثلاث یقول: واللہ ما أحد أحق بھذا المال من أحد وما أنا بأحق بہ من أحد، واللہ ما من المسلمین أحد الا ولہ فی ھذا المال نصیب الا عبداً مملوکاً ولکنا علی مناز لنا من کتاب اللہ تعالیٰ وقسمنا من رسول اللہ ﷺ فالرجل و بلاؤہ فی الاسلام والرجل وقدمہ فی الاسلام، والرجل وغناؤہ فی الاسلام،

---

(66) الموطأ، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الصرف، ح: ۱۵۷، ص: ۳۹۴

(67) المسند، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح: ۱۰۷۳۷، ۱/۱۵۳

Marfat.com

والرجل وحاجته،ووالله لئن بقيت لهم ليأتين الراعي بجبل صنعاء حظه من هذا المال وهو يرعى مكانه(68)

''حضرت عمرؓ تین قسمیں اٹھایا کرتے تھے آپؓ فرمایا کرتے تھے اللہ کی قسم اس مال کا کوئی بھی دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے اور میں بھی کسی سے زیادہ حقدار نہیں ہوں اور اللہ کی قسم کوئی مسلمان ایسا نہیں مگر اس کا اس مال میں حصہ ہے سوائے غلام کے مگر جو ترتیب کتاب اللہ اور رسول اللہ نے بیان فرمائی وہ ترتیب آدمی کی اسلام کیلئے آزمائش، قدیم الاسلام ہونا اور اسی طرح ضرورت مند ہونا۔ اور اللہ کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو جبل صفاء پر چرواہے کو بھی اس مال میں سے حصہ پہنچے گا جبکہ وہ وہاں چرا رہا ہو''۔

---

(68) المسند، مسند عمر بن خطابؓ، ح:۲۹۴، ۶۹/۱

Marfat.com

خلاصۂ بحث

انسانی نفسیات کا لحاظ

کسی بات کے موثر ابلاغ وافہام کے لیے جس طرح انسان کی نفسی کیفیات، جسمانی حالات اور علاقائی نفسیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کے عقلی، ذہنی اور فکری رجحانات ومیلانات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ دین اسلام ساری دنیا کے لیے اور سب انسانوں کے لیے ہے، لیکن اسے پیش کرنے اور اس کو سب انسانوں تک پہنچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے مخاطب ومدعو کا تعین کیا جائے۔ پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس خطاب اور دعوت کا رخ اس کے ماننے والوں کی طرف ہے یا انکار کرنے والوں کی طرف، عوام سے ہے یا خواص سے، جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے ہے یا قدیم تعلیم یافتہ حضرات سے، نوجوانوں سے ہے یا سن رسیدہ بزرگوں سے۔ اسی طرح مخاطب اور مدعو بدلنے پر یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس وقت دعوت کا مخاطب کون ہے؟ اور اس کے لیے کونسا طریقۂ دعوت مناسب ہے۔ حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ گفتگو مخاطب کے ذہن وفکر کو سامنے رکھ کر کی جائے اور موقع ومحل کی مناسبت سے کی جائے، جس طرح بیج کے نشوونما پانے کے لیے صرف بیج کی صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ زمین کی تیاری اور موسم کی سازگاری کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔

اسی طرح کلمۂ حق کی تبلیغ میں صرف حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد کر کے بیٹھ جانا درست نہیں، بلکہ ایک تربیت یافتہ اور ذہین داعی کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ جن لوگوں کے سامنے دعوت پیش کی جارہی ہے، اس وقت نفسیاتی نقطۂ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔ کیونکہ بے محل گفتگو سے وہ فائدہ نہیں ہوسکتا جو مطلوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ میں انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھا اور صحابہ کرام کو بھی دعوت وتبلیغ میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن روانہ فرمایا تو یہ وصیت فرمائی:

Marfat.com

”تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے، جب تو ان کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے انھیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کرلیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ تیری بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ یہ زکوٰۃ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی اور جب وہ اس کو تسلیم کرلیں تو دیکھو چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔“ (69)

یمن میں اس وقت اہل کتاب ہی نہیں مشرک بھی تھے، لیکن آپ ﷺ نے اہل کتاب کا خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ وہ آسمانی کتابوں کے ماننے والے اور پڑھے لکھے تھے۔ اس لیے فطری طور پر ان سے خطاب کا طریقہ مشرک قوموں سے مختلف ہونا چاہیے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو مخاطب کے اعتبار سے دعوت کا حکم دیا نیز آپ کو دعوت میں تدریج کے اسلوب اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

---

(69) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰؓ ومعاذؓ الی یمن، ح: ۴۳۴۷، ص: ۷۳۶
المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ح: ۲۰۷۲، ۳۸۶/۱

Marfat.com

فصل دوم

غلطی پر تنبیہ کا اسلوب

دعوت و تبلیغ کے متعدد طریقے اور ذرائع ہیں، ان میں غلطی کی اصلاح بھی شامل ہے۔ غلطی کی اصلاح تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کا جز ولاینفک ہے۔ غلطیوں پر تنبیہ کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا اس خیر خواہی میں شامل ہے جو ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور اس کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ سے گہرا تعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی جن افراد کے درمیان گزری، ان سے سرزد ہونے والی غلطیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے غلطی پر تنبیہ کا جو اسلوب اختیار کیا وہ ہر داعی کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی کرنے والے کو حتی الامکان بڑی نرمی، محبت اور دلسوزی، پیار و ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہو کر نصیحت فرماتے، مگر جب حالات سختی اختیار کرنے کا تقاضہ کرتے تو صحابہ کرامؓ نے سختی سے بھی کام لیا۔ کبھی چہرے کے تاثرات سے، کبھی آواز کو بلند فرما لیتے، کبھی سخت لب ولہجہ اختیار فرماتے، کبھی ترک کلام اور ترک تعلق اختیار فرما لیتے تاکہ غلطی کرنے والے کو شدت کے ساتھ اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔ الغرض غلطی کی نوعیت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ نے زجر و توبیخ اور تنبیہ کے مختلف اسالیب اختیار کر کے مخاطب کی اصلاح کی۔ آنے والی سطور میں ان چند اسالیب کا ذکر کیا جا رہا ہے جو صحابہ کرامؓ نے غلطی کی اصلاح کرتے وقت اختیار فرمائے۔

تنبیہ کرنے والے کے مقام و مرتبہ کا لحاظ

دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کا غلط اندازہ نہ لگائے، اور خود کو اپنے حقیقی مقام سے بلند تر مقام پر رکھ کر اس انداز سے کام نہ کرے جو اس کے لیے مناسب نہ ہو، کیونکہ اس طرح لوگ اس سے دور ہٹیں گے اور اصل مقصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ بعض اوقات ایک شخص کی ایسی سختی برداشت کر لی جاتی ہے جو اگر دوسروں کی طرف سے ہو تو برداشت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ اس کو وہ مقام حاصل ہوتا

Marfat.com

ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں مثلاً باپ کو بیٹے پر، استاد کو شاگرد پر، حاکم کو عام آدمی پر وہ اختیار حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ رشتہ دار اور اجنبی برابر نہیں، صاحب اختیار کی حالت وہ نہیں جو اختیار نہ رکھنے والے کی ہے۔ اس فرق کو پیش نظر رکھ کر اصلاح کرنے والا ہر چیز کو اس کے مقام پر پرکھ سکتا ہے اور معاملات کو صحیح طور پر رکھ سکتا ہے، تنبیہ کس درجہ کی ہو اور اس میں سختی یا نرمی کا کیا معیار رکھا جائے، اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ مخاطب کے دل میں داعی کا کیا مقام اور کس درجہ کا رعب ودبدبہ ہے۔ اس لیے اگر مبلغ اپنے معاشرتی مقام ومرتبہ اور مخاطب کی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت پیش کرے گا تو اس کے نتائج یقیناً مثبت ہونگے۔

حضرت سلیمان بن یسارؓ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک آدمی آیا۔ اس کا نام صبیغ تھا۔ وہ قرآن مجید کی متشابہ آیات کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے کھجور کی چھڑیاں منگوائیں اور اس شخص کو طلب فرمالیا۔ آپؓ نے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے ایک چھڑی لے کر اسے پیٹا اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمرؓ ہوں۔ آپؓ نے اسے اتنا پیٹا کہ اس کے سر سے خون نکل آیا۔ تب اس نے کہا: امیر المؤمنین! بس کریں، میرے سر کی بیماری دور ہوگئی ہے۔ (1)

حضرت ابن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے۔ آپؓ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ آپؓ نے پیالہ اس کے منہ پر دے مارا۔ پھر فرمایا: میں نے اسے اس لیے دے مارا کہ میں نے اسے منع کیا تھا مگر یہ باز نہ آیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں باریک اور موٹا ریشم پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا تھا اور فرمایا تھا:

ھن لھم فی الدنیا ،وھن لکم فی الاخرة(2) یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے۔

---

(1) سنن الدارمی، المقدمة، باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع، ح:۱۴۴، ۱/۵۹

(2) صحیح البخاری، کتاب الاشربہ، باب الشرب فی آنیة الفضة، ح ۵۶۳۲، ص: ۹۹۸

ایضاً، کتاب الاطعمة باب الأکل فی اناء مفضض، ح: ۵۴۲۶، ص ۹۶۸

Marfat.com

حضرت ابوسعید الخدریؓ نماز پڑھ رہے تھے، اچانک مروان کا ایک بیٹا آپؓ کے سامنے سے گزرنے لگا۔ انھوں نے (اشارے سے) روکا، وہ نہ رکا، انھوں نے اسے مارا۔ بچہ رونے لگا اور مروان کو جا کر بتایا۔ مروان نے ابوسعیدؓ سے کہا: آپؓ نے اپنے بھتیجے کو کیوں مارا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اسے نہیں مارا بلکہ شیطان کو مارا ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

اذا کان احدکم فی صلوٰۃ، فأراد انسان یمرّ بین یدیہ فیدرؤہ مااستطاع ، فان ابٰی فلیقاتلہ فانہ شیطان (3)

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی انسان گزرنا چاہے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے، اگر نہ رکے تو اس سے لڑے، وہ شیطان ہے۔

حضرت ابو اسحٰق کا بیان ہے: میں کوفہ کی سب سے بڑی مسجد میں حضرت اسودؓ بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ امام شعبیؒ بھی تھے۔ شعبیؒ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ والی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے رہائش اور خرچ نہیں دلوایا تھا۔ حضرت اسودؓ نے کچھ کنکریاں پکڑ کر شعبی کو ماریں اور فرمایا: تم حدیث بیان کرتے ہو حالانکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: ہم ایک عورت کی وجہ سے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ معلوم نہیں، اس خاتون کو واقعہ یاد بھی رہا ہے یا نہیں۔ بلکہ (تین طلاق والی) عورت کو (عدت کے دوران) رہائش اور خرچ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (4)

عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو، نہ وہ خود نکلیں، الا یہ کہ وہ واضح بے حیائی کی مرتکب ہوں۔ (5)

دو آدمی کندہ کے دروازوں کی طرف سے آئے۔ ابومسعود انصاریؓ ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا: ہے کوئی شخص جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے؟

(3) سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب من اقتص واخذ حقہ دون السلطان، ح: ۴۸۶۲، ص ۶۸۰

(4) الطلاق، ۶۵: ۱

(5) مسلم کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لانفقھا: ۳۷۱۰، ص: ۶۴۲

حلقہ میں موجود ایک شخص جلدی سے بولا: میں کرتا ہوں۔ حضرت ابو مسعودؓ نے ہاتھ میں کنکریاں پکڑ کر اسے دے ماریں اور فرمایا:

مه انه كان يكره التسرع الى الحكم(6)

رک جاؤ، صحابہ کرامؓ اس طرح جلدی منصف بن جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

سالم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب اس وقت مسجد آئے جب حضرت عمرؓ خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ آنے کا کون سا وقت ہے؟ بولے کہ اے امیر المومنین! جب بازار سے لوٹا تو میں نے اذان سنی اور جلدی سے وضو کر کے چلا آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: صرف وضو؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم بھی فرمایا کرتے تھے۔ (7)

ایک دوسری روایت کے مطابق یہ صحابی حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ (8)

یہ حضرت عمر فاروقؓ کا ہی مقام تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بر سر عام اس انداز میں تنبیہ فرماتے ہیں۔ جبکہ عام داعی کے لیے یہ اسلوب تبھی مفید ہوگا جبکہ اس کو معاشرے میں ایسا مقام حاصل ہو کہ لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا خدشہ نہ ہو۔

اسی طرح ایک شخص طوافِ رخصت کئے بغیر چلا گیا تو حضرت عمرؓ اس کو مرالظہر ان سے واپس پکڑ لائے اور اس کو اس وقت چھوڑا جب اس نے طواف کر لیا۔ (9)

ایک مرتبہ شرحبیل بن سعید نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے دیکھا تو ان کو ایک تھپڑ رسید کیا اور چڑیا چھین کر اڑا دی، اور اس کے بعد فرمایا:

اما علمت یاعدوّ نفسک، ان رسول اللهﷺ حرّم مابین لا بتيها (10)

او اپنی جان کے دشمن! کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟

---

(6) سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب فی طلب القضاء والتسرع الیہ ح: ۳۵۷۷، ص ۵۱۴

(7) صحیح مسلم کتاب الجمعہ، ح: ۱۹۰۵۵، ص: ۳۴۰   المسند، مسند عمر بن خطابؓ، ح: ۲۰۲، ۵۰/۱

الموطا کتاب الجمعۃ، باب العمل فی غسل یوم الجمعۃ، ح: ۱۰۱، ص: ۸۶

(8) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ، ح: ۱۹۵۶، ص: ۳۴۰ (9) الموطا کتاب الحج باب وداع البیت، ح: ۳۴۰، ص: ۲۴۹

(10) المسند، حدیث زیدؓ بن ثابت، ح: ۲۱۱۶۲، ۲۴۷/۶

Marfat.com

زمانۂ جاہلیت میں نکاح کی مختلف صورتوں میں سے ایک نکاحِ شغار بھی تھی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ اس شرط پر کر دیتا تھا کہ وہ اس کے بدلے میں اپنی لڑکی یا بہن اس کی زوجیت میں دیدے اور یہ تبادلہ ہی مہر بھی ہوتا تھا اور عورت کو علیحدہ سے مہر نہیں ملتا تھا۔ جس کی وجہ سے عورت کی حق تلفی ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ شغار کی سختی سے ممانعت فرمادی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں عباس بن عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن حکم نے اسی طریقہ پر اپنی لڑکیوں کی شادی ایک دوسرے کے ساتھ کر دی۔ امیر معاویہؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے مروان بن حکم حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ ان کے درمیان تفریق کروادی جائے کیونکہ یہ نکاحِ شغار ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی تھی۔ (11)

طلیحہ اسدیہ نامی ایک خاتون، رشید ثقفی کے نکاح میں تھی اس نے اس کو طلاق دے دی اور اس نے عدت کے دوران ہی آگے نکاح کر لیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپؓ نے اسے پیٹا اور اس کے خاوند کو کئی درے مارے اور ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی۔ (12)

جو عورتیں بیوہ ہو جائیں ان کے لیے تکمیل عدت سے پہلے گھر سے نکلنا جائز نہیں حضرت عمرؓ اس معاملے میں اس قدر سختی کرتے تھے کہ فوت شدگان کی بیوگان کو بیداء سے لوٹا دیتے اور انھیں حج سے روک دیتے تھے۔ (13)

محمد بن کعب قرظی روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حضرت عبدالرحمٰن بن سہل انصاری جہاد کے لیے نکلے، اس وقت حضرت معاویہؓ ملک شام کے حاکم تھے۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کے سامنے سے ایک تاجر کے کچھ اونٹ شراب کی مشکیں لادے ہوئے گزرے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی مشکوں کو اپنے نیزے سے چاک کرنا شروع کر دیا۔ تاجر کے غلاموں نے عبدالرحمٰنؓ سے مزاحمت کی۔ حضرت معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے تاجر کے غلاموں سے کہا: ان سے درگزر

---

(11) سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الشغار، ح: ۲۰۷۵، ص ۳۰۱

(12) الموطا کتاب النکاح، باب جامع لا یجوز من النکاح، ح: ۶۰۳، ص: ۳۳۷

(13) الموطا کتاب الطلاق، مقام المتوفی عنھا زوجھا بیتھا حتی تحل، ح: ۵۳۷، ص: ۳۶۸

Marfat.com

کرو، بڑھاپے کے باعث ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے یہ سن کر فرمایا:

کلا واللہ ماذھب عقلی ولکن رسول اللہ ﷺ نہانا ان ندخل بطوننا و اسقیتنا خمراً (14)

''اللہ کی قسم میری عقل نہیں گئی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم اپنے شکم میں یا پانی کے ظروف میں شراب کو داخل کریں''۔

عروہ بن رویم سے روایت ہے: عبداللہؓ بن قراء ثعالبی ایک رات حمص میں پہرہ داری کر رہے تھے، یہ حضرت عمرؓ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے، کہ ان کے پاس سے ایک بارات گزری اور وہ لوگ بارات کے آگے آگ جلائے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے ان لوگوں کو درہ سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ یہ لوگ اپنی بارات چھوڑ کر بھاگ گئے۔

صبح حضرت عبداللہؓ منبر پر بیٹھے، اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ابوجندلہؓ نے حضرت امامہؓ سے نکاح کیا اور ان کے لیے تھوڑا سا کھانا تیار کیا۔ اللہ تعالیٰ ابوجندلہؓ اور امامہؓ پر رحمت نازل فرمائے اور اللہ تمہاری گذشتہ رات کی دلہن اور باراتیوں پر لعنت بھیجے جنھوں نے آگ روشن کر رکھی تھی اور کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے نور کو بجھانے والا ہے۔ (15)

مذکورہ بالا واقعات میں چند امور قابل توجہ ہیں:

☆ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مقام ومرتبہ اور اقتدار واختیار عطا فرمایا ہو، اس کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور لوگوں کی اصلاح کا کام انجام دے اور اس بات کا احساس کرے کہ اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، اور لوگ دوسروں کی نسبت اس کی بات زیادہ مان سکتے ہیں، اور جو کچھ وہ کر سکتا ہے دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔

☆ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقام ومرتبہ اور حیثیت کا غلط اندازہ نہ لگائے اور

(14) اسد الغابہ، تذکرہ عبدالرحمٰن بن سہلؓ بن زید، ۲۹۹/۳ المستدرک، تذکرہ عبدالرحمٰن بن سہلؓ بن زید ۲۰۱/۳

(15) الاصابہ تذکرہ ابوجندلہؓ، ۳۸/۴

Marfat.com

خود کو اپنے حقیقی مقام سے بلند تر مقام پر رکھ کر اس انداز سے کام نہ کرے جو اس کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ اس طرح لوگ اس سے دور ہٹیں گے اور اصل مقصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

☆ ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اللہ نے جو عظیم مقام عطا فرمایا تھا اور عام لوگوں کے دلوں میں ان کی جو ہیبت تھی، دعوت و تبلیغ میں وہ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

☆ عام داعی کے لیے تنبیہ کے اس اسلوب کو اختیار کرنا تبھی فائدہ مند ہو سکتا ہے جبکہ اس کو معاشرہ میں ایسا مقام حاصل ہو کہ مخاطب کی طرف سے کسی قسم کے منفی ردعمل کی توقع نہ ہو۔

☆ صحابہ کرامؓ اپنے خاص متعلقین شاگردوں اور اصحاب کو کسی اعرابی یا اجنبی کی نسبت زیادہ سختی سے تنبیہ کرتے تھے اور یہ سب کچھ حکمت میں شامل ہے، اور تنبیہ کرتے وقت حالات کا درست اندازہ کرنے کی عمدہ مثال ہے۔

غلطی کی فوری اصلاح

غلطی پر تنبیہ کرنے میں تاخیر کی صورت میں بعض اوقات اصلاح کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور فائدہ نہیں ہوتا، بعض اوقات موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا بعد میں بات کرنے کی کوئی مناسبت نہیں بنتی، یا ذہنوں میں واقعہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے مصلح کی گفتگو میں وہ تاثیر نہیں رہتی۔ صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل اس حوالے سے ایک بہترین مثال ہے کہ انھوں نے جہاں بھی فوری اصلاح کی ضرورت محسوس کی تو بلا تاخیر حق کو واضح کر دیا۔

رومیوں کے خلاف اسلامی لشکر برسرِ پیکار تھا۔ ایک شخص نے دشمن پر اس قدر جوش سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفوں میں گھس گیا۔ اس پر تمام لوگوں نے شور کیا کہ سبحان اللہ اس نے اپنی ذات کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ (اور ان کا اشارہ قرآن مجید کی آیت ولا تلقوا ... کم الی التھلکۃ) اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا: تم اس آیت کے یہ معنی سمجھتے ہو؟ حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب

اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کے بہت سے اعوان وانصار پیدا ہو گئے، تو ہم میں سے بعض لوگوں نے چوری چھپے کہا کہ ہماری جائیداد برباد ہو گئی، اب اسلام کے بہت سے حامی اور انصار پیدا ہو گئے ہیں، اس لیے اب ہم کو اپنی جائیداد کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو اللہ نے ہمارے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (16) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی ذاتوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

اس بناء پر جہاد ہلاکت نہیں ہے بلکہ جہاد چھوڑ کر معاش کی فکر میں مصروف ہو جانا ہلاکت ہے۔ (17)

یہ ایک ایسی فکری غلطی تھی کہ اگر حضرت ابوایوب انصاریؓ اس کی فوری اصلاح نہ فرماتے تو نہ صرف اللہ کی راہ میں بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والے مجاہدین کی حوصلہ شکنی ہوتی بلکہ قرآن کی ایک آیت کا غلط مفہوم لوگوں کے ذہنوں میں پختہ ہو جاتا۔ لہٰذا آپؓ نے فوراً ایک فکری مغالطہ کی اصلاح فرما کر اس فتنے کو ختم فرما دیا۔

سلیم بن عامر کی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے رومیوں کے ساتھ معاہدہ صلح کر رکھا تھا ابھی مدتِ معاہدہ گزرنے نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاری شروع کر دی تاکہ مدت گزرتے ہی دشمن پر حملہ کر دیا جائے۔ فوج نے کوچ کیا تو حضرت عمروؓ بن عنبسہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر ایفائے عہد کرنا چاہیے۔ بدعہدی جائز نہیں۔ امیر معاویہ نے ان سے پوچھا تو کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من كان بينه وبين قوم عهد فلا يشدّ عُقدةً ولا يحلّها حتىٰ ينقضىٰ امدها اوينبذ اليهم على سواء

جس شخص اور کسی قوم میں عہد ہو تو جب تک عہد کی مدت نہ گزر جائے، تب تک اس عہد کو نہ توڑے اور نہ نیا عہد باندھے اور جب عہد کی مدت پوری ہو جائے تو برابری پر عہد کو توڑے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے یہ سن کر فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ (18)

---

(16) البقرۃ ۲:۱۹۵ (17) جامع الترمذی، ابواب التفسیر سورۃ بقرۃ، ح:۲۹۷۲، ص ۶۶۸

(18) سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینہ و بین العدو عہد فیسیر نحوہ، ح:۲۷۵۹، ص:۴۰۱

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت حسن بن علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابورافع مولی النبی بھی اتفاق سے آ گئے۔ دیکھا کہ بال گندھے ہوئے ہیں۔ فوراً ہاتھ سے کھول دیے۔ انھوں نے برہمی کا اظہار کیا تو بولے: نماز پڑھیے، برہم نہ ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

ذالک کفلُ الشیطان(19) یہ چوٹی شیطان کا اڈا ہے۔

کریب مولیٰ ابن عباسؓ نے بھی اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن عبداللہ بن عباسؓ نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جبکہ ان کے بال گندھے ہوئے تھے۔ ابن عباسؓ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور بال کھولنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے: میرے سر نے آپ کا کیا قصور کیا ہے؟ بولے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

انما مثل ھذا مثل الذی یُصلی وھو مکتوف" (20) "جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے اس کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہے جو نماز پڑھے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔"

رومیوں کے ساتھ جہاد کے زمانے میں ایک بار جہاز میں بہت سے قیدی افسرِ تقسیمات کی نگرانی میں تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ جو خود بھی شریکِ جہاد تھے، کا ادھر سے گزر ہوا۔ دیکھا کہ قیدیوں میں ایک عورت ہے جو زاروقطار رو رہی ہے۔ ابوایوبؓ نے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے۔ ابوایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ افسر مجاز نے امیر لشکر عبداللہ بن قیس سے اس امر کی شکایت کی۔ امیر نے بازپرس کی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

من فرّقٍ بین والدة وولدھا فرّق اللّٰہ بینه وبین الاحبة یوم القیامة(21) جس نے ماں اور اس کے بیٹے میں جدائی ڈالی، روزِ قیامت اللہ اس کے اور اس کے عزیزوں میں جدائی ڈال دے گا۔

---

(19) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ، باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ، ح:۶۴۶، ص:۱۰۴

(20) ایضاً ح:۶۴۷، ص۱۰۴ المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۲۷۶۳، ۱/۴۹۹

(21) المسند، حدیث ابی ایوب انصاریؓ، ح:۲۲۹۸۸، ۶/۵۷۳
مسند الدارمی، کتاب الجہاد، باب النہی عن التفریق بین الوالدۃ وولدھا، ح:۲۳۸۵، ۶/۶۷۶

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے امارتِ کوفہ کے زمانے میں نماز عصر دیر سے پڑھائی۔ ابو مسعود عقبہؓ بن عمرو انصاریؓ ان کے پاس آئے اور کہا کہ: اے مغیرہؓ یہ کیا ہے؟ کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ پنجگانہ جبرائیل کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق پڑھاتے تھے اور فرماتے تھے:

بِھٰذَا اُمِرْتُ (22) مجھے اس طرح پڑھانے کا حکم ہے۔

مغیرہؓ بن شعبہ خود بھی جلیل القدر صحابی ہیں لیکن ان سے ایک لغزش ہوئی جس کے اثرات عوام الناس پر بھی ہو سکتے تھے۔ اس لیے ابو مسعودؓ نے فوراً اصلاح کرنا ضروری خیال کیا۔

ایک بار زیاد بن صبیح الحنفی نے ابن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی، انھوں نے نماز میں اپنے ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عمرؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

هذا الصلب في الصلوٰة یہ نماز میں پھانسی کی وضع ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔
وكان رسول الله ﷺ ينهى عنه (23)

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے پاؤں میں گھونگرو دیکھا تو کاٹ ڈالا اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

انّ مع كلِ جرسٍ شيطانًا (24) ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

چونکہ یہ ایک نوع کی بدعت تھی اس لیے اس پر ایسے ہی فوری اور سخت ردِ عمل کی ضرورت تھی۔

ابو مسلم العبدی کا بیان ہے: میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا وضو ٹوٹ گیا تھا اور وہ موزوں کو اتار کر وضو کرنا چاہتا تھا۔ سلمان فارسیؓ

---

(22) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب مواقیت الصلوۃ وفضلھا، ح:۵۲۱، ص:۸۸
الموطا کتاب وقوت الصلوۃ، ح:۱، ص:۳۳

(23) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ، باب فی التخصر والاقعاء، ح:۹۰۳، ص ۱۳۸

(24) ایضاً، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الجلاجل، ح:۴۲۳۰، ص:۵۹۳

Marfat.com

نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے موزوں، عمامے اور پیشانی پر مسح کرے، اور فرمایا:

رأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علی خفیه وعلی — میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے موزوں اور عمامے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

خمارہ (25)

چونکہ وہ شخص ایک شرعی رخصت کے بارے میں لاعلم تھا، اس لیے اس کی فوری اصلاح ضروری تھی۔ نیز سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کا عمل بیان کر کے مخاطب کو پوری طرح مطمئن بھی کر دیا۔

یسار مولیٰ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طلوع فجر کے بعد نماز پڑھی تو ابن عمرؓ فرمانے لگے: اے یسار! تم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا، فرمایا: میں جانتا ہوں، ایک دفعہ اسی طرح ہم لوگ نماز پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

ألا لیبلّغ شاهدکم غائبکم، أن لا صلوۃ بعد الصبح الا سجدتان (26) — سنو! تم میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ غائب تک پہنچا دیں کہ طلوع صبح کے بعد دو سجدوں کے علاوہ نماز نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت عبادہؓ بن صامت نے عبداللہ بن عباد زرقی کو دیکھا کہ وہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں۔ چڑیاں ہاتھ سے چھین کر اڑا دیں اور بڑی شفقت سے فرمایا:

ای بنیّ! ان رسول اللہ ﷺ حرّم ما بین لا بتیها کما حرّم ابراهیم مکة (27) — اے بیٹے! بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان دو وادیوں کے درمیان (یعنی مدینہ) کو حرم بنایا ہے جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا ہے۔

حضرت جعفرؓ بن ابی الحکم نے عبدالحکیم کو دیکھا کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے ادھر ادھر یعنی ہر طرف سے کھا رہے تھے، تو انھوں نے بڑی شفقت سے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

---

(25) المسند، حدیث سلمان فارسیؓ، ح: ۶۱۱/۶، ۲۳۲۰۵

(26) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۳۴۲/۲، ۵۷۷۷

(27) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۴۳۳/۶، ۲۲۲۰۰

Marfat.com

مه یا ابن اخی! **هٰکذا یأکل** اے میرے بھتیجے ایسا نہ کرو اس طرح شیطان کھاتا **الشیطان، ان النبی** ﷺ ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کھانا کھاتے تو کبھی اپنے **کان اذا أکل لم تعدیده** سامنے سے ہاتھ آگے نہ بڑھاتے تھے۔ **بین یدیه** (28)

ایک دفعہ ابن عمرؓ یحییٰ بن سعید کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ان کا ایک صاحبزادہ ایک مرغی پر تیراندازی کر رہا ہے۔ ابن عمرؓ نے مرغی اور صاحبزادے دونوں کو پکڑ لیا اور ان کو یحییٰ بن سعید کے پاس لائے اور فرمایا: اس جانور کو ظلماً قتل کرنے پر ان صاحبزادے کی ذرا سرزنش کریں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ جانوروں کو ظلماً قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ہاں اگر تمہارا ارادہ اس کو ذبح کرنے کا ہے تو اس کو ذبح کرو۔ (29)

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث کے بھانجے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آپؓ کی خدمت میں اس حالت میں آئے کہ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؓ نے دیکھ کر فرمایا: بیٹا پراگندہ سر ہونے کا کیا سبب ہے؟ بولے ام عمارؓ نسوانی مرض (حیض) میں مبتلا ہے (وہی کنگھی وغیرہ کرتی تھی)۔ فرمایا اے بیٹے! کیا ہاتھ بھی حیض میں مبتلا ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے اور ہم اسی حالت میں ہوتی تھیں۔ پھر ہم میں سے کوئی اٹھ کر آپ کی چٹائی مسجد میں رکھ آتی تھی اور وہ اسی حالت میں ہوتی تھی۔ اے بیٹے! بھلا حیض اور ہاتھ کا کیا تعلق؟ (30)

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی کنیز ابن عباسؓ کے گھر گئیں، دیکھا کہ میاں بیوی کے بستر الگ الگ ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش وغیرہ ہو گئی ہو گی، لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رنجش تو کوئی نہیں البتہ حالتِ حیض میں میاں بیوی اپنے بستر الگ کر لیتے ہیں۔ کنیز نے واپس آ کر سیدہ میمونہؓ سے بیان کیا تو انھوں نے اس کو اسی وقت ابن عباسؓ کے پاس واپس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو: رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے اس

---

(28) اسد الغابہ، تذکرہ جعفرؓ بن ابی الحکم، ٢٨٦/١

(29) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ٥٦٣٩، ٢٢٤/٢

(30) المسند حدیث میمونہؓ بنت الحارث زوج النبی ﷺ، ح: ٢٦٢٧٠_٣٢٥

ایضاً ح: ٢٦٢٧٩، ٣٦٧٧

قدر اعراض کیوں ہے؟ آپ ﷺ اسی حالت میں ہم لوگوں کے بستر پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ (31)

اسلام میں مطلقہ عورت کو حکم ہے کہ وہ عدت اپنے شوہر ہی کے گھر گزارے۔ اس حکم کے مخالف صرف فاطمہؓ بنت قیس کی شہادت ہے کہ ان کے شوہر نے طلاق دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اپنے شوہر کے گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جا کر رہیں۔

بنو امیہ کے عہد خلافت میں جب یحییٰ بن سعید نے اپنی بیوی، جو کہ عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی تھیں، کو طلاق دے دی تو ان کے والد نے فاطمہ بنت قیس والی شہادت کی بنا پر اپنی بیٹی کو شوہر کے یہاں سے بلوالیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس عام حکم اسلامی کی مخالفت پر سخت اعتراض کیا۔ مروان اس زمانے میں مدینہ کا گورنر تھا۔ اس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملہ میں دخل دو۔ اور فاطمہؓ بنت قیس والی حدیث کی نسبت فرمایا کہ اس واقعہ سے عام استدلال جائز نہیں ہے، کیونکہ فاطمہؓ کے شوہر کا گھر شہر کے کنارے پر تھا اور رات کو جانوروں کا خوف رہتا تھا۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دی تھی۔ (32)

گویا حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ واقعہ فاطمہ بنت قیس کے ساتھ خاص تھا اور اس سے عام استدلال درست نہیں اس لیے آپؓ نے اس غلطی کی فوری اصلاح کرنا ضروری خیال فرمایا۔

غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ / شدید اظہارِ ناراضی

دعوت و تبلیغ اور غلطی کی اصلاح کا یہ وہ اسلوب ہے جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا۔ بالخصوص جب غلطی یا گناہ بہت عظیم ہو تو اس وقت یہ اسلوب بہت مؤثر ہے، کیونکہ تعلقات منقطع کر لینے سے غلطی کرنے والے کے دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس اسلوب کی مثال حضرت کعبؓ بن مالک اور ان کے دو ساتھی صحابہؓ کا مشہور واقعہ ہے جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ تحقیق کر لی اور خود

(31) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمةؓ بنت قیس، ح:۵۳۲۴، ص:۹۵۲

سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب من انکر ذالک علی فاطمةؓ بنت قیس، ح:۲۲۹۵، ص:۳۳۳

(32) صحیح البخاری کتاب المغازی، باب حدیث کعبؓ بن مالک، ح:۴۴۱۸، ص:۷۴۹/۷۵۲

Marfat.com

انھوں نے بھی اعتراف کرلیا کہ ان کے پاس جہاد سے پیچھے رہ جانے کا کوئی عذر نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو پوری شدت سے ان کا بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا۔ اس بائیکاٹ کا ان صحابہؓ پر جو شدید اثر ہوا وہ حضرت کعبؓ کے الفاظ سے واضح ہے: اور زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی۔ بالآخر اللہ نے ان حضرات کی توبہ قبول کر لی، امام بخاری نے یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (33)

صحابہ کرامؓ نے بھی غلطی پر تنبیہ کے لیے جو مختلف اسالیب اختیار کر کے اصلاح کا فریضہ انجام دیا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے بعض دفعہ غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ کر کے اور بسا اوقات اس سے شدید اظہار ناراضی کر کے اس کو اپنی غلطی کا احساس دلایا۔

اسحاق بن قبیصہ روایت کرتے ہیں کہ فاروقی عہد خلافت میں حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری امیر معاویہؓ کی زیر قیادت رومیوں سے جہاد میں شریک تھے۔ انھوں نے لوگوں کو دیکھا کہ سونے کے ٹکڑے دیناروں سے اور چاندی کے ٹکڑے درہموں سے بیچ رہے ہیں، فرمایا:

یاایھا الناس! انکم تأکلون الربا، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : " لا تبتاعوا الذھب بالذھب الا مثلا بمثل لا زیادۃ بینھما ولا نظرۃ"	اے لوگو! بے شک تم سود کھا رہے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: "سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت نہ کرو مگر جب برابر برابر ہو، اس میں نہ زیادتی ہے اور نہ ادھار"

اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: اے ابو ولیدؓ! (عبادہؓ بن صامت کی کنیت) میرے خیال میں صرف ادھار کی صورت میں سود ہے۔ عبادہؓ بن صامت ان پر انتہائی برہم ہوئے اور فرمایا میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے ظاہر کرتے ہو۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو جس سرزمین میں مجھ پر تمھاری حکومت ہے اس میں قیام نہ کروں گا۔ چنانچہ پلٹے تو سیدھے مدینہ چلے آئے۔ اور حضرت عمرؓ کو سارے واقعہ کی اطلاع دی تو انھوں نے

(33) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، ح: ۴۴۱۸

Marfat.com

امیر معاویہ کو خط لکھا کہ حق وہی ہے جو عبادہؓ بن صامت کہتے ہیں لہٰذا لوگوں کو اسی کے مطابق حکم دو۔ (34)

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے سونے یا چاندی کا ایک پیالہ اس سے زیادہ سونے یا چاندی کے عوض خریدا، حضرت ابو درداءؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے سے منع فرماتے، مگر یہ کہ برابر برابر ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا: میرے خیال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابو درداءؓ کہنے لگے: ''معاویہؓ کے مقابلے میں میرا عذر کون قبول کرے گا؟ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کا حکم بتا رہا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتا رہے ہیں، میں اس ملک میں نہیں رہوں گا جس میں آپؓ ہیں''۔

پھر حضرت عمرؓ کے پاس آ گئے اور یہ بات انہیں بتائی تو حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ ایسی بیع نہ کیا کریں مگر وزن برابر ہو۔ (35)

غیلان بن سلمہ الثقفیؓ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ان میں کوئی چار اختیار کر لو۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انھوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو آپؓ نے فرمایا:

"انی لأ ظن الشيطان فيمايسترق من السمع سمع بموتك فقذفه فى نفسك، ولعلك ان لاتمكث الا قليلا،وأيم الله لتراجعن نساء ك ولترجعن فى مالك اولأورّثهن منك ولآمرن بقبرك فيرجم كمارجم قبرأبى رغال"(36)

''اللہ کی قسم! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ شیطان جو چوری چھپے سنا

---

(34) سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علی من عارضہ، ح:۱۸، ص:۳

(35) الموطا کتاب البیوع، بیع الذہب بالفضۃ تبرا وعینا، ح:۵۷۰، ص:۳۹۳

(36) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ ح:۴۶۱۷، ۲/۸۲، ۸۳

Marfat.com

کرتے ہیں اس نے تیری موت کے بارے بھی سنا ہے اور تیرے
دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تم تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہو گے۔
اور اللہ کی قسم! تم ضرور اپنی عورتوں اور مال سے رجوع کرو گے ورنہ
میں ان کو تیری طرف سے وارث بنادوں گا اور تیری قبر پر سنگباری کا
حکم دوں گا۔ جس طرح ابو رغال ☆ کی قبر کی گئی۔''

عبدالرحمٰن بن نعیم الاعرجی روایت کرتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ ابن عمرؓ غضبناک ہو گئے اور فرمایا:

واللہ ماکنا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **زانین ولا مسافحین**" اللہ کی قسم! ہم عہد رسالت میں زنا اور بے حیائی کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

ابن عمرؓ کا یہ اظہار ناراضی درحقیقت سائل سے زیادہ اس کے سوال کی نوعیت سے ہے۔ تاکہ مخاطب کے دل میں اس چیز سے نفرت پیدا ہو جائے۔ ایسا رویہ سائل کے لیے اپنے اندر یہ پیغام رکھتا ہے کہ داعی کے دل میں اس برائی کے خلاف شدید نفرت موجود ہے اور وہ اس پر سمجھوتہ کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہے۔ (37)

ایک دفعہ حضرت فضالہؓ بن عبید کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ پانسوں سے کھیل رہے ہیں۔ وہ انتہائی غصہ میں اٹھے اور نہایت سختی کے ساتھ منع کیا اور ان لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھو! نرد سے کھیلنا، سور کا گوشت کھانے اور خون سے وضو کرنے کے برابر ہے۔ (38)

---

(37) المسند،

(38) ادب المفرد، باب الغناء، ح: ۱۲۶۷، ص ۳۲۶

☆ عبد اللہ بن عمروؓ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبر فقال رسول اللہ ﷺ:" ھذا قبر ابی رغال وھوا بو ثقیف وکان من ثمود وکان بھذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج اصابتہ النقبمۃ التی اصابت قومہ بھذا المکان فدفن فیہ وآیۃ ذالک انہ دفن معہ غصن من ذھب ان انتم نشبتم عنہ اصبتموہ "(البدایۃ والنہایۃ،۴/۳۴۷)

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے پانسہ کھیلنے والے چند لوگوں کو دیکھا وہ ان کے پاس گئے اور انہیں صبح سے رات تک کے لیے قید کر دیا، ان میں سے بعض کو دو پہر تک کے لیے قید کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جو لوگ شرط لگا کر کھیلتے تھے انہیں رات تک کے لیے قید کیا اور جو لوگ یوں ہی کھیلتے انہیں دو پہر تک کے لیے قید کیا اور حضرت علیؓ حکم دیتے تھے کہ ان لوگوں کو کوئی سلام نہ کرے۔ (39)

اسلام میں خواتین کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ باریک لباس زیب تن کریں جس سے ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ اسی طرح خواتین کیلئے ایسا تنگ لباس پہننا جس سے جسمانی اعضاء نمایاں ہوں قطعاً درست نہیں ہے۔ قرونِ اولیٰ میں صحابیات نہ صرف لباس کے معاملہ میں خود بہت حساس تھیں، بلکہ اگر ان کو اس نوعیت کی کوئی خرابی کہیں بھی نظر آئی تو انھوں نے پوری شعوری کوشش سے اس کا سد باب کیا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی بھتیجی حضرت حفصہ بنتِ عبدالرحمٰنؓ نہایت باریک کپڑا اوڑھ کر پھوپھی کے پاس آئیں۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو شدید غصہ کی حالت میں دوپٹہ پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد دوسرا موٹا کپڑا منگوا کر اوڑھا دیا۔ (40)

حضرت عائشہؓ کے ایک مکان میں کرایہ دار رہتے تھے۔ ان کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں، سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں تمھیں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ (41)

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی کرنے والے سے خفا ہو جانا، تاکہ وہ اپنی غلطی سے باز آجائے، ایک مفید تربیتی اسلوب ہے، لیکن یہ اسی صورت میں مفید ہوسکتا ہے جب غلطی کرنے والے کے دل میں خفا ہو جانے والے کا ایسا مقام ہو کہ وہ اس کی ناراضی یا بائیکاٹ کو کسی صورت برداشت نہ کرسکتا ہو، ورنہ بصورت دیگر اس اسلوب کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوگا۔

---

(39) ادب المفرد، باب من لم یسلم علی اصحاب النرد، ح:۱۲۶۸، ص:۳۲۶

(40) الموطا، کتاب اللباس، ما یکرہ للنساء لبسہ من الثیاب، ح:۹۰۱، ص:۵۶۱

(41) ادب المفرد، باب الادب واخراج الذین یلعبون بالنرد...... ح:۱۲۷۴، ص:۳۲۷

Marfat.com

غلطی کے ازالہ کے لئے حکم شرعی کا بیان

بعض اوقات پیش آمدہ حالات میں شرعی اصول ذہن سے اتر جاتا ہے، لہٰذا بعض اوقات محض اس اصول و قاعدہ کے اعلان و اظہار سے غلطی کرنے والا راہ راست پر واپس آجاتا ہے اور وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔ غلطی پر تنبیہ کے اس اسلوب کی سیرتِ صحابہ سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کابل میں اسلامی فوج کے ہمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے اسلامی فوج کو دشمن پر غلبہ دیا، اہل فوج نے مال غنیمت لوٹ لیا، عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ لوگوں میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

سمعت رسول اللهﷺ ينهى عن النُّهبىٰ فرَدُّوا ما أخذوا فقسمه بينهم (42)

میں نے رسول اللہﷺ سے سنا ہے آپﷺ نے لوٹ مار کی ممانعت فرمائی ہے۔ سب نے اپنا اپنا حصہ واپس کر دیا اور انھوں نے دوبارہ اس کو لوگوں میں تقسیم کیا۔

انس بن مالک حکم بن ایوب کے پاس آئے دیکھا کہ چند نوجوان ایک مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہے ہیں تو فرمایا:

نهى رسول الله أن تصبر البهائم (43)

رسول اللہﷺ نے جانوروں کو ظلماً قتل کرنے سے منع فرمایا ہے

ابن عمرؓ نے بازار میں ایک شخص سے زیتون کا تیل خریدا، مال ابھی وہیں رکھا تھا کہ دوسرا خریدار پیدا ہو گیا۔ اس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں مجھ سے سودا کر لیجئے بات کو پختہ کرنے کے لئے عبداللہ ابن عمرؓ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا، دیکھا تو زیدؓ بن ثابت تھے، کہنے لگے نہ بیچو پہلے مال یہاں سے اٹھوالو کیونکہ:

---

(42) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النہی عن النہبی ...... ح: ۲۷۰۳، ص: ۳۹۲

(43) سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الرفق بالذبیحۃ، ح: ۲۸۱۵، ص: ۴۱۰

فان رسول اللہ ﷺ نھی انَ تُباعَ السِّلع حیث
تبتاعُ حتٰی یحوزَھا التجار الی رحالھِم(44)

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ مروان کے زمانہ امارت میں جب ہنڈی کا رواج عام ہونے لگا اور ابوھریرہؓ کو خبر ہوئی تو مروان کو مخاطب کر کے فرمایا:

'احللت بیع الربا'' فقال ''تم نے سود حلال کر دیا'' مروان کہنے لگا:
مروان: ''ما فعلت'' فقال ابو ''میں نے تو ایسا نہیں کیا'' ابو ہریرہؓ نے فرمایا:
ھریرہؓ: ''احللت بیع تم نے ہنڈی کو رائج کیا، حالانکہ رسول
الصکاک، وقد نھٰی رسول اللہ ﷺ نے اشیاء خوردنی کی بیع کی اس وقت
اللہ ﷺ عن بیع الطعام حتی تک ممانعت فرمائی ہے جب تک پہلا بائع
یستوفی'' اس کو ناپ نہ لے''

چنانچہ اس حکم شرعی کے بیان کے بعد مروان نے یہ طریقہ منسوخ کر دیا۔ (45)

جاہلیت میں اہل عرب جنگی قیدیوں کو باندھ کر وحشیانہ انداز میں قتل کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی اور اس ظالمانہ فعل کو عملاً ختم کر دیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کے پاس کسی جنگ میں چار قیدی لائے گئے تو انھوں نے ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا، چنانچہ ان قیدیوں کو باندھ کر بڑے وحشیانہ انداز میں قتل کر دیا گیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فرمایا:

سمعت رسول اللہ ﷺ ینھی عن قتل الصبر ،
فوالذی نفسی بیدہ لو کانت دجاجۃ ما صبرتُھا

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے منع فرماتے تھے، اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا''

راوی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید کو آپؓ کی اس برافروختگی اور زجر و

---

(44) سنن ابی داؤد کتاب الاجارۃ، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی، ح:۳۴۹۹، ص:۵۰۴
المسند، حدیث، زیدؓ بن ثابت، ح:۲۱۱۶۰، ۶/۲۴۶

(45) صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ح:۳۸۴۹، ص:۴۴۳

توبیخ کا علم ہوا تو انھوں نے بطور کفارہ چار غلام آزاد کئے۔ (46)

عینیہ بن عبدالرحمن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جو عثمانؓ بن ابی العاص کے جنازہ میں شریک تھے۔ وہ کہتے ہیں: ہم لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ بھی ہمارے ساتھ ہو گئے (جب انھوں نے ہماری رفتار کو اس قدر سست دیکھا) تو کوڑا اٹھا کر کہا:

نحن مع رسول اللهﷺ نرمُل رملاً (47) ہم لوگ رسول اللہﷺ کے ساتھ دوڑتے ہوئے چلتے تھے

قیس بن ابی حازم کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو ایام حج میں قبیلہ احمس کی زینب نامی خاتون کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ حج کے دوران کسی سے بات نہیں کر رہی۔ سیدنا ابوبکرؓ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے بات نہ کرنے کی وجہ پوچھی، لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش حج کرنے کا ارادہ کیا ہے، فرمایا:

تکلّمی ! فانّ هذا لا یحلّ ، هذا من عمل الجاهلیة" فتکلّمت فقالت : من أنتَ ؟ قال :انا ابو بکرؓ(48) "بات کرو! بے شک یہ اسلام میں جائز نہیں، یہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ اس عورت نے کہا: آپؓ کون ہیں؟ فرمایا: ابوبکرؓ"۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے پاخانے قبلہ رخ بنے دیکھے تو ان پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ پاخانوں کے ساتھ کیا معاملہ کروں جبکہ رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے:

اِذا ذَهَبَ اَحدُکُم الغائطَ اَوِ البولَ، فلاَ یستقبِلِ القبلَةَ وَلاَ یَستَد بِرهابفرجه (49) "جب تم میں سے کوئی پاخانہ یا پیشاب کرنے جائے تو قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ بیٹھے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے۔"

---

(46) سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد باب قتل الاسیر بالنبل، ح: ۲۶۸۷، ص: ۳۸۹

(47) ایضاً کتاب الجنائز، باب الاسرع بالجنازة، ح: ۳۱۸۲، ص: ۴۶۴۔۴۶۵

(48) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیة، ح: ۳۸۳۴، ص: ۶۴۳

(49) الموطا کتاب القبلة، باب النهی عن استقبال القبلة ...... ح ۲۲۱، ص: ۱۴۱

Marfat.com

ابن عباسؓ کا کچھ لوگوں پر گذر ہوا جو ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیراندازی کر رہے تھے۔ ان سے فرمایا:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتخذ الروح غرضًا(50) ''رسول اللہ ﷺ نے جاندار کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

مجاھدؒ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس سے جنازہ گذرا تو ابن عمرؓ نے فرمایا آؤ جنازہ میں شامل ہو جائیں، یہ کہہ کر آپ نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا جب ہم قبرستان کے قریب ہوئے تو ابن عمرؓ نے پیچھے سے رونے والی کی آواز سنی۔ ابن عمرؓ میرے ہمراہ واپس پلٹے اور اس کے پاس آ کر گویا ہوئے: یہ بہت بری چیز ہے اور پھر فرمایا:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تتبع جنازة معها رنة(51) ''رسول اللہ ﷺ نے ایسے جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کیا ہے جس کے ساتھ رونے والی عورتیں ہوں۔''

ان واقعات میں درج ذیل امور قابل توجہ ہیں:

☆ تنبیہ کا یہ اسلوب غافل کو یاددھانی کا ایک عمدہ طریقہ ہے جس کی وجہ سے مخاطب کے راہِ راست پر آنے کی قوی امید ہوتی ہے۔

☆ اس اسلوب میں چونکہ داعی اپنی رائے کے اظہار کی بجائے حکمِ شرعی بیان کرتا ہے اس لیے اس کی بات میں زیادہ قوت اور زور ہوتا ہے جس کی وجہ سے مخاطب کا متاثر ہونا لازمی امر ہے۔

☆ اس اسلوب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر غلطی کی تلافی ممکن ہو تو مخاطب ایسا کر کے اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکتا ہے۔ جیسا کہ مالِ غنیمت لوٹ لینے والی فوج کے سامنے جب حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حدیث رسول کی صورت میں حکم شرعی بیان کیا تو انھوں نے فوراً مالِ غنیمت واپس کر دیا اور اس کو دوبارہ شرعی طریقے سے تقسیم کر دیا گیا اسی طرح مروان نے ہنڈی کے طریقہ کو صورتِ مسئلہ واضح ہونے پر منسوخ کرنے کا حکم دیا۔

---

(50) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۴۷۰، ۴۵۱/۱

(51) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۵۶۳۵، ۲۲۱/۲

Marfat.com

☆ اگر غلطی کی عملی تلافی ممکن نہ ہو تو کم از کم غلطی کرنے والے کو توبہ کا موقع مل جاتا ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید نے چار قیدیوں کو باندھ کر قتل کروایا تو جونہی انھیں اپنی غلطی کا احساس دلایا گیا تو انھوں نے توبہ کی اور فدیہ میں چار غلام آزاد کئے۔

غلطی کا نقصان واضح کرنا

غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لیے غلطی سے پیدا ہونے والی خرابیوں اور اس کے برے نتائج کی وضاحت بڑی اہم چیز ہے بعض اوقات غلطی کا نتیجہ خود غلطی کرنے والے کے حق میں ہی برا ہوتا ہے۔ اس لیے مخاطب کو غلطی کے ارتکاب کی صورت میں اس کے نتائج وعواقب سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات اس کے نتیجہ میں دوسروں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کی وضاحت بھی ضروری ہوتی ہے، صحابہ کرامؓ نے بارہا ہر دو قسم کے نقصانات کو بیان کر کے مخاطب کو غلطی کے ارتکاب سے بچایا۔

رسول اللہ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی جن رسومات کو مٹا دیا تھا ان میں سے ایک رسم مردے کی لاش پر نوحہ کرنے کی بھی تھی۔ اہل کوفہ نے اس رسم کو پھر زندہ کرنا چاہا، چنانچہ علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے قرظہ بن کعب کی میت پر نوحہ کیا گیا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو معلوم ہوا تو کہا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من ینح علیه فانه یعذب بما ینح علیه یو م القیامة (52) ''جس شخص پر نوحہ کیا گیا اس پر روزِ قیامت اس کی وجہ سے عذاب کیا جائے گا۔''

حضرت عمر فاروقؓ جب ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں شدید زخمی ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپؓ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ شدتِ غم سے رونے لگیں حضرت عمرؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

مهلاً یا بنیة! ألم تعلمی ان رسول الله ﷺ قال: ان المیت یُعذب ببکاء اهله علیه (53)

---

(52) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، ح: ۲۱۵۷، ص ۳۷۶

(53) ایضاً کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، ح: ۲۱۴۲، ص: ۳۷۳

Marfat.com

''اے بیٹی مت رو، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے☆۔''

اس طرح بعض اوقات غلطی کرنے والے کو غلطی سے روکنے کا یہ بھی ایک مؤثر طریقہ ہے کہ اسے بتایا جائے کہ غلطی کے ارتکاب کی صورت میں خود اس کو گھاٹے اور شدید نقصان کا خطرہ ہے۔

نضر بن انس کا بیان ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جبکہ وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ اسی دوران ان کے پاس عراق سے ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں تصویریں بناتا ہوں۔ اس بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا اس کو میرے قریب کردو پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

☆ ان احادیث کو یہاں موضوع کی وضاحت کے لئے درج کیا گیا ہے ورنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ اور اس مفہوم کی دیگر تمام احدث کا درایت کی رو سے انکار کیا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ وفات پا گئے ان کے اس قول کا میں نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا تو وہ فرمانے لگیں:

یرحم اللہ عمر، لا واللہ! ما حدث رسول اللہ ﷺ! ان اللہ یعذب المومن ببکاء احد ولکن قال: ان اللہ یزید الکافر عذاباً ببکاء اھلہ علیہ، وحسبکم القرآن ﴿ولا تزر وازرۃ وزر اخری﴾(i)

عمر پر اللہ رحم فرمائے! اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا، اللہ مومن کو کسی کے رونے سے عذاب دیتا ہے'' بلکہ آپ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ کافر کو اس کے اہل خانہ کے اس رونے سے عذاب دیتا ہے۔'' اور تمہیں قرآن کا یہ حکم، اور کسی دوسرے کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا'' کافی ہے۔(ii)

حضرت عائشہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک یہودی کی قبر پر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: ''اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے جب کہ اس کے اہل خانہ اس پر رو رہے ہیں۔(iii)

(i) فاطر ۱۸ (ii) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ، ح:۲۱۵۰، ص ۳۷۴

(iii) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، باب فی النوح، ح:۳۱۲۹، ص:۴۵۸

Marfat.com

من صوّرصورة فی الدنیا "جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی، قیامت
یکلّف یو م القیامة أن ینفخ کے دن اسے حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح
فیه الروح ولیس بنافخ(54) ڈالو اور وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

دوسری روایت میں مزید وضاحت ہے کہ آپؐ نے اس کو اپنے قریب کیا اور پھر بڑے پیار اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"کل مصوّر فی النار، یجعل "ہر مصور جہنم میں ہوگا، جس جاندار کی اس نے
بکل صورة صوّرها نفس تصویر بنائی ہوگی اسی کے ذریعہ اسے جہنم میں
تعذبه فی جهنم، فان کنت عذاب دیا جائے گا۔ اور اگر تم نے ضرور ہی
لابد فاعلاً فا جعل الشجر تصویریں بنانی ہیں تو درختوں اور غیر جاندار
ومالا نفسه"(55) چیزوں کی بناؤ۔"

فلسطین میں کچھ لوگوں کو جزیہ کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے سخت سزا دی جا رہی تھی۔ حضرت ہشامؓ بن حکیم کا ادھر سے گذر ہوا تو سخت انداز میں تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے:

اِنّ الله یعذّب یو م "بے شک اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان لوگوں کو عذاب
القیامة الذین یعذّبو ن دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں"۔
الناس فی الدنیا(56)

امیر معاویہؓ نے حضرت مالکؓ بن عبداللہ الخثعمی کو یہ لکھا کہ خمس علیحدہ کرتے وقت مالِ غنیمت میں سے بہترین مال میرے لیے منتخب کر لیا جائے، لیکن حضرت مالکؓ بن عبداللہ

---

(54) صحیح البخاری کتاب اللباس والزینۃ تحریم تصویر صورۃ الحیوان ...... ح: ۵۵۴۱، ص: ۹۴۵
المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۱۶۳، ۱/۴۰۰

(55) المسند مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۲۶۰۶، ۱/۵۰۶

(56) المسند حدیث ہشامؓ بن حکیم، ح: ۱۵۴۱۹، ۴/۵۱۰

نے اس حکم کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ جب امیر معاویہؓ کے دربار میں حاضر ہوئے تو امیر معاویہؓ نے اس معاملہ کی باز پرس کی، تو انہوں نے بڑی دلیری اور سچائی کے ساتھ جواب دیا:

''خدا ہم دونوں کو غرق کرے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تو جہنم کے ایک کونے میں گھسا بیٹھا ہو اور دوسرے کونے میں میں، فرشتوں نے مجھے جکڑ رکھا ہو۔ تو مجھ پر لعنت بھیجے میں اسے تیرا فعل قرار دوں اور تو اسے میرا فعل قرار دے۔'' (57)

ایک بار رات کے وقت خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے خادم کو آواز دی اس نے آنے میں دیر کر دی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت ام الدرداءؓ اس کے محل میں تھیں۔ صبح ہوئی تو فرمایا تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ میں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے۔

''لا یکون اللعّانون شفعاء ولا شهداء، یوم القیامة'' (58)

''لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعاء یا شہداء نہ ہونگے۔''

اگر داعی غلطی کرنے والے کی اصلاح کرتے وقت تنبیہ کے اس اسلوب کو اختیار کرے تو قوی امید ہے کہ اس کی دعوت کارگر ہوگی، کیونکہ فطری طور پر کوئی بھی انسان نقصان کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ نقصان اس کا اپنا ہو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کا۔ بالخصوص اگر غلطی کے مرتکب شخص پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ غلطی کے ارتکاب کی صورت میں فائدہ بالکل ہی نہیں اور نقصان ایسا ہے کہ جس کی تلافی بھی ممکن نہیں تو قوی امید ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس برائی میں مبتلاء ہونے سے بچالے گا۔

لاعلم اور جان بوجھ کر غلطی کرنے والے میں فرق کرنا

غافل کو یاددہانی اور جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے، جسے کوئی شبہ یا غلط فہمی ہوا سے

---

(57) اسد الغابہ تذکرہ مالکؓ بن عبداللہ، ۴/۲۸۴

(58) صحیح مسلم کتاب البر والصلہ والادب، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، ح: ۶۶۱۰، ص: ۱۱۳۴

Marfat.com

پوری وضاحت اور دلائل کے ساتھ بات سمجھانے کی ضرورت ہے۔ جبکہ غلطی پر اصرار کرنے والے کو نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کسی طرح بھی درست نہیں کہ مسئلہ سے واقف اور ناواقف کو ایک ہی انداز سے تنبیہہ کی جائے۔ بلکہ جاہل پر سختی کرنے سے عام طور پر اس کے دل میں نفرت اور انکار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات یہ ردِ عمل بڑا نامناسب اور سخت بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے داعی کا فرض ہے کہ وہ مخاطب کے مخالفانہ رویے سے بچنے کے لیے پہلے اس کو نرمی اور محبت کے ساتھ تعلیم دے اور اس کی غلط فہمی کو دور کرے۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے: ایک آدمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں اور میرے ایک ساتھی نے تنگ گھاٹی میں گھوڑے ڈالے تو ہم نے احرام کی حالت میں ایک ہرن مار گرایا آپؓ کا کیا خیال ہے؟ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے فرمایا جوان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آؤ تا کہ میں اور آپ حکم کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ دونوں نے ایک بکری کا حکم کیا۔ وہ آدمی واپس جاتے ہوئے کہہ رہا تھا: یہ امیر المؤمنینؓ ہیں جو ایک ہرن کا فیصلہ بھی نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ ایک اور آدمی کو بلا کر فیصلہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی بات سن کر اسے بلایا اور فرمایا: کیا تم سورۃ المائدہ پڑھتے ہو؟ کہا: نہیں، فرمایا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے میرے ساتھ فیصلہ کیا؟ کہا: نہیں، فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم نے سورۃ المائدہ پڑھی ہے تو میں تمہاری پٹائی کرتا۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ (59) ”تم میں سے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں“

اور یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ (60)

افریقہ کے قاضی عبدالرحمٰن بن رافع التنوخیؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت معاذؓ بن جبل شام گئے تو انھوں نے دیکھا کہ اہل شام وتر نہیں پڑھتے۔ انہوں نے امیر معاویہؓ سے پوچھا

(59) المائدہ، ۵:۹۵

(60) الموطا، کتاب الحج، باب فدیۃ ما اصیب من الطیر والوحش، ح:۵۰۳، ص ۲۷۵

Marfat.com

کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ اہلِ شام وتر نہیں پڑھتے ؟ امیر معاویہؓ نے کہا: کیا یہ ان پر واجب ہیں؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا: ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔

زادني ربي صلاةً وهي الوتر، وقتها مابين العشاء إلى طلوع الفجر (61)

''میرے رب نے مجھ پر ایک نماز زائد کردی ہے اور وہ وتر ہے، جس کا وقت عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔''

ایک شخص ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے متعہ کیا، جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو سخت ناراضی کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا:

هٰذه المتعة ولو كنت تقدّمت فيها لرجمت (62)

''یہ متعہ ہے اگر میں نے پہلے سے اس کا اعلان کیا ہوتا تو اس شخص کو سنگسار کرتا''

ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھتیجے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: پھونکیں مت مارو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے رباح نامی غلام نے جب حالتِ نماز میں ایسا کیا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

ترب وجهك يا رباح (63)

''اے رباحؓ! تو اپنا چہرہ (اللہ کی راہ میں) غبار آلود کرتا ہے (لہٰذا اس کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ لاعلمی میں غلطی کرنے والے کو معذور سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ نرم رویہ رکھتے تھے اور اس کو تعلیم دینا ضروری خیال کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اعتراض کرنے والے شخص کو محض اس وجہ سے چھوڑ دیا کیونکہ وہ مسئلہ کی حقیقت سے لاعلم تھا، نیز آپؓ نے اس کو حکمِ شرعی کی تعلیم بھی دی۔

---

(61) المسند، حدیث معاذؓ بن جبل، ح: ۲۱۵۹۰، ۳۲۰/۶

(62) الموطا کتاب النکاح، باب نکاح المتعہ، ح: ۶۱۷، ص: ۳۴۱

(63) المسند حدیث ام سلمۃ زوج النبی ﷺ، ح: ۲۶۲۰۴، ۴۵۵۷

Marfat.com

لاعلمی میں غلطی کرنے والا شخص غیر شعوری طور پر راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے، لہٰذا ایسے شخص کی غلط فہمی کو دور کرنا داعی کا اولین کام ہے۔ اور اگر وہ غلط فہمی میں گناہ کا ارتکاب کر چکا ہو تو ایسے شخص اور جان بوجھ کر غلطی کرنے والے کی اصلاح کرتے وقت ایک ہی صف میں کھڑا کرنا درست نہیں ہے۔

کسی کو غلطی پر قرار دینے میں جلدی نہ کریں

داعی اور مبلغ کسی مسئلہ میں حکم شرعی سے واقف ہو اور پھر اس کے سامنے اس کے خلاف دوسرا قول یا حکم شرعی بیان کیا جائے تو اسے چاہیے کہ تحقیق کے بغیر اسے غلط قرار نہ دے، ممکن ہے کہ اس قول کو قبول کرنے کی گنجائش موجود ہو۔ اس نکتہ کی توضیح میں حضرت عمرؓ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بہترین مثال ہے وہ خود فرماتے ہیں:

> ''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک بار میں نے ہشامؓ بن حکیم بن حزام کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ میں ان کی قرأت توجہ سے سننے لگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کئی الفاظ اس انداز سے پڑھ رہے ہیں جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ میرا جی چاہا کہ انہیں نماز ہی میں پکڑ لوں، لیکن میں نے صبر کیا، حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیر لیا۔ تب میں نے انھیں ان کی چادر سے پکڑ کر کہا!'' آپ ؓ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے جو میں نے آپؓ کو پڑھتے سنا ہے؟'' انھوں نے کہا:'' مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے؟'' میں نے کہا!'' آپؓ غلط کہتے ہیں جس طرح آپ نے پڑھی ہے، مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس سے مختلف انداز سے پڑھائی ہے۔'' میں انھیں پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گیا اور عرض کیا: میں نے انھیں سورۃ الفرقان کے کئی الفاظ اس طرح پڑھتے سنا ہے جس طرح آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''انہیں چھوڑ دیجیے'' اور فرمایا: ''ہشامؓ! پڑھیئے انھوں نے سورت اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے انھیں پڑھتے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔'' پھر فرمایا: عمرؓ! آپ پڑھیے'' میں نے اسی طرح پڑھی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح نازل ہوئی ہے''۔ اور پھر ارشاد فرمایا:

اِنَّ ھذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرؤا ما تیسّر من (64) ''یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا جو طریقہ آسان معلوم ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو۔''

نافع اور عبداللہ بن دینار کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کوفہ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس گئے جو وہاں کے امیر تھے۔ انہیں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ سعدؓ بن ابی وقاص نے ان سے فرمایا کہ جب اپنے والد محترم کی خدمت میں جاؤ تو ان سے دریافت کرنا۔ عبداللہؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ سے اس بارے میں پوچھنا بھول گئے، یہاں تک کہ حضرت سعدؓ تشریف لے آئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے پوچھا تھا؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کے سوال پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ جب تم اپنے پاک پیروں میں موزے پہنا کرو تو موزوں پر مسح کر لیا کرو۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ خواہ کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے؟ فرمایا: ہاں۔ (65)

---

(64) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف، ح:۴۹۹۲
جامع الترمذی، ابواب القرآن، باب ماجاء ان القرآن انزل سبعة احرف، ح:۲۹۴۳،
الموطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی القرآن، ح:۲۳۵، ص:۱۴۶

المسند عمر بن خطاب، ح:۱۵۹، ۴۱/۱

(65) الموطا، کتاب الطھارة، باب ماجاء فی المسح علی الخفین، ح:۳۷، ص:۵۱

حضرت ابوسعید خدریؓ جب ایک سفر سے اپنے گھر واپس لوٹے اور گھر والوں نے ان کے آگے گوشت رکھا تو فرمایا: کہیں یہ گوشت قربانی کا تو نہیں؟ بتایا گیا قربانی کا ہے۔ تو حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ عرض کی گئی کہ آپ کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ تحقیق کے لئے باہر نکلے تو انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تین روز کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھانا لیکن اب کھاؤ، خیرات کرو اور جمع کرو'' (66)

ان واقعات میں ہر داعی کے لئے چند امور قابل توجہ ہیں:

☆ داعی کے سامنے اگر کوئی دوسرا قول پیش کیا جائے جس سے وہ واقف نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ تحقیق کے بغیر اس کو غلط قرار نہ دے ، ایسا نہ ہو کہ جلدی میں کئے گئے فیصلہ پر بعد میں پچھتانا پڑ جائے۔

☆ اگر کسی مسئلہ میں مختلف آراء اور متضاد اقوال سامنے آئیں تو بہتر یہ ہے کہ داعی خود تحقیق حال کیلئے نکلے جیسا کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ نے خود مسئلہ کی تحقیق فرمائی۔

☆ حضرت عمرؓ اور ہشامؓ بن حکیم بن حزام کے واقعہ میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ غلطی کے ارتکاب پر سزا دینے میں جلدی کرنا بھی درست نہیں ہے۔

یاددہانی

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے درست سمجھ کر ہی کر رہا ہوتا ہے۔ اس صورت میں داعی کیلئے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مخاطب کو اصل مسئلہ یاد دلا دے اور غلطی سے آگاہ کر دے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت سے اس اسلوبِ دعوت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت ہمام کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک چبوترے پر چڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھانا شروع کی۔ حضرت ابومسعودؓ نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا، وہ نماز

---

(66) الموطا، کتاب الضحایا، باب ادخار لحوم الاضاحی، ج:۱، ص:۳۰۸

نے فارغ ہوئے تو فرمایا:

ألم تعلم انهم كانوا ينهون عن ذالک" قال : بلىٰ قد ذكرت حين مددتني (67)

"کیا تمہیں خبر نہیں کہ (عہد نبوت میں) لوگ اس سے روکے جاتے تھے، بولے: تم نے دامن کھینچا تو مجھے یاد آیا"۔

مدائن ہی میں ایک دوسرے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ چبوترے پر چڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگے تو حضرت حذیفہؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چبوترے سے نیچے کھینچ لیا۔ عمار بن یاسرؓ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت حذیفہؓ نے ان کو یاد دہانی کرواتے ہوئے کہا:

ألم تسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اذا امَّ الرجلُ القومَ فلا يقم في مكان ارفع من مقامهم قال عمارٌ: لذالک اتبعتک حين أحذتَ على يدَىَّ (68)

"کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا کہ جب کوئی کسی قوم کی امامت کروائے تو ان سے بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو؟ حضرت عمارؓ نے فرمایا: اسی لیے جب تم نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں پیچھے ہٹ گیا۔"

یزید بن اوسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی عیادت کے لیے گیا۔ اس وقت ان پر موت کے آثار ظاہر ہو چکے تھے۔ ان کی بی بی رونے لگی، ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أما سمعتِ ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: "بلىٰ" قال: فسكتت"

"کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خبر نہیں؟ وہ فوراً چپ ہو گئیں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب ابوموسیٰؓ کی وفات ہو گئی تو میں نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ کون سا فرمان تھا جس کی یاد دھانی ابوموسیٰؓ نے آپ کو کرائی تھی اور آپؓ خاموش ہو گئی تھیں کہنے لگیں آپ ﷺ کا یہ فرمان:

---

(67) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم، ح: ۵۹۷، ص: ۹۸

(68) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم، ح: ۵۹۸، ص: ۹۸

ليس منّا من حلق و من سلق و من خرق(69)	"جو شخص (میت کے غم میں) سر منڈوا ڈالے یا چلا کر روئے یا کپڑے پھاڑے اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت مقدامؓ بن معد یکدب، عمروؓ بن اسود اور بنی اسد کا ایک آدمی وفد کی صورت میں امیر معاویہؓ کے پاس آئے، حضرت مقدامؓ نے امیر معاویہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: میں آپؓ سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں اگر سچ ہوں تو ماننا اور اگر جھوٹ ہوں تو رد کر دینا، انھوں کہا: فرمایئے، مقدامؓ نے کہا: میں تم کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت ﷺ نے ریشم پہننے سے منع نہیں فرمایا؟ انھوں نے کہا: ہاں، پوچھا: میں تم کو اللہ کی قسم دلا کو پوچھتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سونے کے استعمال کی ممانعت نہیں سنی؟ کہا: ہاں، پوچھا! میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس کے بچھانے سے منع نہیں فرمایا؟ کہاں: ہاں، حضرت مقدامؓ نے کہا: خدا کی قسم میں یہ تمام چیزیں تمھارے گھر میں دیکھتا ہوں۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا: مقدام! مجھ کو یقین ہے کہ میری تمہارے سامنے پیش نہ چلے گی، چنانچہ اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور حکم دیا کہ مقدام کو ان کے ساتھیوں کی نسبت زیادہ انعام دیا جائے۔(70)

حضرت خالد بن حکیمؓ بن حزام کا گذر ابوعبیدہؓ بن الجراح پر ہوا، دیکھا کہ وہ کچھ لوگوں کو جزیہ کی وجہ سے سزا دے رہے ہیں حضرت خالدؓ نے ان کو یاددہانی کے انداز میں کہا:

أما سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: ان اشدّ الناس عذابا يوم القيامة اشدّهم عذابا في الدنيا فقال: اذهب فخلّ سبيلهم(71)	"کیا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ قیامت میں سب سے زیادہ سخت سزا اس شخص کو ملے گی جو دنیا میں دوسروں کو سخت سزا دیتا ہے۔ ابوعبیدہؓ نے جواب دیا: اچھا جاؤ ان کو چھوڑ دو۔"

(69) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، باب فی النوح، ح: ۳۱۳۰، ص: ۴۵۹

(70) سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، ح: ۴۱۳۱، ص: ۵۸۱

(71) اسد الغابہ، تذکرہ خالد بن حکیم بن حزام، ۲: ۷۸

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن زید انصاری کا بیان ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک جب عراق سے آئے تو حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت ابیؓ بن کعب ان کے پاس تشریف لائے۔ انھوں نے ان کے سامنے آگ سے پکا ہوا کھانا پیش کیا۔ انھوں نے اس سے کھایا پھر حضرت انسؓ کھڑے ہوئے اور وضو کیا تو ابوطلحہؓ اور ابیؓ بن کعب نے فرمایا: اے انسؓ! کیا یہ عراق کا اثر ہے؟ انسؓ فرماتے ہیں ''لیتنی لم افعل'' کاش میں ایسا نہ کرتا، پھر ابوطلحہؓ اور ابیؓ بن کعب نے بغیر وضو کئے نماز پڑھی۔ **(72)**

یعلی بن امیہ کا بیان ہے:

طفت مع عمر بن الخطابؓ فاستلم الركن، قال يعلى: فكنت مما يلي البيت فلما بلغت الركن الغربي الذي يلي الا سود جررت بيده ليستلم، فقال: ماشأنك؟ فقلت: ألاتستلم؟ قال: ألم تطف مع رسول اللهﷺ؟ فقلت: بلى، فقال: أفرأيته يستلم هذين الركنين الغربيين قال: قلت: لا، قال: أفليس لك فيه اسوة حسنة؟قال: قلت: بلى ،قال:فانفذعنك'' **(73)**

''میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ طواف کیا تو انھوں نے حجر اسود کا استلام کیا۔ یعلی کہتے ہیں: پس میں بیت اللہ کے سامنے تھا، جب میں مغربی کونے تک پہنچا جو حجر اسود کے ساتھ ملا ہوا ہے تو میں نے ان کے ہاتھ کو کھینچا تاکہ وہ رکن یمانی کا استلام کریں۔ عمرؓ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: کیا آپؓ رکن یمانی کا استلام نہیں کریں گے۔ تو عمرؓ نے فرمایا: کیا تم نے رسول اللہﷺ کے ساتھ طواف کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں فرمایا: کیا تم نے رسول اللہﷺ کو

---

(72) الموطا، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مستہ النار، ح: ۳۰ ص ۴۶

(73) المسند، مسند عمر بن خطابؓ، ح: ۳۱۵، ۱/۴۷

ان دو مغربی رکنوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے کہا:
نہیں، فرمایا: کیا تمھارے لیے آپ ﷺ کی ذات میں نمونہ نہیں
ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ فرمایا: آگے چلتے رہو۔

مجاہد کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ طواف کیا تو امیر معاویہؓ نے تمام ارکان کا استلام کرنا چاہا، ابن عباسؓ کہنے لگے: آپ ان دو رکنوں کو کیوں چومتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہیں چوما؟ تو امیر معاویہؓ نے جواب دیا: کیا ان کو چھوڑ دینا چاہیے؟

تو ابن عباسؓ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (74) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ امیر معاویہؓ نے کہا:

فقال معاوية صدقت آپؓ نے سچ کہا۔(75)

شرحبیل بن سعد مدینہ میں اپنے ایک باغ میں شکار کی غرض سے جال لگا رہے تھے، زیدؓ بن ثابت کا ادھر سے گذر ہوا تو آپؓ زور سے چلائے اور فرمایا:

ألم تعلموا ان رسول الله ﷺ حرم صيدها (76) ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں شکار کی ممانعت کی ہے۔''

غلطی پر تنبیہ کا یہ اسلوب اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب داعی کو یقین ہو کہ مخاطب مسئلہ کی حقیقت کو جانتا ہے اور اس وقت اس سے جو غلطی سرزد ہو رہی ہے وہ محض اس کی غفلت یا بھول پن کی وجہ سے ہے۔ اس صورت میں داعی کا کام صرف یہ ہے کہ وہ غلطی کا ارتکاب کرنے والے کو یاددھانی کروادے کہ جو وہ کر رہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں مخاطب کے راہ راست پر آجانے کے امکانات قوی تر ہوتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

---

(74) الاحزاب، ۳۳: ۲۱

(75) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح: ۱۸۸۰، ۱/ ۳۵۹

(76) المسند، حدیث زیدؓ بن ثابت، ح: ۲۱۱۵۵، ۲/ ۲۴۵

Marfat.com

فرضی / غیر ضروری سوالات کی حوصلہ شکنی

غیر ضروری سوالات اور ان کے جوابات سے نہ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ انسان اپنی آزاد رائے کو پابند اور راستہ کو تنگ کر لیتا ہے۔ اس لیے اسلام کی تربیت یہ ہے کہ غیر ضروری سوالات سے احتراز کرتے ہوئے انسان اپنی آزادانہ رائے کو استعمال کرے، جس سے اس میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوگا اور عقل وفہم اور شعور میں پختگی آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے اگر کسی نے غیر ضروری سوال کیا تو انہوں نے ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی کی۔

حضرت خارجہ بن زید کہتے ہیں: میرے والد حضرت زیدؓ بن ثابت سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو اس وقت تک اس کے بارے میں اپنی سمجھ سے کوئی جواب نہ دیتے جب تک یہ نہ پوچھ لیتے کہ یہ بات ہو چکی ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہ ہوئی ہوتی تو اس کا جواب نہ دیتے اور اگر ہو چکی ہوتی تو پھر اس کے بارے میں گفتگو فرماتے۔ اور جب بھی ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پہلے پوچھتے کہ کیا یہ پیش آ چکا ہے؟ تو اگر کوئی آدمی ان سے کہتا: اے ابو سعیدؓ! ابھی پیش تو نہیں آیا لیکن ہم پہلے سے اس کا جواب تیار کر رہے ہیں تو آپؓ فرماتے اسے چھوڑ دو۔ اور اگر پیش آ چکا ہوتا تو اس کا جواب دیتے۔ (77)

مسروقؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابیؓ بن کعب سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کیا یہ پیش آ چکا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: جب تک یہ پیش نہ آئے اس وقت تک مجھے آرام سے رہنے دو۔ (78)

حضرت عمار بن یاسرؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپؓ نے سائل سے فرمایا: کیا یہ مسئلہ پیش آ چکا ہے؟ لوگوں نے بتایا: نہیں، تو فرمایا: جب تک یہ مسئلہ پیش نہ آ جائے اس وقت تک ہمیں چھوڑے رکھو، جب یہ پیش آ جائے گا تب زور لگا کر اس کا صحیح جواب نکال کر تمہیں بتائیں گے۔ (79)

---

(77) جامع بیان العلم، ذم کثرۃ المسائل، ۲: ۱۴۲، ۱۴۳

(78) جامع بیان العلم، ذم کثرۃ المسائل، ۲: ۱۴۲ — ابن سعد، تذکرہ ابیؓ بن کعب، ۳/ ۵۰۰

(79) ابن سعد، تذکرہ عمار بن یاسرؓ، ۶: ۲۵۶

Marfat.com

فوری اور ضروری مسائل کو چھوڑ کر غیر ضروری اور فرضی مسائل کو جاننے کی کوشش کرنا سعی لا حاصل ہے، چونکہ یہ بھی ایک نوع کی غلطی اور غیر نفع مند فکری رجحان ہے، اس لیے صحابہ کرامؓ نے اس کی حوصلہ شکنی کی، تا کہ کہیں لوگ فرضی مسائل میں پڑ کر ضروری مسائل کی تعلیم ہی سے دور نہ ہو جائیں۔

تائید حق

اگر کسی جگہ کوئی فرد یا جماعت اعلاء کلمۃ الحق کے لیے سرگرم ہو اور کچھ لوگ ان کی راہ میں مزاحمت کر رہے ہوں تو ایسے لوگوں کی تائید بھی درحقیقت اشاعت حق کی ایک صورت ہے اور یہ بھی گویا دعوت و تبلیغ کی ایک بالواسطہ صورت ہے۔ اس قسم کی صورت حال میں داعی کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم، تجربے، اور شخصیت کا وزن حق کی آواز بلند کرنے والے کے ساتھ ملا کر اس کی مدد کرے اور رائے عامہ کو اس کے حق میں استوار کرے۔ اس تائید میں دوسرے فریق کے لیے بھی ایک قسم کی تنبیہ کا سامان موجود ہوتا ہے۔ دعوت کے اس بالواسطہ اسلوب کی وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں کہ مروان حاکم مدینہ نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے قبل خطبہ پڑھنا شروع کر دیا، ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا:

يامروان! خالفتَ السنة اخرجت المنبر في يوم عيد ولم يخرج فيه وبدأت بالخطبة قبل الصلوة، فقال ابو سعيدٌ الخدری! من هٰذا؟ قالوا فلان بن فلان فقال: امّا هٰذا فقد قضٰی ماعليه، سمعت رسول الله ﷺ يقول: من رأی منكراً فاستطاع ان يغيّره بيده فليغيّره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالک اضعف الايمان(80)

---

(80) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ باب الخطبۃ یوم العید، ۱۱۴۰، ص: ۱۷۱

Marfat.com

''اے مروان تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے، تو نے عید کے دن منبر نکالا حالانکہ یہ اس سے قبل نہیں نکالا گیا اور تو نے عید سے قبل خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔'' ابو سعید خدریؓ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: فلاں ہے۔ فرمایا! خواہ کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص منکر کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔''

حجاج بن یوسف خطبہ حج کے لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ نکلا۔ سالم بن عبداللہ بھی ہمراہ تھے انہوں نے حجاج بن یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ان کنت ترید ان تصیب السنّة الیوم، فاقصر الخطبة وعجّل الصلوٰة، فجعل ینظر الیٰ عبداللہ بن عمرؓ کی ما یسمع ذٰلک منه فلمّارای ذٰلک عبداللہؓ قال: صدق سالم(81)

''اگر آج تم سنت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو مختصر خطبہ دینا اور نماز جلدی پڑھانا، حجاج بن یوسف عبداللہ بن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا کہ اس بارے میں ان سے سنے، جب عبداللہ ابن عمرؓ نے یہ بات دیکھی تو فرمایا: ''سالم نے ٹھیک کہا ہے۔''

لہجے کی درشتگی سے غلطی پر تنبیہ

غلطی واقع ہونے پر یا اس کا علم ہوتے ہی مبلغ اور داعی کا متوازن ردِ عمل جس کا اثر اس کی آواز اور اندازِ کلام سے ظاہر ہو رہا ہو، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں برائی کے خلاف سخت نفرت موجود ہے اور وہ اس پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اس سے مخاطبین کے دلوں میں اس برائی سے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور مربی کی اس جذباتی کیفیت کا ان کے دلوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلطی پر پردہ ڈال دیا جائے یا ردِ عمل ظاہر کرنے

(81) الموطا کتاب الحج، باب الصلوة فی البیت وقصر الصلوة وتعجیل الخطبة، ح: ۲۲۴، ص: ۲۶۶

Marfat.com

میں تاخیر کی جائے تو بعد میں اس پر تبصرہ کرنے سے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔اس اسلوب دعوت کی افادیت مسلمہ ہے۔اس کی وضاحت حطّان بن عبداللہ الرقاشی کی روایت سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں:

میں ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا وہ قعدہ میں تھے کہ کسی نے زور سے ایک فقرہ کہا جو مسنون دعاؤں میں سے نہ تھا۔ابوموسیٰؓ نماز ختم کر چکے تو پوچھا: یہ کلمہ کس نے کہا تھا؟لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا: فلاں بات کس نے کہی تھی؟لوگ پھر چپ رہے۔تو بولے: حطّان! شاید تم نے کہا ہوگا؟ انہوں نے کہا: میں نے نہیں کہا۔مجھ کو پہلے ہی خطرہ تھا کہ آپؓ مجھ پر ڈانٹ ڈپٹ کریں گے۔اتنے میں ایک شخص نے اقرار کیا: میں نے کہا اور اس سے میرا مقصد بدنیتی نہ تھی بلکہ بھلائی تھی۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کسی قسم کی ترش روئی کا اظہار نہ کیا، بلکہ بڑی نرمی اور شفقت سے مسنون نماز کا پورا طریقہ بتا دیا۔(82)

حاکم مدینہ مروان بن حکم مغرب کی نماز میں چھوٹی سورتیں تلاوت کرتا تھا۔حضرت زیدؓ بن ثابت نے مروان کے اس عمل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تمہیں کیا ہے؟ کہ تم مغرب کی نماز میں چھوٹی صورتیں پڑھتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔(83)

چونکہ چھوٹی سورتوں کا پڑھنا جائز تھا اس لیے حضرت زیدؓ نے اس کو غلط تو نہیں کہا تاہم اس عمل پر مداومت اختیار کرنا چونکہ ان کے نزدیک درست نہ تھا اس لیے انھوں نے بڑے بچے تلے انداز میں اس پر اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص نے نماز پڑھی۔جب وہ چوتھی رکعت

---

(82) صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ، ح:۹۰۴،ص:۱۷۱

المسند، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ح:۱۹۱۲۶،۵/۵۵۹

(83) صحیح البخاری، کتاب الاذن باب القرأت فی المغرب، ح:۷۶۴،ص۱۲۴

المسند حدیث زیدؓ بن ثابت، ح:۲۱۱۳۲،۶/۲۴۲

میں بیٹھا تو چار زانو بیٹھا اور اپنے دونوں پاؤں لپیٹ لیے جب حضرت عبداللہؓ فارغ ہوئے تو انہوں نے اس بات کو ناپسند فرمایا، اس آدمی نے کہا کہ آپؓ بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا مجھے تکلیف ہے۔'' (84)

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے: میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی خدمت میں ایک یمنی نے حاضر ہو کر کہا: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اور اس پر بھی کچھ اضافہ کیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ (اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے) لوگوں نے کہا: وہی یمانی ہے جو آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے۔ تو اسے پہچان کر فرمایا: سلام تو ''وبرکاتہ'' پر ختم ہو جاتا ہے۔ (85)

امام محمد باقرؒ سے روایت ہے حضرت مقدادؓ بن اسود اس وقت حضرت علیؓ کے پاس گئے جبکہ وہ اپنی بکری کے بچوں کو آٹا وغیرہ گھول کر پلا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان حج اور عمرہ کے درمیان قران سے منع کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نکلے، یہاں تک کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا: آپؓ حج اور عمرہ کے درمیان قران سے منع کرتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا میری تو یہی رائے ہے۔ حضرت علیؓ ناراض ہو کر یہ کہتے ہوئے چلے آئے: ''لبیك اللّٰھم لبیك بحجۃٍ وعمرۃٍ معاً'' گویا اپنے عمل سے جواز ثابت کیا۔ (86)

جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو تلبیہ کہتے سنا تو فرمایا: کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ میں نے اس سے منع کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں لیکن میں آپؓ کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ترک نہیں کر سکتا۔ (87)

---

(84) الموطا کتاب الصلوۃ، باب العمل فی الجلوس فی الصلوۃ، ح:۱۰۹، ص:۷۸

(85) الموطا کتاب السلام باب العمل فی السلام، ح:۹۲۹، ص:۵۸۸

(86) الموطا کتاب الحج باب القرآن فی الحج، ح:۳۸۴، ص:۲۲۸

المسند مسند عثمان بن عفان، ح:۱۴۲۶: ۱/۹۷

(87) المسند علیؓ بن ابی طالب، ح:۳۵ ۱۷: ۱/۱۵۳

Marfat.com

ربیعہ بن دراج سے روایت ہے:

ان عليؓ بن ابی طالب سبّح بعد العصر ركعتين في طريق مكة، فرآه عمرؓ فتغيّظ عليه،ثم قال: اماوالله لقد علمت أن رسول الله ﷺ نهى عنها(88)

''حضرت علیؓ بن ابی طالب نے مکہ کی راہ میں عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ان سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔''

بدعات کے استیصال میں شدت

غلطی جتنی بڑی ہو اس کی اصلاح کا اہتمام اتنا ہی زیادہ ہونا چاہیے ،اس لیے جن غلطیوں کا تعلق عقیدہ سے ہے ان کی اصلاح کا اہتمام آداب وغیرہ سے تعلق رکھنے والی غلطیوں کی نسبت زیادہ ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی کفر وشرک کی ہر قسم سے تعلق رکھنے والی غلطیوں کی اصلاح میں نسبتاً زیادہ شدت کا مظاہرہ کیا۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

سعد بن عبیدہ کا بیان ہے: میں ایک حلقہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے دوسرے حلقہ میں موجود ایک شخص کو کہتے سنا: 'میرے باپ کی قسم' ابن عمرؓ نے اسے کنکریاں ماریں اور فرمایا: عمرؓ نے یہ قسم کھائی تھی ☆ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع کیا اور فرمایا: ''یہ شرک ہے''۔(89)

---

(88) المسند مسند عمر بن خطابؓ، ح: ۱۰۲، ۱/۳۰

(89) المسند ،مسند عبداللہ بن عمرؓ ح: ۵۲۰۰، ۲/۱۶۱

☆ ابن عمرؓ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے: ایک قافلہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے باپ کی قسم کھائی تو رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے فرمایا:

'' الا ان الله ينهاكم ان تحلفوا باابائكم فمن كان حالفاً فليحلف بالله والا فليصمت (i)

سنو! اللہ تمہیں اپنے باپوں کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے، جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ،ورنہ خاموش رہے۔''

(i) صحیح البخاری'' کتاب الادب، باب من لم یر اکفار ... ح: ۶۱۰۸، ص: ۱۰۶۵

Marfat.com

زینب بنت ابی معاویہ زوجہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے: ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو حمرہ (وبائی بیماری جس سے بار بار بخار آتا ہے اور جلد پر سرخ دانے نکل آتے ہیں) سے جھاڑ پھونک کررہی تھی، میں نے فوراً اس کو چارپائی کے نیچے گھسادیا، پھر حضرت عبداللہؓ بن مسعود تشریف لائے اور میرے ایک جانب بیٹھ گئے۔ جب انھوں نے میرے گلے میں ایک دھاگا دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ دھاگا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ایک دھاگا ہے جس میں میرے لیے کچھ پڑھ کر پھونکا گیا ہے۔ انہوں نے اسے پکڑا اور توڑ ڈالا پھر فرمانے لگے: بے شک عبداللہؓ کی آل شرک سے بے پرواہ ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

"ان الرقی والتمائم والتولۃ" "بے شک جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور شرک" میاں بیوی کے درمیان محبت ڈالنے والے تعویذ وغیرہ شرک ہیں۔"

عبداللہ بن مسعود کی بیوی کہتی ہیں میں نے عرض کیا: آپؓ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ میری آنکھ خراب تھی، بہہ رہی تھی اور میرا فلاں یہودیہ کے پاس آنا جانا تھا، جو جھاڑ پھونک کرتی تھی، تو اس نے مجھے بھی جھاڑ پھونک کی تو آنکھ رک گئی اور درست ہوگئی۔ فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہے جو خود اپنے ہاتھ سے خراب کرتا ہے پھر کوئی تعویذ اور جھاڑ پھونک کرتا ہے تو اس سے رک جاتا ہے، تیرے لیے وہی بہتر ہے جو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اور پھر ان کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی:

"اذھب البأس رب الناس اشف وأنت الشافی
لاشفاء الا شفاؤك لا یغادر سقمًا(90)
"اے انسانوں کے رب! بیماری دور کردے، شفاء بخش دے اور تو ہی شفاء دینے والا ہے، شفا نہیں ہے مگر وہ جو تیری طرف سے ہو

(90) المسند مسند عبداللہ بن مسعود، ح: ۳۶۰۴، ۱/۳۲۹

Marfat.com

ایسی شفاء جو بیماری کو بالکل نہ چھوڑے۔☆

صحابہ کرامؓ کے اخیر زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضاء وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ ابن عباسؓ کو ایک ایسے شخص کی خبر دی گئی جو تقدیر کا منکر تھا۔ اس وقت ان کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی لیکن کفر وشرک اور بدعات سے ان کو جو شدید نفرت تھی، اس کی بناء پر لوگوں سے فرمایا: مجھے اس شخص تک پہنچادو، لوگوں نے کہا: آپؓ اس کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے؟ فرمایا: اگر ہو سکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالوں گا، اور اگر گردن ہاتھ میں آ گئی تو اس کو توڑ دوں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

''میں بنوفہر کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہیں اور سب کی سب اعمال شرک میں مبتلاء ہیں۔''

تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک محدود نہ رہے گی، بلکہ جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے منکر ہو جائیں گے۔ (91)

حضرت عمرو بن یحییٰ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ہم لوگ صبح کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود کی

---

(91) المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ج ۳۰۰۶، ۱،۳۳۰، ۵/۳۴۳

☆ وہ جھاڑ پھونک یا تعویذ گنڈے جو شرکیہ ہوں یا کسی کافر سے کروائے جائیں، ان کے حرام ہونے میں کوئی شک اور اختلاف نہیں، البتہ کلام اللہ کی سورتوں اور آیتوں وغیرہ کو پڑھ کر دم کرنا یہ بالکل صحیح ہے۔ (i)

(i) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ج: ۵۰۱۷، ص: ۸۹۹،

ایضاً، ج: ۵۷۴۸، ۶۳۱۹، المسند، مسند جابر بن عبداللہ، ج: ۱۴۹۱۲۱، ۴/۳۸۸،

صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض، ج: ۵۷۰۷، ص: ۹۷۲،

ایضاً، ج: ۵۷۱۴، ۵۷۱۶، ۵۷۱۹

Marfat.com

ڈیوڑھی پر (انتظار میں) بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب وہ گھر سے باہر تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد جاتے۔ ایک دن ہمارے پاس ابوموسیٰ اشعریؓ تشریف لائے اور فرمایا: کیا ابھی تک ابوعبدالرحمٰنؓ (ابن مسعود کی کنیت) باہر نہیں آئے؟ ہم نے کہا: جی نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، حتیٰ کہ وہ باہر تشریف لے آئے، جب وہ آئے تو ہم سب اکٹھے ہی اٹھ کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابوموسیٰؓ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰنؓ! میں نے ابھی ابھی مسجد میں ایک کام دیکھا ہے جو مجھے عجیب سا محسوس ہوا ہے، ویسے الحمدللہ میں نے اچھی چیز ہی دیکھی ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: وہ کام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: زندگی رہی تو عنقریب آپؓ بھی دیکھ لیں گے۔ پھر فرمایا: میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو نماز کے انتظار میں حلقہ بنا کر بیٹھے دیکھا ہے، ان کے سامنے کنکریاں پڑی ہیں ہر حلقہ میں ایک آدمی ہے، وہ کہتا ہے: سو بار اللہ اکبر پڑھو، وہ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: سو بار لاالہ الا اللہ کہو، وہ سو بار لاالہ الااللہ کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: سو بار سبحان اللہ کہو، وہ سو بار سبحان اللہ کہتے ہیں (اسی طرح ذکر میں مشغول ہیں) عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا: پھر آپؓ نے انہیں کیا کہا؟ انھوں نے کہا: میں نے کچھ نہیں کہا، بلکہ آپ کی رائے اور حکم کا انتظار کیا۔ انھوں نے فرمایا: آپؓ نے انہیں یہ حکم کیوں نہ دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور انہیں یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ ان کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی؟

اس کے بعد وہ (مسجد کی طرف) چل پڑے۔ ہم لوگ بھی آپؓ کے ساتھ چلے حتیٰ کہ آپؓ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس جا کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں یہ کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰنؓ! یہ کنکریاں ہیں، ہم ان کے ساتھ گن کر تکبیر تہلیل اور تسبیح کرتے ہیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ اے محمد ﷺ کی امت! تم پر افسوس ہے، کتنی جلدی تم ہلاکت کے راستے پر چل پڑے ہو، ابھی تو تمھارے نبی ﷺ کے صحابہؓ بکثرت موجود ہیں، ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے بھی نہیں پھٹے، ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہٗ قدرت میں میری جان ہے، یا تو تم محمد ﷺ کے راستے سے بھی زیادہ ہدایت والے راستے پر ہو، یا گمراہی کا دروازہ کھول رہے

Marfat.com

ہو، انھوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمنؓ! اللہ کی قسم ہمارا ارادہ تو صرف نیکی کا ہے۔ فرمایا: بہت سے لوگ نیکی کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن انہیں نیکی تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا)۔ اللہ کی قسم! معلوم نہیں شاید ان میں سے اکثر تم لوگ ہی ہو' یہ کہہ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔'' (92)

ذکر کا یہ طریقہ چونکہ رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں تھا اس لیے ابن مسعودؓ نے اس بدعت سے سختی سے منع فرمایا، نیز یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ غلطی کرنے والے کی خیر خواہی تنبیہ کرنے والے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، کیونکہ بسا اوقات غلطی اس چیز یا الفاظ میں نہیں ہوتی جو کہے گئے ہیں، بلکہ جس موقعہ پر وہ الفاظ کہے گئے ہیں وہ صحیح نہیں ہوتا اور یہ بھی بدعت ہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی جب ان کے قریب ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے کہا:

الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

تو ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ تو میں بھی کہتا ہوں:

الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہر حال میں الحمدللہ کہیں''۔ (93)

سحر و ساحری اور شعبدہ بازی شرک ہی کی ایک قسم ہے اس لیے اسلام نے اس کی شدید مخالفت کی ہے۔ حضرت جندبؓ بن کعب اس بارے میں نہایت سخت اور متشدد تھے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں ایک شعبدہ باز آیا، ایک دن وہ ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کو تماشہ دکھا رہا تھا اور آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دیتا تھا۔ عوام اس شعبدہ کو دیکھتے اور متحیر ہو کر کہتے سبحان اللہ، یہ شخص مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔

---

(92) سنن الدارمی، المقدمۃ، باب فی کراھیۃ اخذ الرای، ح: ۲۱۰، ۱/ ۶۸

(93) جامع الترمذی کتاب الادب باب مایقول العاطس اذا عطس، ح: ۲۷۳۸، ص: ۶۲۰ (۲) الانبیاء ۲۱: ۳

حضرت جندبؓ بن کعب بھی تماشہ دیکھنے والوں میں شامل تھے عوام کے عقائد میں تزلزل دیکھ کر ایک ہی وار میں شعبدہ باز کا کام تمام کر دیا، اور کہا اب اپنے آپ کو زندہ کرو، پھر یہ آیت تلاوت کی:

أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ(94) ''کیا تم دیدہ ودانستہ جادو کی باتیں سننے آتے ہو''

پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جادو کی سزا تلوار کی ایک ضرب ہے، چونکہ انھوں نے خلاف قانون قتل کیا تھا اس لیے ولید بن عقبہ حاکم کوفہ نے ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ (95)

صفیہ بنت ابی عبید سے روایت ہے: ابن عمرؓ نے ایک بچہ دیکھا جس کے سر میں چوٹی تھی تو آپؓ نے فرمایا:

أماعلمت ان رسول الله ﷺ نهى أن تحلق الصبيان القزع(96) ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی چوٹی بنانے سے منع فرمایا ہے''

مدینہ میں جب بچے پیدا ہوتے تو پہلے تبرکاً وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لائے جاتے، وہ ان کے لیے برکت کی دعا کرتی تھیں۔ ایک بچے کو دیکھنے گئیں تو اس کے تکیے کے نیچے ایک استرہ پایا۔ گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس سے جن بھوت بھاگ جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ شگون اور ٹوٹکے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (97)

یہودیوں کا دستور تھا کہ کسی عورت کے بال چھوٹے ہوتے یا بال گر جاتے تو وہ مصنوعی

---

(94) الانبیا، ۲۱:۳

(95) اسد الغابہ، تذکرہ، جندبؓ بن کعب، ۳۰۵/۱

(96) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۵۸۱۲،

(97) ادب المفرد، باب الطیرۃ من الجن، ح: ۹۱۲: ۲۳۵

Marfat.com

بال جوڑ کر بڑے کر لیتی۔ ان کو دیکھ کر عرب عورتوں میں بھی اس بدعت نے رواج پکڑ لیا۔ ایک دفعہ ایک عورت حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میری بیٹی کے بیماری کی وجہ سے بال جھڑ گئے ہیں اس وقت وہ دلہن بنی بیٹھی ہے۔ کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

لعن رسول الله ﷺ الواصلة والمستوصلة(98) ''رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والوں اور جوڑنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

عورتوں کو ایسا زیور یا گھنٹے وغیرہ کا پہننا جس سے آواز پیدا ہو ممنوع ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکی گھنگرو پہن کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، فرمایا: اس کے گھنگرو کاٹ ڈالو! گھنگرو پہنا کر میرے پاس مت لایا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

لاتدخل الملائكة بيتافيه جرس (99) جس گھر میں گھنٹا ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔

---

(97) المسند، حدیث السیدۃ عائشہ، ح:۲۴۳۲۹، ۷/۵۹۳

(98) سنن ابی داؤد کتاب الخاتم باب ما جاء فی الجلاجل، ح:۴۲۳۱، ص:۵۹۳

Marfat.com

خلاصہ بحث (غلطی پر تنبیہ کا انداز واسلوب)

انسان خطا کا پتلہ ہے اور اس سے غلطی کا سرزد ہونا ایک فطری امر ہے، اس لیے داعی کا افراد سے اعلیٰ ترین کردار کی توقع کرتے ہوئے ان کا محاسبہ کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ گناہ کے مرتکب افراد سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے ان کو بالکل ہی چھوڑ دیا جائے، کیونکہ اس سے دعوت کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی، اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ گناہگار سے نہیں بلکہ گناہ سے نفرت کے اسلامی اصول کی پیروی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوشش کو ترک نہ کرے۔ کیونکہ غلطیوں کی اصلاح دعوت وتبلیغ کا لازمی حصہ ہے اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی کی ایک صورت ہے۔ غلطی کی اصلاح کا بھی بہترین اسلوب یہ ہے کہ صرف غلطی کی نشاندہی پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ان احکام کا بتانا بھی ضروری ہے جن کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور بسا اوقات احکام کا بتانا، سمجھانا اور سکھانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

غلطی کی اصلاح کے لیے کسی ایک طریقہ کو مخصوص کر لینا بھی دعوت میں حکمت کے اصول کے خلاف ہے۔ بلکہ غلطی کی نوعیت اور مخاطب کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر موقع کی مناسبت سے تنبیہ کے مختلف اسالیب اختیار کرنا زیادہ مفید ہے۔ غلطی کی اصلاح کے لیے کہیں صرف زبان سے کہہ دینا ہی کافی ہے تو کہیں سخت زجر وتوبیخ کی ضرورت ہوتی ہے، کہیں صرف اعراض سے کام چل جاتا ہے تو کہیں غلطی کرنے والے کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ نے غلطیوں کی اصلاح کے لیے جو اقدامات فرمائے ان میں بہت تنوع پایا جاتا ہے، یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حالات اور افراد کے بدلنے سے تنبیہ کا انداز اور اسلوب بھی بدل جاتا ہے۔ لہٰذا جو داعی اس معاملہ میں صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتا ہے وہ پیش آمدہ حالات اور واقعات میں غور وفکر سے کام لیتے ہوئے ان نظائر کو سامنے رکھ کر موقع کی مناسبت سے کوئی سا اسلوب اختیار کر کے اصلاح کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔

Marfat.com

فصل سوم

دعوت دین کا عملی رتجرباتی اسلوب

اکثر اوقات نظری دعوت کی بجائے عملی زیادہ موثر ہوتی ہے دعوت وتبلیغ کے میدان میں یہ تجربہ بے انتہا اہمیت کا حامل ہے۔ سنی سنائی یا کتاب میں پڑھی ہوئی بات کا جو اثر ذہنِ انسانی پر مرتب ہوتا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ اثر انسانی تجربہ میں آئی ہوئی بات کا ہوتا ہے۔ تجربہ سے حاصل کردہ علم زیادہ پختہ اور دیرپا ہوتا ہے عملی تعلیم کی اسی افادیت کے پیشِ نظر ہی صحابہ کرامؓ نے بارہا مسئلہ کی وضاحت عملی طور پر فرمائی ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

عبد خیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ ہمارے پاس تشریف لائے نماز پڑھی اور اس کے بعد وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ ہم نے کہا۔ آپؓ پانی کا کیا کریں گے؟ حالانکہ آپؓ نماز تو پڑھ چکے تھے۔ ان کا ارادہ صرف یہ تھا کہ ہمیں سکھائیں۔ چنانچہ پانی ان کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو انہوں نے عملی طور پر وضو کر کے سکھایا اور پھر فرمایا

من سرّہ ان یعلم وضوء رسول الله ﷺ فھو ھذا (1) ''جس کو یہ چیز پسند ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وضو سے آگاہ ہو تو وہ یہ ہے۔''

اسی باب میں ایک دوسری حدیث میں آپؓ کے یہ الفاظ ہیں:

...... **انما احببت ان اریکم طھور رسول الله ﷺ (2)** بے شک میں پسند کرتا ہوں کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ وضو کو (عملی طور پر کر کے دکھاؤں)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا:

اتحبون ان اریکم کیف کان رسول الله ﷺ یتوضأ (3) کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے؟ اور اس کے بعد پھر آپؓ نے وضو کے تمام مسائل اور جزئیات کی عملی تعلیم دی۔

---

(1) سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب صفة النبی ﷺ، :۱۱۱، ۲۶۔۲۷

(2) ایضاً المسند، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح:۱۰۴۹، ۱/۲۰۴

(3) سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی الوضوء مرتین، ح:۱۳۷، ص:۳۰

اسی مضمون کی احادیث حضرت عبداللہ بن زید، حضرت عثمان بن عفان اور امیر معاویہؓ کے متعلق بھی ملتی ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو وضو کی عملی طور پر تعلیم دی۔ (4)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ لوگوں کو جہاں اجتماعی طور پر تعلیم دیتے تھے وہاں بعض اوقات انفرادی توجہ کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا۔ تاکہ سائل اور طالب علم اس چیز کی تمام جزئیات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ ہمارے پاس تشریف لائے آپؓ نے وضو کا پانی طلب فرمایا اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

یا ابن عباسؓ الا اریک کیف کان یتوضأ رسول الله ﷺ اے ابن عباسؓ! کیا میں تمہیں نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے وضو کرتے تھے؟

اس کے بعد آپؓ نے وضو کے تمام فرائض و سنن کا طریقہ عملی طور پر کر کے سمجھایا۔ (5)

یحییٰ مازنی نے حضرت عبداللہؓ بن زید بن عاصم سے کہا:

هل تستطیع ان ترینی کیف کان رسول الله ﷺ یتوضأ؟ کیا آپ مجھے یہ چیز دکھائیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے؟

حضرت عبداللہؓ بن زید نے اثبات میں جواب دیا اور پھر وضو کے لئے پانی طلب کیا اور ان کو مکمل وضو کر کے دکھایا۔ (6)

عبدالرحمٰنؓ بن غنم فرماتے ہیں کہ ایک بار ابو مالک الاشعریؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

لا احدثکم بصلوة النبی ﷺ؟ کیا میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق روایت نہ کروں؟

یہ کہہ اٹھے صف بندی کی، پہلی صف میں مردوں کو اور ان کے پیچھے بچوں کو کھڑا کیا، نماز پڑھائی اور پھر فرمایا:

---

(4) سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی صفة الوضوء النبی ﷺ: ۱۰۸، ۱۱۸، ۱۲۷

(5) سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی صفة الوضوء النبی ﷺ ح: ۱۱۷، ص ۲۷، المسند، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح: ۲۶۳، ۱/۱۳۳

(6) الموطا، کتاب الطهارة، باب العمل فی الوضوء، ح: ۱۶: ۳۱

Marfat.com

هکذا صلاۃ(7) یہ ہے نماز

ابوقلابہؒ سے روایت ہے کہ ابوسلیمان مالکؓ بن الحویرث ہمارے پاس مسجد میں آئے اور فرمایا:

والله انی لا صلی وما ارید الصلوۃ ولکنی ارید ان اریکم کیف رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یصلی (8)

''اللہ کی قسم میں نے نماز پڑھی حالانکہ میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ میرا یہ ارادہ تھا کہ تم کو دیکھاؤں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

ایک بار حضرت ابوحمید ساعدی نے دس صحابہؓ کے مجمع میں کہا: میں تم سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے واقف ہوں۔ صحابہؓ نے کہا۔ وہ کیسے؟ تم نہ ہم سے زیادہ متبع سنت تھے اور نہ ہم سے زیادہ قدیم الصحبت۔ جب صحابہ کرامؓ نے ان سے اپنے دعوی کی دلیل طلب کی تو انہوں نے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا نقشہ اس انداز میں کھینچا اور تمام جزئیات کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا کہ آخر میں تمام صحابہ نے اعتراف کیا صدقت هکذا کان یصلی تم نے سچ کہا رسول اللہ ایسے ہی نماز رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم(9) پڑھتے تھے

شہر بن حوشب سے روایت ہے: ہم میں اشعری قبیلے کے ایک صحابی مالکؓ لاشعری تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔ ایک دفعہ وہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہیں دین کی تعلیم دوں اور اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھایا کرتے تھے۔ روای کہتے ہیں کہ ہم جمع ہوئے تو انہوں نے پانی کا برتن طلب کیا۔ پھر عملی طریقہ سے ہمیں وضو اور نماز کی تعلیم دی۔(10)

---

(7) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ، باب مقام الصبیان من الصف، ح:۶۷۷، ص:۱۰۷

(8) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب النهوض فی الفرد، ح:۸۴۲،۸۴۳، ص۱۳۰
المسند، حدیث مالکؓ بن الحویرث، ح:۱۵۱۷۲،۴/۹۵۹

(9) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ، ح:۷۳۰، ص۱۱۴

(10) اسد الغابہ تذکرہ مالک الاشعریؓ، یا بن مالک، ۴/۲۷۲

Marfat.com

مذکورہ بالا احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ دعوت کی عملی تعلیم کی تاثیر کے مسلم ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے تعلیم و تربیت اور دعوتِ دین میں اس اسلوب کو کثرت سے استعمال کیا کیونکہ انسانی تجربہ میں آئی ہوئی بات کے بھولنے کے امکانات نسبتاً کم ہوتے ہیں نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ دین و شریعت کا جو علم بھی امت کو ملا ہے وہ صحابہ کرامؓ اور امت کے تواتر سے ثابت ہے۔ اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی حجیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

سر گذشت / واقعاتی بیان

کسی امر کو ہو بہو واقعہ کے مطابق بیان کرنا واقعاتی بیان کہلاتا ہے۔ دعوت و تبلیغ میں واقعاتی بیان کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی واقعہ یا مشاہدہ کو بالکل ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست بیان کر دینا دعوت کا ایسا اسلوب ہے جو مخاطب کو مسحور کر دیتا ہے اور داعی ایسا نقشہ کھینچتا ہے کہ مخاطب اپنے آپ کو بھی خود اس واقعہ کا ایک کردار اور اس محفل کا ایک فرد سمجھنے لگتا ہے گویا وہ اس حقیقت کا عینی شاہد ہے۔ بسا اوقات صحابہ کرامؓ بھی ماحول کی عملی ترجمانی کرتے ہوئے مسائل دینیہ کو واقعاتی انداز میں بیان کرتے تھے۔

ایک دفعہ عبداللہؓ بن مسعود نے لوگوں کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا۔

واذ ارکع احد کم فلیفرش ذراعیه علی فخذیه ولیطبّق بین کفّیه فکأنّی انظر الی اختلاف اصابع رسول الله ﷺ (11)

اور جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بازوؤں کو اپنی رانوں پر پھیلا دے اور دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملا دے گویا میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے ملنے کو دیکھ رہا ہوں

جعفر بن عمرو بن حریث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

---

(11) ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب تفریع ابواب الرکوع والسجود وضع الیدین علی الرکبتین، ح: ۸۶۸، ص ۱۱۳۴

المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۳۵۷۷، ۱/ ۶۲۴

Marfat.com

ان رسول الله ﷺ خطب الناس و علیه عمامة سوداء...... کانی انظر الی رسول الله ﷺ علی المنبر وعلیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیه (12)

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا اور آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا۔ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو منبر کے اوپر دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے شانوں کے بیچ لٹکا رکھا ہے۔''

ابتداء اسلام میں نماز میں اشارہ کرنا اور بات چیت کرنا جائز تھا۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت بلالؓ سے اس کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے اس طرح ہاتھ کو گردش دی جس طرح رسول اللہ ﷺ اس حالت میں گردش دیا کرتے تھے۔ (13)

حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قربانی دینے کے لئے کیسے جانور سے بچا جائے۔ تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ چار سے۔ حضرت براءؓ بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے بہت چھوٹا ہے۔ وہ لنگڑا جو چل نہ سکے۔ جس کا کانا ہونا ظاہر ہے، جس کی بیماری ظاہر ہو اور ایسا دبلا جانور جس میں گودا نہ رہے۔ (14)

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عثمانؓ بن عفان نے پانی طلب کیا پھر وضو کیا اور آخر میں مسکرائے پھر کہا: کیا تم مجھ سے مسکرانے کی وجہ نہیں پوچھو گے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین آپ کیوں مسکرائے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے پانی طلب کیا وضو کیا اور پھر مسکرائے اور فرمایا: کیا تم مجھ سے مسکرانے کی وجہ نہ پوچھو گے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں مسکرائے فرمایا:

---

(12) مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، ح:۳۳۱۲، ص:۵۷۲

(13) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوة، باب رد السلام فی الصلوة، ح:۹۲۷، ص:۱۴۱

(14) الموطا، کتاب الضحایا، باب ما نھی عنہ من الضحایا، ح:۶۸۱، ص:۳۰۶

Marfat.com

"بے شک جب بندہ وضو کے پانی سے چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے اور جب بازو دھوتا ہے تو بازوؤں کے اور اسی طرح تمام اعضاء کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ (15)

ابو عثمانؓ روایت کرتے ہیں: میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی، جس سے اس کے پتے گر گئے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے۔ اے ابو عثمانؓ کیا تم مجھ سے یہ نہ پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ کہنے لگے میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپ ﷺ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا، جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اے سلمان! پوچھتے کیوں نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا بتا دیئے کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان المسلم اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم صلی الصلوات الخمس تحاتت خطا یاہ کما یتحات ھذالورق وقال ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَ فَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّا کِرِیْنَ﴾ (16)

جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں۔ یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ (17)

حضرت ابو الدرداءؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو

---

(15) المسند، مسند عثمانؓ بن عفان، ح: ۴۱۷، ۱/۹۵ (16) ہود ۱۱: ۱۱۴

(17) المسند، حدیث سلمان الفارسیؓ، ح: ۲۳۱۹۵، ۶/۲۰۹

Marfat.com

نقشہ کھینچ کر رکھ دیتے حتیٰ کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کرنے کے بعد تبسم فرمایا ہوتا تو ابوالدرداءؓ بھی حدیث بیان کرنے کے بعد تبسم فرماتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپؓ کی زوجہ محترمہ ام الدرداءؓ نے کہا: آپ جب بھی حدیث بیان کرتے ہیں تو تبسم کرتے ہیں (کہیں لوگ آپ کو بے وقوف نہ کہنے لگیں) تو آپؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا کہ آپ ﷺ جب کوئی حدیث بیان فرماتے تو تبسم فرماتے۔(18)

ایک دفعہ حضرت علیؓ سوار ہونے لگے تو رکاب میں بسم اللہ کہہ کر پاؤں رکھا پشت پر پہنچے تو الحمد اللہ کہا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِ نِیْنَo وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْ نَ(19)

پھر تین بار الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر وکہنے کے بعد یہ دعا پڑھی۔

" سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفر لی انه لا یغفر الذنوب الا انت "

اور پھر ہنس پڑے۔ لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو بولے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے تھے اور اخیر میں ہنس پڑے۔ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: بے شک رب تعالیٰ اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے جب وہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے۔"(20)

شرکت عمل/معاونت

دیگر امور کی طرح دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام میں شرکت عمل یا مدد سے اس کو آسان بنایا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوت کی انجام دہی میں حضرت موسیٰ کے

---

(18) المسند، حدیث ابی الدرداءؓ، ح: ۲۱۲۲۵، ۶/۲۵۷

(19) الزخرف، ۴۳: ۱۳، ۱۴

(20) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایقول الرجل اذا رکب، ح: ۲۶۰۲، ص: ۳۷۶

Marfat.com

ہاتھ بٹانے کیلئے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنایا، تا کہ دعوت وتبلیغ کے کام میں موسیٰ کا ہاتھ بٹائیں۔ گویا معاشرتی میں انسان جس طرح ایک دوسرے کے مدد اور معاونت کا محتاج ہے اسی طرح دینی امور میں بھی ایک دوسرے کی معاون کر کے دعوت وتبلیغ کے کام کو سہولت سے انجام دیا جا سکتا ہے۔

حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے بصرہ کی مسجد میں رمضان کے آخر میں خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صدقہ فطر کی ترغیب دی۔ یہ لوگ صدقہ فطر کے مسائل سے ناواقف تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

من ههنا من اهل المدينة ؟ قوموا الى اخوانكم فعلّمو هم فانهم لا يعلمون فرض رسول الله ﷺ هذه الصدقة صاعا من تمر او شعير او نصف صاع من قمح على كل حرٍّ او مملوكٍ ذكرٍ او انثى صغيرٍ او كبيرٍ (21)

''یہاں مدینہ کے لوگ کون ہیں؟ اٹھیں اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دیں۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر آزاد غلام، مرد، عورت اور چھوٹے، بڑے پر ایک صاح کھجور یا جو اور نصف صاع گہیوں صدقہ فطر میں مقرر فرمایا ہے۔''

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ تعداد میں حاضر ہوتی تھیں۔ عام نسوانی مسائل کے ساتھ ساتھ آپؓ مردوں کی اصلاح کے لئے ان سے مدد لیتی تھیں کہ وہ اپنے شوہروں کو ان چیزوں سے آگاہ کر دیں۔ چنانچہ ایک دفعہ بصرہ سے کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئی تو آپؓ نے ان کو ہدایت کی کہ مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے، اپنے شوہروں کو آگاہ کر دو کہ پانی سے طہارت حاصل کیا کریں کیونکہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ (22)

مشورہ/رائے طلبی

کسی بھی اہم کام کی انجام دہی میں صاحب الرائے، عقل منداور تجربہ کار

(21) سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب من روی نصف صاع من قمح، ح:۱۶۲۲، ص:۴۰

(22) المسند، حدیث السیدۃ عائشہؓ ح:۲۴۳۶۹، ۱۲۳/۷-۱۲۴

Marfat.com

لوگوں سے مشورہ ضروری ہوتا ہے تحصیل علم میں بھی اساتذہ اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ ضروری ہے اسی طرح دعوت و تبلیغ کے کام میں بھی اپنے سے زیادہ صاحبان علم سے کسی مسئلہ میں مشورہ اور رائے طلب کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں مبلغ کسی بڑی غلطی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ جو بعد میں اس کے لئے ندامت کا باعث بن سکتی ہے۔

عبداللہ بن حنین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مسورؓ بن مخرمہ میں محرم کے سر دھونے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ابن عباسؓ کا موقف تھا کہ محرم سر دھو سکتا ہے۔ جب کہ ابن مخرمہ اس کے خلاف تھے۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے عبداللہ بن حنین کو ابو ایوب انصاریؓ کے پاس تحقیقِ مسئلہ اور ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجا، چنانچہ ابو ایوب انصاریؓ نے ابن عباسؓ کے موقف کی تصدیق کی اور عملی طور پر بھی سر دھو کر دکھایا اور فرمایا۔

هكذا رايته يفعل (23) میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

معاویہؓ بن ابو عیاش انصاری کا بیان ہے کہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عاصم بن عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ محمد بن ایاس بکیر آئے اور کہا کہ ایک بدو نے اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ آپ دونوں حضرات کی کیا رائے ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ لہٰذا تم عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس جاؤ جنہیں میں حضرت عائشہ کے پاس چھوڑ آیا ہوں اور ان سے پوچھ کر ہمیں بھی مطلع کرنا۔ وہ گئے اور دونوں حضرات سے پوچھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا۔ اے ابو ہریرہؓ فتوی دیجئے کیونکہ آپ کے پاس مشکل سوال آیا ہے۔ ابو ہریرہؓ نے فرمایا ایک طلاق عورت کو بائن اور تین طلاقیں حرام کر دیتی ہیں

---

(23) سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب المحرم یغتسل، ح:۱۸۴۰، ص:۲۷۰

الموطا، کتاب الحج، باب غسل المحرم، ح:۳۵۷، ص:۲۱۹

المسند، حدیث ابی ایوبؓ انصاری، ح:۲۳۰۶، ۶/۵۹۵

(24) الموطا، کتاب الطلاق، باب القضاء فیمن وجد مع امراتہ رجلا، ح:۹۷۵، ص:۴۵۵

Marfat.com

یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرلے اور ابن عباسؓ نے بھی یہی فرمایا۔(24)

سعید بن مسیب سے روایت ہے ایک شامی نے جس کو ابن خبیری کہا جاتا تھا ، اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو دیکھ کر اسے قتل کردیا یا دونوں کو قتل کردیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو اس فیصلے میں دقت پیش آئی تو انہوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ یہ مسئلہ حضرت علیؓ سے پوچھ کر انہیں بتایا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ واقعہ میرے ملک میں نہیں ہوا۔ میں آپؓ کو قسم دیتا ہوں کہ مجھے پوری بات بتائی جائے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے انہیں واقعہ بتادیا کہ امیر معاویہؓ نے مجھے آپؓ سے پوچھنے کے لئے لکھا تھا، حضرت علیؓ نے فرمایا:

ان لم یات باربعة شهداء فليعط برمّة (25) اگر چار گواہ نہ لاسکے تو اپنی گردن پیش کردینی چاہیے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے زیدؓ بن ثابت کو خط لکھا اور ان سے دریافت کیا کہ دادا کا وراثت میں کیا حصہ ہے؟ حضرت زیدؓ بن ثابت نے ان کو جواباً لکھا، آپؓ نے مجھ سے دادا کی میراث کے متعلق پوچھا ہے۔ آپؓ سے پہلے دو خلفاء ایک بھائی کے ساتھ اسے نصف دلاتے دو کے ساتھ تہائی اور اگر بھائی زیادہ ہوں تو تہائی سے کم نہ کرتے۔(26)

ایک دادی اپنا حصہ پوچھنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کوئی حصہ نہیں اور میرے علم میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی سنت بھی نہیں تم جاؤ میں لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ آپؓ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ دلایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ انصاری نے مغیرہؓ بن شعبہ کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے

---

(25) الموطا، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر، ح:۶۵۹، ص:۳۵۶

(26) الموطا، کتاب الاقضیة، باب میراث الجد، ح:۵۷۳، ص ۳۲۲

(27) الموطا، کتاب الفرائض، باب میراث الجدة، ح ۵۰۳، ص:۳۲۴

Marfat.com

دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا۔(27)

ابو مامہ سہل بن حنیف کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے ایک شخص کو تیر مارا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گیا سوائے خلیفہ کے اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے عمر فاروقؓ سے مسئلہ دریافت کرنے کے لئے خط لکھا تو حضرت عمرؓ نے ان کو جوابی خط میں لکھا۔

اللّٰہ ورسوله مولی من لا مولیٰ له جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے ولی اللہ اور والخال وارث من لا وارث له (28) رسول ﷺ ہیں اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث خالو ہے۔

شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: علیؓ سے پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے اس لئے اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سوال دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں جب کہ مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کا حکم دیا ہے۔(29)

---

(28) المسند، مسند عمر بن خطابؓ، ح:۱۹۰، ۱/۴۸

(29) المسند، مسند علی بن ابی طالب، ح:۷۵۰، ۱/۱۵۵

Marfat.com

فصل چہارم: ترغیب وترہیب

انسانی زندگی کو با مقصد بنانے کے لئے مقصد کا تعین ضروری ہے اور مقصد کے تعین کے لئے انسانی زندگی میں اس کے حصول کا شوق پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ شوق مختلف طریقوں سے پیدا کیا جا سکتا ہے جن میں سے ایک طریقہ ترغیب وترہیب کا بھی ہے، ترغیب یہ ہے کہ کسی فعل کو اس لئے کرنا کہ اس کے بعد نفع کی توقع ہو اور ترہیب سے مراد کسی ناپسندیدہ عمل سے اس لئے باز رہنا کہ اس کے کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

قرآنی اور نبوی ﷺ اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی لوگوں کو اطاعت الٰہی پر آمادہ کرنے، عبادات اور فرائض کی طرف مائل کرنے اور حدود اللہ کی پامالی سے دور رہنے کے لئے ترغیب وترہیب سے کام لیا۔ تنہا ترغیب یا ترہیب کا اسلوب استعمال کرنے کی بجائے دونوں کا ساتھ ساتھ استعمال زیادہ موثر ہے۔ صرف ترغیب سے بسا اوقات لوگ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امیدیں قائم کرنے میں اسراف سے کام لیتے ہیں اور دخول جنت کی تمنا میں غلو کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور بعض واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ترغیب کی طرح ترہیب بھی کسی برے عمل کے خلاف تحریک پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے ترغیب وترہیب دونوں کا ایک ساتھ استعمال دعوت وتبلیغ میں زیادہ مفید ہے۔ اس لئے حضرت علیؓ نے حقیقی عالم اور داعی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

من لم يقنّط الناس من رحمة الله ولم يرخّص لهم في معاصي الله تعالىٰ ولم يؤمنّهم مكر الله (1)

جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اللہ کی نافرمانی کی انہیں کھلی چھٹی دے اور نہ انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف اور بے فکر ہونے دے۔

---

(1) حلیۃ الاولیاء، تذکرہ علیؓ بن ابی طالب، ۱/۱۱۸

کنز العمال، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح: ۲۹۳۸۷، ۱۰/۲۶۱

جامع العلم خ باب من یستحق أن یسمی فقیہا او عالما.........۲/۴۴

تاہم سیرت صحابہؓ کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوت و تبلیغ میں ترغیب کی نسبت ترہیب کے اسلوب کو نسبتاً کثرت کے ساتھ استعمال کیا۔ آنے والی سطور میں ترغیب وترہیب کے چند ایسے اسالیب کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کو صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں استعمال کیا۔

نعمتوں کے چھن جانے کا خوف دلانا

ترغیب وترہیب کے اسالیب میں سے ایک یہ ہے کہ مخاطبین دعوت کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں حاصل ہیں انہیں یاد دلائی جائیں اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں تاکہ یہ نعمتیں برقرار رہیں اور انہیں باخبر کیا جائے کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کیا اور کفر اختیار کیا تو یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی اور عذاب الٰہی ان کا مقدر ہوگا۔

ابو نہیک اور عبد اللہ بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک لشکر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ تھے ایک عرب نے کسی شخص کو بہت زیادہ مارا پیٹا اس شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس شکایت کی اس پر آپؓ نے تمام عربوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر العرب ! ألم تكونوا شر الناس ديناً ، وشر الناس داراً ، وشر الناس عيشا؟ فاعزَكم الله واعطاكم الله ، أتريدون أن تأخذو الناس بعزه الله ؟ والله لتنهوُنَ اوليأ خذنَ الله ما فى ايديكم فليعطينه غير كم (2)

''اے اہل عرب! کیا تم مذہب کے اعتبار سے بدترین لوگ نہ تھے؟ گھر بار کے لحاظ سے برے نہ تھے؟ اور زندگی کے لحاظ سے بدتر لوگ نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اسلام کے ذریعے) عزت عطا فرمائی اور نعمتیں

---

(2) حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سلمان الفارسیؓ ۱/۲۶۰

☆ عن ابی ھریرہ عن النبی ﷺ لعن الله الواصلته والمستوصلته والواشمته والمستوشمته (i) (i) صحیح بخاری، کتاب اللباس، ح:۵۹۳۳، ص:۱۰۴۱

بخشیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم لوگوں سے اللہ کے دیئے ہوئے شرفِ انسانی کو چھین لو؟ اللہ کی قسم! تم لوگ ایسی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ تم سے واپس لے لے گا جو تمہارے پاس ہے اور اسے غیروں کو عطا کر دے گا''۔

انذار/ انتباہ

دعوت دین کا ایک طریقہ اور اسلوب یہ بھی ہے مخاطب کو ڈرایا اور متنبہ کیا جائے اور اس کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ جو کچھ تم کر رہے یا کہہ رہے ہو اس کا نتیجہ نقصان، تباہی یا بربادی کی صورت میں نکلے گا۔ اس اسلوب دعوت کا بنیادی مقصد لوگوں کو بے عملیوں اور بدعملیوں سے آگاہ کر کے اور سزا کا خوف دلا کر راہِ راست کی طرف لانا ہے۔ تمام انبیاء نے دعوتِ دین کے اس اسلوب کو اختیار فرمایا۔ قرآن مجید میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بھی دعوت و تبلیغ میں اس اسلوب کو اختیار فرمایا۔

قدیم زمانے میں یہودیہ عورتوں میں جو بداخلاقیاں پھیل گئی تھیں۔ ان میں سے ایک خرابی یہ تھی کہ جن عورتوں کے بال گر جاتے وہ مصنوعی بال لگا لیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رسم بد کی ممانعت فرما دی تھی ☆ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں عرب خواتین بھی اس قبیح رسم میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ۵۱ھ میں جب وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مصنوعی بالوں کا ایک گچھا ہاتھ میں لے کر منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور حاضرین کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا:

يا اهل المدينة! اين علماء كم؟ سمعت النبي ﷺ ينتهي عن مثل هذه ويقول: انما هلكت بنو اسرائيل حين اتخذ هذه نساء هم (3)

''اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا بے شک بنی اسرائیل اس وقت برباد ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس عمل کو اختیار کیا۔''

---

(3) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ۵۴، ح: ۳۴۶۸، ۳۴۸۸، ص: ۵۸۵

ایضا، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، ح: ۵۹۳۲، ۵۹۳۸، ص: ۱۰۴۰

الموطا، کتاب الشعر، باب السنته فی الشعر، ح: ۷۶۰، ص: ۵۸۱

Marfat.com

ایک شخص ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ میں ایک ایسا آدمی ہوں جو تصویر بناتا ہوں مجھے اس بارے میں فتوی چاہیے آپؓ نے اسے اپنے قریب کیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ میں انتباہ کیا:

سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول : کل مصوّر فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صوّرھا نفسا فتعذبہ فی جھنم (4) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ہر تصویر بنانے والا جہنمی ہے۔ ہر تصویر جو اس نے بنائی ہوگی اس کو زندہ کر دیا جائے گا۔ پس وہ اس کو جہنم میں عذاب دے گی۔

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ مروان حاکمِ مدینہ کے گھر گیا دیکھا کہ وہاں تصویریں آویزاں ہیں تو آپؓ مروان کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا:

سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول : قال اللّٰہ ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی ، فلیخلقوا ذرّۃ او لیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ (5) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے۔ اگر تخلیق کا دعوی ہے تو کوئی ذرہ، غلہ یا جو پیدا کر کے دکھائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک آدمی کو نماز میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھے دیکھا اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لا تجلس ھکذا! فان ھکذا یجلس الذین یعذّبون (6) اس طرح نہ بیٹھو! یہ ان لوگوں کی نشست ہے جن کو عذاب دیا جائے گا۔

حضرت ہشام بن حکیمؓ نے حمص میں چند قبطیوں کو دھوپ میں کھڑے دیکھا جن کو جذیہ کی عدم ادائیگی کی بنا پر یہ سزا دی جارہی ہے فرمانے لگے یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔

---

(4) مسلم، کتاب اللباس والزینتہ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان۔۔ح:۵۵۴۰،ص:۹۴۵

(5) ایضاً، ح:۵۵۴۳،ص:۹۴۶

(6) سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب کراھیتہ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ ،ح:۹۹۴،ص:۱۵۱

Marfat.com

ان اللہ یعذّب الذین یعذّبون الناس فی النار(7)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔''

سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے ساتھ میرا گزر مدینہ کی ایک ایسی گلی سے ہوا جہاں پر چند نوجوان ایک مرغی کو باندھ کر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ ابن عمرؓ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا یہ کس نے کیا ہے؟ سب لوگ بھاگ گئے۔ آپؓ نے فرمایا

''لعن رسول اللہ ﷺ من یمثّل بالحیوان''(8)

''رسول اللہ ﷺ نے حیوان کا مثلہ کرنے والے پر لعنت کی ہے۔''

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے ماں! مجھے مال کی کثرت کے سبب ہلاکت کا خوف ہے۔ کیونکہ اس وقت قریش میں سب سے زیادہ مال میرے پاس ہے؟ فرمایا اے بیٹے اس کو خرچ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

ان من اصحابی من لا یرانی بعد أن أفارقه(9)

''میرے صحابہ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے کہ میری وفات کے بعد مجھے پھر بھی نہ دیکھ سکیں گے۔''

حضرت عبدالرحمٰن کے صاحبزادے ابوسلمہ اور چند لوگوں کے درمیان زمین کے ایک قطعے کے بارے میں جھگڑا تھا، حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابوسلمہؓ کو بلا بھیجا اور ان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوسلمہؓ اس زمین سے باز آجاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من ظلم قید شبر من الارض طوّقه من سبع ارضین(10)

''جس نے بالش بھر زمین کسی سے ظلماً ہتھیالی تو زمین کے ساتوں

---

(7) سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی التشدید فی جبایة الجذیة، ح:۳۰۴۵، ص:۴۴۶

(8) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ح:۳۱۲۳، ۱/۵۵۶

(9) المسند، حدیث ام سلمة زوج النبی ﷺ ح:۲۵۹۵۰، ۷/۴۱۳

(10) صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اسم من ظلم شیئا من الارض ح:۲۴۵۳، ۳۱۹۵، ص:۳۹۵

Marfat.com

طبقے (روز قیامت) اس کے گلے میں ڈال دیئے جائیں"

مسلم بن یناق بیان کرتے ہیں۔ میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قریشی نوجوان گزرا جس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ ابن عمرؓ نے اس کو بلایا اور فرمایا۔ تمہارا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ اس نے کہا: قبیلہ بنی بکر سے ابن عمرؓ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو محبوب رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہاری طرف نظر رحمت فرمائیں؟ اس نے کہا ہاں، آپؓ نے فرمایا: اپنے تہبند کو اٹھالو میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من جرّ ازاره لا یرید الا الخیلاء لم ینظر الله الیه یوم القیامة (11)	جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے ازار بند کو گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ درس قائم تھا کہ اسی اثناء میں ایک خاتون وہاں سے گزری جس کی چال ڈھال مردوں جیسی تھی۔ آپؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپؓ کو بتایا گیا یہ ام سعیدؓ بنت ابی جہل ہے تو آپؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

لیس منا من تشبّه بالرجال من النساء ولا من تشبّه بالنساء من الرجال (12)	وہ عورتیں جنہوں نے مردوں سے مشابہت اختیار کی اور وہ مرد جنہوں نے عورتوں سے مشابہت اختیار کی ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک دفعہ شام سے کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی زیارت کو حاضر ہوئیں۔ شامی عورتوں میں ایک بڑی اخلاقی خرابی یہ تھی کہ وہ حمام میں جا کر برہنہ غسل کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس اخلاقی برائی پر ان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تم ہی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہو؟ یاد رکھو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

---

(11) المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح:۵۳۰۵، ۲/۱۲۳

(12) المسند، مسند عبداللہ بن عمروؓ، ح:۶۸۳۶، ۲/۲۰۸

Marfat.com

ما من امراة وضعت ثيابها في غير بيتها الا هتكت سترا بينها وبين الله (13)

جو عورت اپنے گھر سے باہر اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان پردے کو پھاڑ ڈالتی ہے۔"

ایک دفعہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو جھٹ پٹ وضو کرتے دیکھا تو ان کو فوراً ٹوکا اور متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: اے عبدالرحمٰنؓ وضو اچھی طرح کیا کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ وضو میں جو اعضاء نہ بھیگیں ان پر جہنم کی پھٹکار ہو۔ (14)

بشارت/انعام کا وعدہ

کسی انسان کو اگر یہ ترغیب دی جائے کہ اگر وہ فلاں ہدف کو پالے یا فلاں عمل بجا لائے تو اس سے کوئی انعام یا نفع ملے گا تو وہ شخص اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے۔ اور اس راستے میں حائل تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اس انعام اور نفع کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور جوں جوں ترغیبات کی قدر و قیمت اور ان کے حصول کی توقع بڑھتی جائے گی اس قدر جذبہ محرکہ کی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ عام طور پر کسی مقصد کے حصول کے لئے ترغیبات بہت موثر کردار ادا کرتی ہیں۔ مکی دور میں رسول اللہ ﷺ لوگوں سے آخرت میں ثواب عظیم اور دخول جنت کا وعدہ فرما کر ان کو ایمان اور توحید کو اختیار کرنے اور شرک سے دور رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔ بیعت عقبہ میں آپ ﷺ نے انصار سے بیعت لینے کے بعد ان کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

فان وفيتم فلكم الجنة وان غشيتم من ذالك شيا فأمركم الى الله ان شاء غفر وان شاء عذب (15)

اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت کی بشارت ہے اور اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے پاس ہے اگر چاہے تو تمہیں معاف کر دے اور اگر چاہے تو سزا دے۔

---

(13) المسند، حدیث السیدۃ عائشہؓ، ح: ۲۴۸۷۹، ۷/۲۴۸

(14) المسند، حدیث السیدۃ عائشہؓ، ح: ۲۴۲۹۲، ۷/۱۶۲

(15) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۲۲۲۴۸، ۶/۴۴۱ ایضا۔۔۔ح: ۲۲۱۹۴، ۶/۴۳۱۔۴۳۲

Marfat.com

صحابہ کرامؓ نے بھی نبوی اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے لوگوں کے جذبہ محرکہ کو ابھارنے کے لئے انعام اور بشارت کے انداز کو اختیار کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت شدادؓ بن اوس ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، مریض سے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے فضل سے اچھا ہوں، تو آپؓ نے فرمایا۔

أبشر بكفارات السيّئات وحط الخطايا میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب میں کسی شخص کو آزمائش میں مبتلا کروں اور وہ میری حمد کرے تو وہ گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے اپنے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔ (16)

ایک دفعہ حضرت ابوالدرداء دمشق کی جامع مسجد میں شجرکاری کر رہے تھے ایک آدمی ادھر سے گزر ہوا تو آپؓ کے اس عمل پر تعجب کا اظہار کرنے لگا۔ آپؓ نے اس حیرت کو زائل کرنے اور اسے بھی اس عمل کی ترغیب دلانے کے لئے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من غرس غرسًا لم يأكل منه آدمي ولا خلق من خلق الله الا كان له صدقة (17) جس کسی نے کوئی پودا لگایا اور اس میں سے اگر کسی آدمی یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق نے کھایا تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

فوری فوائد کا وعدہ

ترغیب و ترہیب کی اصل تو یہ ہے کہ مخاطبین دعوت کے سامنے آخرت کی جزا اور سزا بیان کی جائے لیکن یہ بھی جائز ہے کہ مخاطبین دعوت کے سامنے قبولیت دعوت سے حاصل ہونے والے دنیوی فوائد اور اس کے عدم قبول سے ہونے والے نقصان کو بھی بیان کی جائے، خود قرآن مجید نے ترغیب و ترہیب کے ضمن میں دنیاوی فوائد و نقصانات کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کیا ہے ارشاد ہے:

---

(16) المسند، حدیث شدادؓ بن اوس، ح:۱۶۲۲۹، ۱۰۴/۵

(17) ایضاً، حدیث ابوالدرداءؓ، ح:۲۶۹۲۰، ۵۹۸/۷

Marfat.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ(18)

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے لئے ان کے دین کو مستحکم کر دے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ ضرور ان کی حالت خوف کو حالت امن میں بدل دے گا وہ میری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو میرا شریک نہیں بناتے اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی وہی لوگ نافرمان ہیں

الغرض ترغیب سے مراد ایسے امور کا اختیار کرنا ہے جو مخاطبِ دعوت میں قبولِ حق کا اشتیاق اور اس پر ثابت قدمی کا عزم پیدا کرنے والے ہیں اور ترہیب سے مراد وہ امور ہیں جن سے مخاطبِ دعوت قبول حق سے انکار اور احتراز سے ڈرے اور قبول حق کے بعد اس پر ثابت قدم نہ رہنے میں خوف محسوس کرے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں اس اسلوب کا کثرت سے استعمال کیا جس سے قطعی طور پر اس اسلوب کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حسن جزاء کی ترغیب دلائے اور عذاب آخرت سے ترہیب دلائے۔ یہی انبیاء و رسل کا طریقہ رہا ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس اسلوب دعوت کو اختیار کیا۔

انسان چونکہ اس مادی دنیا میں رہتا ہے۔ مادی اشیاء کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور دنیا کی رنگینیاں اس کے قلب و نگاہ پر غفلت کے پردے ڈال دیتی ہے جس سے انسان کے تعلق دنیا میں مضبوطی اور آخرت سے غفلت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے

---

(18) النور،۲۴:۵۵

Marfat.com

داعی کے لئے لازم ہے کہ مخاطبینِ دعوت کو دنیا میں اس قدر منہمک ہونے سے روکے انہیں دنیا سے فرار پر آمادہ نہ کرے تاہم دنیا اور آخرت کی حقیقت سے انہیں آگاہ کرے اور دنیا کی نعمتوں کا اخروی نعمتوں سے موازانہ کر کے اخروی نعمتوں کی قدرو منزلت اوران کے دوام سے انہیں آگاہ کرے۔

حضرت عتبہ بن غزوان ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بصرہ کو آباد کیا۔

یہ حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے وہاں کے سردار اور امیر تھے۔ لوگوں کا دنیاوی زندگی کے اندر انہماک دیکھا تو ان کے سامنے جمعہ کے دن دنیا کی بے ثباتی اور حیثیت پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ دنیا بہت جلد ختم ہو جائے گی اور اس میں کچھ باقی نہ رہے گا۔ سوائے اس پس خوردہ کی طرح جو تم میں سے کوئی برتن میں چھوڑ دے۔ تم لوگ ضرور دنیا سے منتقل کئے جاؤ گے۔ لہٰذا جب تم منتقل ہو جاؤ تو نیکی کے ساتھ منتقل ہو جو دنیا میں تمہارے سامنے ہے۔ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے ڈالا جائے تو وہ ستر برس تک دوزخ میں گرتا رہے گا مگر اس کی تہہ تک نہ پہنچے گا، اور اللہ کی قسم وہ دوزخ بھر دی جائے گی اور مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔ اور خدا کی قسم اس پر بھی ایک دن آئے گا کہ وہ بھی آدمیوں سے بھری ہوگی اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور اللہ کی نظر میں حقیر سمجھا جاؤں"۔(19)

---

(19) المسند، حدیث عتبہ بن غزوان، ح:۱۷۱۲۴، ۱۸۵/۵

اسد الغابہ، تذکرہ عتبہ بن غزوان، ۳۶۵/۳

Marfat.com

خلاصہ بحث
(صحابہ کرامؓ کے اختیار کردہ اسلوب دعوت کے نمایاں پہلو)

دعوت وتبلیغ ایک مقدس فرض ہے۔ دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں ایک داعی اور دوسرا مدعو، تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے مبلغ کا کام انسان سازی اور رجال کار کی تیاری ہے اس میں اس کا علم اور حکمت دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ داعی کو مخاطب کے رجحانات، میلانات اور اس کے پس منظر کا لحاظ کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ دعوت دیتے وقت کون سا اسلوب مناسب اور موزوں ہے اس پس منظر میں کہا جا سکتا ہے کہ اصل قوت محرکہ داعی کی شخصیت ہے وہ جس قدر متحرک اور تربیت یافتہ ہوگا اسی قدر مخاطبین کے لئے حقیقی مربی کا کردار ادا کر سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی ذہنیت کو تبدیل کرنا اور اس کے نقطہ نظر یا نصب العین کو تبدیل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے غیر معمولی ذہانت حکمت وتدبر اور انسانی نفسیات سے گہری واقفیت ضروری ہے۔ نیز مخاطب کے میلانات ورجحانات کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے نفسیاتی محرکات کو بھی بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ جو مخاطب کو ذہنی طور پر تیار وہموار کر کے نئی بات قبول کرنے پر آمادہ کر سکیں۔ جس طرح ایک بیج کی نشوونما کے لئے تنہا بیج کی صلاحیتوں پر ہی نظر نہیں رکھنی پڑتی، بلکہ زمین کی آمادگی ومستعدی اور فصل وموسم کی سازگاری وموافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک داعی کو بھی لازماً ایمان کی آبیاری کے لئے قلوب واذہان کی آمادگی و موافقت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے اور آمادگی اور موافقت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب نفس انسانی کو تحریک ملے اور پھر اس کو متوجہ کرنے اور دعوت حق کے لئے آمادہ کرنے کے لئے انسان کی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عقائد اور تعلیمات کو دلوں میں اتارنے کے

لئے ایک طرف ایسے دلائل و براہین سے کام لیا۔ جن کا ادراک ایک ادنی سے ادنی عقل رکھنے والا آدمی بھی کر سکتا ہے نیز ان دلائل و آثار میں تنوع کا خیال بھی رکھا تا کہ افہام و تفہیم کا حق ادا ہو سکے اور دوسری طرف صحابہ کرام نے اطراف و اکناف عالم سے آنے والے طالبان حق کی خوبیوں اور خامیوں ان کی انفرادی اور قومی روایات اور ان کے عادات و خصائل کی رعایت رکھتے ہوئے دعوت پیش کی جس طرح ایک طبیب مریض کی کیفیت و مرض کی ٹھیک نشاندہی کرنے کے بعد دوا تجویز کرتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ نے قوم کی حالت اور ان کے مرض کا صحیح اندازہ کر کے پوری حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کی اصلاح و فلاح کا کام انجام دیا۔

صحابہ کرامؓ کی سیرت اور ان کی دعوتی سرگرمیوں کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے موثر اسلوب دعوت کا کوئی طے شدہ طریقہ نہ تھا بلکہ مدعو کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس کے حسب حال اسلوبِ دعوت مناسب خیال کرتے اس کے مطابق اس کو دعوت دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے جن لوگوں کو دعوت دی ان کے حالات کا مطالعہ کرنے سے اور نیز صحابہ کرامؓ کے طریقِ دعوت کا مطالعہ کرنے سے دعوت کے مختلف اسالیب کی تحدید کی جا سکتی ہے اور انہیں عصر حاضر کے عناوین کے تحت پیش کیا جا سکتا ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں اس پر تفصیلاً گفتگو کی گی۔

Marfat.com

مصادر و مراجع

☆ القرآن الكریم

☆ ''کتاب مقدس'' بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور

☆ ابن اثیر ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن الجزری (555-630ھ)

''اسد الغابة فی معرفة الصاحبة'' دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س،ن، مجلّات: ۵

☆ '' الکامل فی التاریخ '' دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، 1967ء، مجلّات: ۹

☆ ابن حبیب محمد (المتوفیٰ 245ھ)

'' کتاب المحبّر '' دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، س،ن

☆ ابن حجر، ابوالحسن احمد بن علی (773-852ھ)

'' الا صابة فی تمییز الصحابة '' دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1328ھ، مجلّات: ۴

'' فتح الباری '' دار المعرفۃ بیروت، لبنان، مجلّات: ۱۳

☆ ابن حزم ابومحمد علی احمد بن سعید (384-456ھ)

'' جمهرة انساب العرب '' دار المعارف قاہرہ س،ن

☆ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد (384-456ھ)

'' الطبقات الکبریٰ '' دار صادر، بیروت، 1985ء، مجلّات: ۹

Marfat.com

☆ ابن عبدالبر ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد القرطبی (المتوفی 463ھ)

" جامع بیان العلم و فضلہ "ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، س، ن مجلّات ۲

" الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب "دارالجلیل، بیروت، ۱۹۹۲ء، مجلّات: ۴

☆ ابن قیم الجوزیۃ، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر (751-691ھ)

" زاد المعاد "موسسۃ الرسالۃ، بیروت 1979ء، مجلّات: ۵

☆ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل ابن عمر (747-701ھ)

" السیرۃ النبویۃ "دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، 1976ء

"البدایۃ و النہایۃ "المکتبۃ القدوسیۃ، لاہور، 1984ء، مجلّات: ۱۴

☆ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید (273-209ھ)

" سنن ابن ماجہ "دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء

☆ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، علامہ (771-630ھ)

" لسان العرب "، نشر ادب الحوزہ، قم، ایران، 1405ھ، مجلّات: ۱۵

☆ ابن ہشام، ابومحمد عبدالمالک، (المتوفی 218ھ)

" السیرۃ النبویۃ "داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

، 1995ء، مجلّات: ۴

☆ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق السجستانی (275-202ھ)

" سنن ابی داؤد "دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض 1999ء

☆ ابونعیم، محدث، احمد بن عبداللہ الاصفہانی (المتوفی، 430ھ)

"حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء" دارالکتب العلمیۃ، بیروت

1997ء مجلّات: ۱۲

Marfat.com

☆ ابو یوسف، قاضی، یعقوب بن ابراہیم، (113-182ھ)
"کتاب الخراج" المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ، 1396ھ

☆ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ الشیبانی، الامام (164-241ء)
"المسند" داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1991ء، مجلات: ۷

☆ آرنلڈ، ٹی، ڈبلیو، پروفیسر
"دعوت اسلام" محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، 1972ء

☆ اصلاحی، امین احسن، مولانا
"دعوت دین اور اس کا طریق کار" فاران فاؤنڈیشن، لاہور

☆ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (256,192ھ)
"الادب المفرد" المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل، شیخوپورہ۔ پاکستان، س، ن
"صحیح البخاری" دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء

☆ بلاذری، احمد بن یحیٰ (المتوفیٰ 279ھ)
"فتوح البلدان" موسسہ المعارف، بیروت، 1987ء

☆ البیہقی، ابوبکر، امام (المتوفیٰ 408ھ)
"السنن الکبریٰ" نشر السنۃ، ملتان، مجلات: ۱۰

☆ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (200-279ھ)
"جامع الترمذی" دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض 1999ء

☆ الحاکم النیشابوری، ابوعبداللہ (المتوفیٰ 405ھ)
"المستدرک علی الصحیحین" دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان،
مجلات: ۴

Marfat.com

☆ الحلبی، علی بن برہان الدین (975-1044ھ)

"السیرۃ الحلبیۃ" دارالمعرفۃ، بیروت، 1980ء مجلّات:۳

☆ خالدعلوی، ڈاکٹر

"انسان کامل" الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور۔ 2001ء

☆ خطیب بغدادی، ابوبکراحمد بن علی بن ثابت (المتوفّٰی 463ھ)

"کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ" دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، 1357ھ

☆ الدارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن، المتوفّٰی 255ھ)

"سنن الدارمی" دارالقلم، دمشق، 1996ء، مجلّات:۲

☆ الذھبی محمد بن عثمان (المتوفّٰی 748ھ)

"تذکرہ الحفاظ" دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1998ء مجلّات:۵

☆ الزبیدی، محمد بن محمد الحسینی، (المتوفّٰی 1200ھ)

"تاج العروس" دارالفکر، بیروت، مجلّات:۱۰

☆ السرخی، شمس الدین،

"المبسوط" دارالمعرفۃ، بیروت، 1978ء، مجلّات:۱۵

☆ السمہودی، نورالدین علی بن احمد (المتوفّٰی 911ھ)

"وفاء الوفا" دارالنفائس، الریاض، س،ن، مجلّات:۲

☆ السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، (508-581ھ)

"الریاض الانف"، عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، مجلّات:۱

Marfat.com

☆ شبلی نعمانی، علامہ (1857-1914ء)

" سیرت النبی ﷺ " الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور، مجلّات:۴

" الفاروق " مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س، ن

☆ الطبری، محمد بن جریر، (المتوفیٰ 310ھ)

" تاریخ الامم والملوک " المطبعۃ الحسینیۃ، س، ن، مجلّات:۶

☆ علی بن محمد بن ابراہیم، علاءؒ الدین، (المتوفیٰ 725ھ)

" تفسیر الخازن " دارالکتب العلمیۃ، بیروت 1995ء، مجلّات:۴

☆ کتانی، عبدالحئی، علامہ، (المتوفی 1241ھ)

" نظام الحکومیۃ النبویۃ " (مترجم: مولانا معظم الحق) ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیۃ، کراچی۔ 1991ء

☆ مالک بن انس، (93-179ھ)

" الموطأ " داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1997ء

☆ محمد بن حسن الشیبانی، (132-189ھ)

" کتاب الاصل " دارالمعارف النعمانیہ، لاہور، 1981ء، مجلّات:۵

☆ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (المتوفیٰ 2002ء)

" مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ " ، قاہرہ، 1941ء

" خطبات بہاولپور " ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1992ء

"رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" دارالاشاعت،
کراچی، 1987ء

☆ محمد کرم شاہ، پیر، الازہری (1918-1998ء)
"ضیاء القرآن" ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1402ھ، مجلات:۵
"ضیاء النبی ﷺ" ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، مجلات:۷

☆ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، (204-261ھ)
"صحیح مسلم" دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1998ء

☆ مقریزی، تقی الدین احمد بن علی
"امتاع الاسماع" قاہرہ، 1941ء

☆ النسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی ابن سنان (215-303ھ)
"سنن النسائی" دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء

☆ الہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، (المتوفیٰ 975ھ)
"کنز العمال" موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1985ء، مجلات:۱۶

☆ الھیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر (المتوفیٰ 807ھ)
"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" موسسۃ المعارف، بیروت،
1986ء، مجلات:۵

☆ یٰسین مظہر صدیقی، پروفیسر
"عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت" الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو
بازار، لاہور، 1995ء

Marfat.com

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا

وہ پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں بھی ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں

قرآن و حدیث اجماعِ اُمت اور مذاہبِ عالم کی روشنی میں

توہینِ رسالت کی سزا

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

مکتبہ جمالِ کرم

9۔ مرکز الاویس (سنت ہول) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948

Marfat.com

Marfat.com

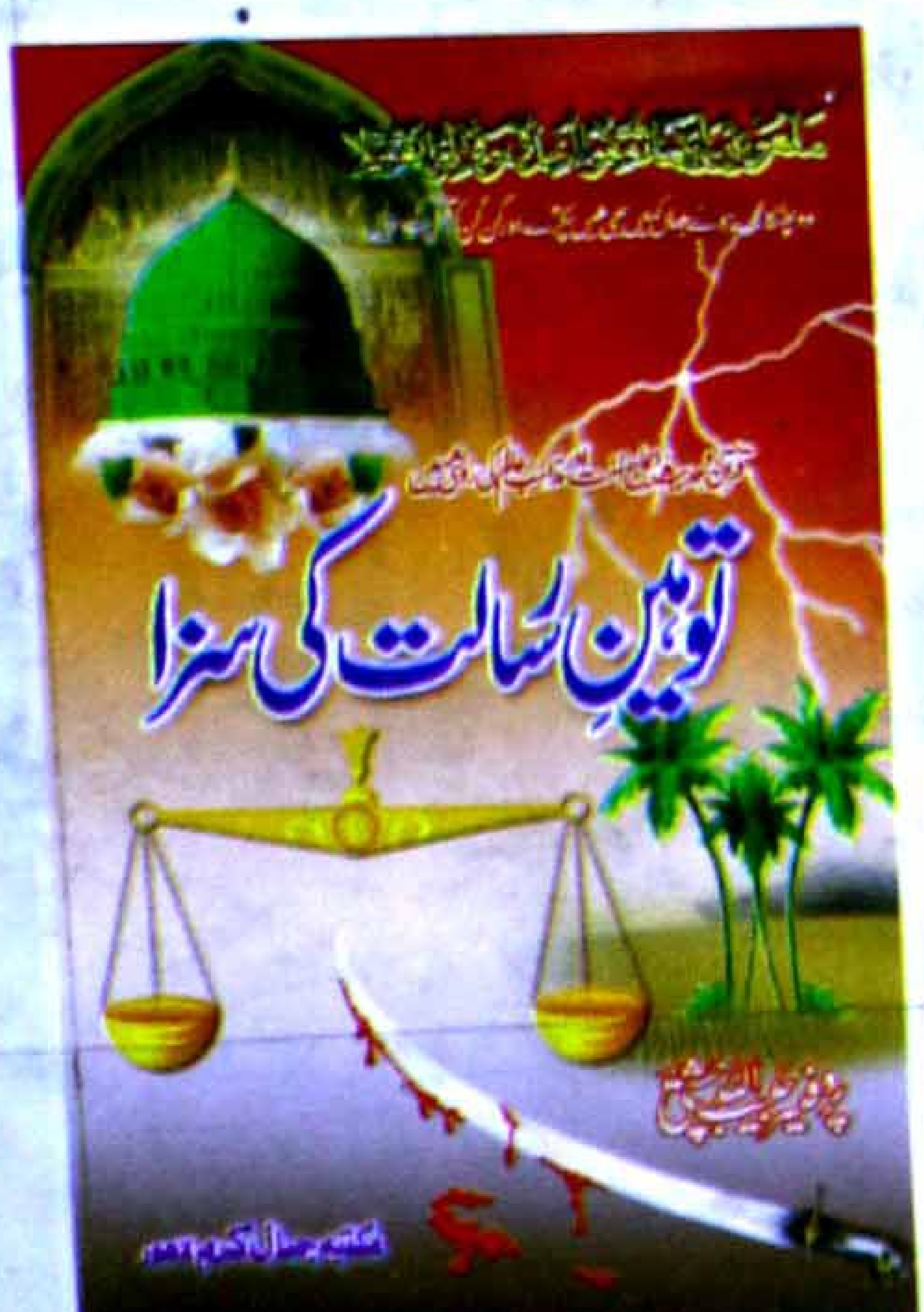

297.07
628 ص
68896-U-67

ملنے کا پتہ مکتبہ جمال کرم 9. مرکز ال...
...948

دنیائے اسلام کیلئے ایک انمول کتاب

صحابہ کرام کا اسلوبِ دعوت و تبلیغ

پروفیسر محمد اکرم ورک
فل علوم اسلامیہ
ایچ ڈی اسکالر

مکتبہ جمال کرم لاہور

Marfat.com